

20/2/2008
14/11/1428H
SUN: 00:15A.M

ایمان والوں سے

اللہ کا خطاب

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

استاذ مسجد حرم نبوی علامہ شیخ ابو بکر جابر الجزائری کی شہرہ آفاق
عربی کتاب ”نداءات الرحمن لأهل الايمان“ کا اردو ترجمہ

اس نادر کتاب میں قرآن کریم کی ایسی ۹۰ آیات جمع کر کے انکی تفسیر
و تشریح پیش کی گئی ہے جو ”یا ایہذا الذین آمنوا“ یعنی اے ایمان والو! کے
دکھل خطاب سے شروع ہو رہی ہیں یہ کتاب زندگی کے مختلف گوشوں سے
تعلق رکھنے والے احکام ربانی کا خوبصورت جاذب اور انتہائی مفید مجموعہ ہے

مولانا مفتی عبدالقدوس رومی

مقدمہ۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی

#500

ناشر

ادارۃ القرآن

۳۳ سیٹل چوک کراچی ۷۵۰۰۰ نزد بازار کراچی H-8/1 اسلام آباد

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست مضامین ”اللہ کا خطاب“

۲	۲	مقدمہ الکتاب کا ترجمہ
۳	۳	دیباچہ ترجمانی
۴	۴	چند کلمے ترجمانی سے متعلق
۸	۵	حضورِ مصلیٰ علیہ وسلم سے متعلق ادب
۱۲	۶	صبر و صلوٰۃ کے ذریعہ مددِ طبیعی
۱۴	۷	علائی چیزیں کھانے پر شکوک و کلم
۲۲	۸	قصص و دین کے احکام
۲۴	۹	روزے کی فرضیت اور اس کے اثرات
۳۳	۱۰	اسلام کے تمام احکام کی تعمیل واجب ہے
۳۸	۱۱	موت کی وجہ سے کہیں موقع نہ مل جائے
۴۲	۱۲	ان باتوں کا بیان جن سے صدقہ کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے
۴۴	۱۳	اچھے پاکیزہ ماں سے زکوٰۃ دے دیا تو ادا کرنا ضروری ہے
۵۱	۱۴	تقویٰ اختیار کرنے اور سود کی بقیہ رقم چھوڑنے کا حکم
۵۶	۱۵	قرض کی رقم کے لئے غریب اور اس پر گواہی لینے کا حکم
۶۱	۱۶	اہل کتاب کے کچے میوے آسنے سے ڈرنا اور بچانا
۶۶	۱۷	ارشادِ نبوی سے تقویٰ کا حکم
۷۱	۱۸	موتوں کا چھوڑ کر قانون کو رازدار بنانے کی حرمت
۷۶	۱۹	سود کھانے کی ممانعت
۸۱	۲۰	کافروں کا کھانا حرام ہے

شیخ اگست ۱۹۹۹ء
 باہتمام فہیم اشرف نور عفا اللہ عنہ
 طباعت ادارۃ القرآن کراچی

ناشر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ

۵۳۷/D مجاز ڈن ایسٹ لیبیلہ کراچی

فون: 7216488 فیکس: 7223688

پراجیکٹ آفس

اردو بازار مقابل فضل الرحمن اسکول کراچی

سکٹر H-8/1 نزد الشفاء اسپتال اسلام آباد

E-Mail: quran@digicom.net.pk

☆☆ دیگر ملنے کے پتے ☆☆

☆☆ ادارۃ اہل سنت اردو بازار کراچی	☆☆ ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی
☆☆ بیت القرآن اردو بازار کراچی	☆☆ مکتبہ دارالعلوم کراچی
☆☆ صدیقی ٹرسٹ الشفاء لیبیلہ کراچی	☆☆ علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی
☆☆ ادارۃ اسلامیات اہل سنت لاہور	☆☆ بیت العلوم مکتبہ روز لاہور
☆☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور	☆☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆☆ پرنسپل علی بیگ انجینیئر قصبہ خوشی پشاور	☆☆ مکتبہ رحمانیہ جلی قصبہ خوشی پشاور
☆☆ مکتبہ فہمیدہ شیعہ رہبر بازار لاہور	☆☆ مکتبہ قرینہ بیجاپور فریہ اسلام آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ الكتاب

اَلَمْ نَشْكُرْكَ يَا رَبِّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالْاَنْعَامِ وَالْاَنْفِصَالِ عَلٰى عِبَادِهِ
الْمُؤْمِنِينَ بِكَ وَكَفَّلْنَا بِكَ الْفَاتِحَةَ مِنْ لَدُنْكَ الْمُتَعَمِّدِينَ لِيُنْذِرَهُ
وَالْقُلُوبَ وَالْاَنْفُسَ عَلَى رُسُلِهِ الْكَوْفِ وَالْمُؤْمِنِينَ الرَّحِيمِ
وَعَلَى الْاَسْمَاءِ الْقَالِيَةِ وَالْمُتَعَمِّدِينَ وَالْمُتَعَمِّدِينَ وَكَفَّلْنَا

آپ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی وہ نذرات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے
اہل ایمان بندوں کو مخاطب فرما کر انھیں ضروری ہدایات دی ہیں یہ نذرات
نوسے تک پہنچتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان نذرات کو اس مختصر تاریخ میں جمع کرنا میرے آسان
فرادیا، ساتھ ہی یہ بات بھی آسان فرمادی کہ ان آیات کی مختصر و مفید تشریح و
تفسیر بھی ہو جائے۔

کتاب کے ناظرین کرام! اس کے محترم سامعین و مستفیدین کی خدمت میں
یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید کی یہ نذرات ایسی اہم اور ضروری ہدایات
و تعلیمات پر مشتمل ہیں جو ہر مسلمان کھیلے دنیا و آخرت میں کام لے والی ہیں
جن کا حل حاصل کرنا اور جن پر عمل کرنا حقیر ایمان اور تحصیل سعادت کے لئے
ضروری ہے تاکہ اس کے ذریعہ اہل ایمان فلاح و فوز حاصل کر سکیں، انھیں
دور رخ سے نجات مل جائے اور وہ دنوں بخت کے سختی ہو سکیں۔ کیونکہ ان
نذرات میں وہ عقیدے بھی بیان ہوئے ہیں جو سلف صاحبین کے عقیدے
تھے جن کے ذریعہ نجات حاصل ہو سکتی ہے ان آیات میں عبادات و فرائض کا

بھی بیان ہے جن سے نفوس انسانی کا تزکیہ ہوتا ہے ان میں اسلامی اخلاق فاضلہ اور
آداب شرعیہ کا بھی بیان ہے ان معاملات نافذ کا بھی بیان ہے جن سے استغفار
احضال یا حاصل ہوتا ہے اور ان معاملات کا بیان بھی ہے جن سے ضرر و نقصان پہنچتا ہے
تاکہ ان کے نقصان سے بچا جاسکے۔

ان آیات میں اہل ایمان کو احکام خاص و احکام عام کی بھی تکمیل دی گئی ہے
اور ان نذرات کی ابتداء ادب رفیع کی تکمیل سے کی گئی ہے جس کے بغیر انسان
انسانی معیار سے گر کر حیوانیت کی پستی میں جا پڑتا ہے۔

اور آخری نذرہ تو پر انھوں کی تکمیل پر مشتمل ہے جو انسان کو دنیا کی ذلت
و رسوائی اور آخرت کے مذاہب بچانے والی ہے۔

یہ نذرات قرآن مجید میں جس ترتیب سے یکے بعد دیگرے آئی ہیں اسی ترتیب سے
کتاب میں ذکر کی گئی ہیں۔

نذرہ کے نمبر شمار کے ساتھ ساتھ آیت کا نمبر اور سورہ کا نام بھی ظاہر کر دیا گیا ہے۔
اور آیت میں مذکور تکمیل و ہدایت کو مناسب عنوان ذکر کر دیا گیا ہے۔

ہر نذرہ کے خاتمہ پر صاحب ایمان مرد و عورت کو اللہ و رسول کی نافرمانی سے
ڈرانا بھی لکھا ہے اور اسے بتایا گیا ہے کہ ان ہدایات کی بجا آوری ہی کے ذریعہ دور رخ
سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے میں اپنے لئے اور ہر مومن مرد و عورت کے لئے مافیت و
مغفرت کا طالب ہوں اس کی رحمت و درغوان کا خواستگار ہوں۔

المؤلف

ابوبکر ہارون حسن انصاری

لارنس بالٹیئر (النبوی) (الشریعت) (المرکز) (المنقذ)



۲۱ کفار و منافقین کے عقائد و معاشرت میں مشابہت حرام ہے

۲۲ کلام کی اسید پر صبر و معاہدہ

۲۳ عربوں کو برائے سے محروم کرنے کی حرمت

۲۴ مسلمانوں کا مال ناجائز ہو کر کھانا، مائع، تنکے کرنا حرام ہے

۲۵ حالت نشہ میں نماز پڑھنا، حالت جنابت میں نماز پڑھنا

۲۶ انشاء کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حاکم شرعی کی اطاعت فرض ہے

۲۷ دشمن سے ہوشیار اور چمکانہ رہنا واجب ہے

۲۸ جو کام خلق صلی سے یا خلق نبوی سے ہو جائے اسکی تحقیق حال ضروری ہے

۲۹ شہادت میں انصاف ملحوظ رکھنا واجب ہے

۳۰ اپنے ایمان کی تقویت اور اس پر ثابت قدم رہنا

۳۱ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنانا حرام ہے

۳۲ عہدہ کی پابندی اور اسکا پورا کرنا واجب ہے

۳۳ انشاء تعالیٰ کے شفا کی حرمت کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔

۳۴ وقوف کی فرضیت اور اسکی کیفیت

۳۵ قیصلہ کرنے اور شہادت لینے میں عدل واجب ہے

۳۶ انشاء تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر

۳۷ انشاء تعالیٰ کے تقویٰ کا حکم

۳۸ یسوع و نصاریٰ کو دوست بنانا

۳۹ اسلام لانے کے بعد مرتد ہونا

۴۰ اہل کتاب یا جہاد کے دین کا خالق اٹاتے ہیں اپنے دوستی اور تعلق

۴۱ انشاء تعالیٰ نے جو عہدہ اور طلبہ چیزیں محال قرار دی ہیں انھیں حرام نہیں

۴۲ شراب، جوا اور میٹ، قمار کے بیوی کی حرمت

۴۳ انشاء تعالیٰ نے جو عہدہ بندوں کو کچھ دیکھو کے احکام کے موقع پر آڑتے ہیں

۴۴ احرام کی حالت میں شکار کرنا حرام ہے

۴۵ بے فائدہ اور لالچین سوال کرنے کی ممانعت

۴۶ مومن کو اپنی اصلاح کا حکم

۴۷ مرنے والے کی وصیت پر گواہ بنانا واجب ہے

۴۸ راہ خدا میں جنگ کے موقع پر میدان سے بھاگ کر بھاگنا حرام ہے

۴۹ انشاء رسول کی اطاعت واجب ان دونوں کی تافروانی حرام

۵۰ انشاء رسول کی پیکر کا جہاد دینا واجب ہے

۵۱ انشاء رسول کے ساتھ خیفانت اور ایمانت میں خیفانت حرام ہے

۵۲ انشاء تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب

۵۳ جہاد کے موقع پر انشاء تعالیٰ کی نصرت اور اللہ کے اسباب کی اپنی

۵۴ جہاد و ایمان کے مقابلے میں نفس پرستی یا اللہ کی کائنات حرام ہے

۵۵ حرمین شریفین میں مشرکین کا داخلہ حرام ہے

۵۶ ناجائز اور بیجا طور پر لوگوں کا مال کھانا حرام ہے، اسے چاندی کی ذخیرہ اندوزی

۵۷ نفی عام کے وقت جہاد کے لئے بھگنا ضروری ہے

۵۸ انشاء تعالیٰ تقویٰ اور نیت اور قول و عمل میں ایمانی اختیار کرنے کا حکم

۵۹ کفار کے معاصات و کمال کی تفصیل کے لئے انھیں اسلام میں داخل کرنا

۶۰ نماز کو باقاعدہ پڑھنے، زکوٰۃ دینے، جہاد کرنے کا حکم

۶۱ شیطان کے نقش قدم پر چلنے کی ممانعت

۶۲ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلبی واجب ہے

۶۳ گھر والوں کے مقامات تخلیص میں دفتوں میں اجازت دیکر جانا چاہئے

۶۴ انشاء تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے رہنا اور انکا شکرا ادا کرتے رہنا واجب ہے

۶۵ صبح و شام تسبیح و ذکر کے حکم

۶۶ اس بیان میں کارکن و شہر میں بھی لائے سے پہلے گزرتا ہے جو جائے تو

۶۷ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام واجب ہے

۶۸ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوات و سلام کا حکم

۶۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ پہنچانا حرام ہے

۷۰ انشاء تعالیٰ کا تقویٰ اور سیدھی سچی بات کہنا واجب ہے

۷۱ انشاء تعالیٰ کی نصرت کی جائے

۷۲ انشاء رسول کی اطاعت واجب ہے

۲۰۵
۲۱۰
۲۱۲
۲۱۸
۲۱۰
۲۲۹
۲۳۳
۲۳۸
۲۴۲
۲۴۴
۲۵۲
۲۵۴
۲۶۲
۲۶۴
۲۶۶
۲۸۱
۲۸۶
۲۹۱
۲۹۸
۳۰۳
۳۰۴
۳۱۱
۳۱۹
۳۱۹
۳۲۲

مقدمہ

بِقَلَمِ مُفَضِّلِ اِسْلَامِ حَضْرَتِ مولانا ابوالکاسم علی ندوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِ

رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاللّٰهُ عَلٰی سِرِّہٖ اَعْلَمُ وَحْدَہٗ اَعْلَمُ
قرآن کریم کتاب ہدایت ہے، قیامت تک اس سے ہدایت کے چستے چھوٹے
رہیں گے، اہل علم معرفت علوم قرآن کے ناپید انکار سمندر میں خواہی کہے کہ ابدابر
موتی نکلتے رہیں گے، نہ قرآن حکم کے علوم و معارف کا سمندر یا اب ہوگا نہ قرآنی
احکام و تعلیمات پر کبھی و فرسودگی کا اثر آئے گا، زمانہ گزرنے کے ساتھ قرآن
سے استفادہ کی نئی نئی راہیں کھلیں گی۔

دورِ حاضر میں بھی مختلف پہلوؤں سے قرآن کی خدمت اور اس سے استفادہ
کا سلسلہ جاری ہے، قرآن سے شفقت کئے والے علماء اور اصحاب علم و دانش نے نئے
زادوں سے قرآن کی خدمت کر رہے ہیں، قرآنی تعلیمات و ہدایات کو دورِ حاضر کی
ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق آسان زبان میں لوگوں کے سامنے پیش کر رہے
ہیں، واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم سے امت مسلمہ کا رشتہ جس قدر استوار اور مضبوط
ہوگا اسی قدر یہ امت فلاح و کامرانی کی راہ پر گامزن ہوگی، عزت و اقبالِ مادی
اس کے قدم چومے گی، امت مسلمہ کے زوال کا ایک بنیادی سبب کتاب و سنت
کی تعلیمات سے بیگانگی، قرآن کریم سے اس کے رشتہ کی کمزوری ہے۔

قرآن کریم کی نوے آیت میں اللہ جل شانہ نے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" (اے ایمان والو!) کے عنوان سے اہل ایمان کو مخاطب بنا کر کچھ خاص ہدایات اور
تعلیمات بیان فرمائی ہیں، ان تعلیمات کا تعلق دین کے مختلف شعبوں (عقائد،
عبادات، معاملات، اخلاق، حقوق اور مذہب کے مختلف میدانوں سے ہے، اس بات کی
ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایمان کے حوالہ سے آواز دے کر جو

۳۲۶	کتاب و سنت کا علم معلوم کرنے سے پہلے اپنی رائے پیش کر دینا
۳۳۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام واجب ہے
۳۳۲	کسی معاملہ میں قرآنی دلیل یا حد سے پہلے معاملہ کی تحقیق ضروری ہے
۳۳۱	مسلمان کے ساتھ مسیحیوں اور ذاتی کرنا حرام ہے
۳۳۶	صرف غن و گناہ سے بچو کہنا درست نہیں ہے
۳۵۲	اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کے رسول پر ایمان واجب ہے
۳۵۴	گناہ و زیادتی کی سرگوشی کی حرمت
۳۶۲	جب وزن کو مجلس میں رکھ دیا کیلئے کہا جائے تو رکھ دینا واجب ہے
۳۶۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں گفتگو کا حکم
۳۶۲	اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے اور آخرت کیلئے زاد و ادب لینے کا بیان
۳۶۶	اہل کفر کو درست بنا کر دوستی کا معاملہ حرام ہے
۳۸۱	جو مسلم عربیں دارالکفر سے دارالایمان ہجرت کر کے آئیں
۳۸۵	یہود سے ولی دوستی کی ممانعت
۳۹۰	اس بات کی خدمت کہ انسان ایسی بات کہے جو کر دیکھے
۳۹۶	سب سے بیش بہا سامان تجارت جنت ہے
۴۰۲	اللہ تعالیٰ کے دین کی نفرت اور دین والوں کی نفرت ہلکا پھلکا چیز ہے
۴۰۴	اذانِ جمعہ کے بعد نماز جمعہ کیلئے حاضری واجب ہے
۴۱۳	اللہ تعالیٰ کی عبادت سے دو گروہان کئے مال اور دین مشغولیت حرام ہے
۴۱۹	مال اور بیوی بچے کے تقڑے ڈالنے اور غفودہ گردنے کی نفی
۴۲۵	طلاق سنی اور اسکی عدت کے احکام
۴۳۲	اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو دوزخ سے بچانے ضروری ہے
۴۳۴	اہل ایمان کو نہ اسے نہ جان

————— ❦ —————

(ب)

خصوصی ہدایات اور تعلیمات دی ہیں انھیں کچا کر دیا جائے اور ان آیات کی محققہ و آسان تشریح و تفسیر کر دی جائے تاکہ معمولی پڑھنے والے مسلمانوں کے لئے بھی ان ایمانی و قرآنی تعلیمات کا سمجھنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے سعودیہ عربیہ کے ممتاز عالم اور مدرس شیخ ابو بکر جابر الجبرائزی زاہدہ اور شریفیہ کے لئے مقدر کی تھی، انھوں نے "ذرات الرحمن" اور "ایمان کے نام سے ایک کتاب" کی قرآن پاک میں "یا ایہا الذین امنوا" (آیہ ۱۰۱) کے ایمان (ولو) کے عنوان سے نوٹسے مقامات پر جو قیمتی ہدایات دی گئی ہیں، ان آیات کی محققہ اور عام فہم تشریح طے دل نشین پیرایہ میں اس کتاب میں کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی اس کوشش کو قبول کرے اور اہل ایمان کو زیادہ سے زیادہ اس کتاب سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ ابو بکر جابر جزائری سعودیہ عربیہ کے ممتاز اور بافیض علماء میں ہیں، عربیہ سے مسجد نبوی (مدینہ منورہ) زاہدہ اور شریفیہ میں ان کا حلقہ درس قائم ہے، حجاز حاضری کے موقع پر متعدد بار ان سے مدینہ منورہ میں ملاقاتیں ہوئی ہیں وہ اپنے مدرس ہونیکے ساتھ مقبول خطیب و واعظ اور کامیاب مصنف بھی ہیں، انکی متعدد دعوتی و اصلاحی کتابیں علمی و دعوتی حلقوں میں مقبول ہو چکی ہیں۔

شیخ ابو بکر جابر جزائری کی زیر نظر تصنیف "ذرات الرحمن" کی دعوت الایمان کی دعوتی و اصلاحی اہمیت کی بنا پر اس بات کی ضرورت ہے کہ مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے کئے جائیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہندوستان کے ایک معروف عالم جناب مولانا عبدالقدوس رومی مفتی اعظم نے اس کتاب کو تصنیف و تالیف کے لئے اردو کا جامہ پہنا یا ہے، مولانا عبدالقدوس رومی مستند عالم دین اور اردو کے محقق ہونے کے ساتھ صاحبِ نظر ہیں، انھوں نے طے سلیقہ اور کامیابی سے شیخ ابو بکر جابر جزائری کی مذکورہ بالا کتاب کا ترجمہ کیا ہے، ترجمہ بہت سلیس اور رواں ہے، مترجم نے لفظی ترجمہ کے بجائے ترجمانی کی کوشش کی ہے، تاکہ اصل کتاب کی تاثیر اردو ترجمہ میں بھی قائم رہے اور اس میں وہ کامیاب رہے ہیں۔

(ج)

جساری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اصل عربی کتاب کی طرح اس اردو ترجمہ کو بھی مقبول اور نافع بنائے، اردو خواں قارئین قرآنی ہدایات و تعلیمات کے اس قیمتی خزانے سے استفادہ کر کے دنیا و آخرت میں کامرانی حاصل کریں۔

ابو الحسن علی ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء

کھنونا

۲۱ برزی الجوسہ ۱۴۱۲ھ



دِیابچہ ترجمانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰىنَا
اَللّٰهُ فَاِنَّهُ مُبْدِيْ دَرَجَاتِ الْجَلٰلِ وَخَاتَمُ الْاَيْمُوْنِ وَتِلْكَ اَمْرٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

آمین ایک۔۔ غلاباشبان یارمضان المبارک ۱۳۷۵ء کی کوئی تاریخ تھی
کہ اچھے کرم فرما برادر مہم جناب آغا محمد زبیر کاشفی الہ آبادی زید مجاہد نے
اطلاع دی کہ میرے لڑکے عزیز محمد زبیر کاشفی ملے جہ (سودی عرب کے ایک
کتاب بھیجی ہے اور ان کے شیخ محترم الشیخ مسفر لیان انجری زید مجاہد نے خواہش
کی ہے کہ اس کا اردو ترجمہ کر لیا جائے تاکہ کتاب کے عمده اصطلاحی مضامین کا فائدہ اور
عام ہو جائے جو لوگ عربی زبان سے واقف نہیں ہیں وہ بھی اس سے مستفید ہو سکیں
ساتھ ہی یہ فرمائش کی کہ ترجمہ کا یہ کام تم انجام دیدو، کتاب کا نام تھا "مَنْ اَتَا شَاہِدًا لِّاَلِیِّہِ
اور احقر کی صورت حال یہ ہے کہ مسئلہ میرے "سفر تجیبہ میرے لئے مقدر ہو کر
رہ گیا ہے، ہر ماہ کے دس پندرہ دن الہ آباد میں اور دس پندرہ دن کبیر آباد گذرے
میں گزر رہے ہیں۔ عموماً وہ وقت جو چل چلاؤ گا وقت بھجا جائے گا وہ اس طرح چل جائے
جی میں گذر رہا ہے۔

ان حالات میں ایک ایسے کام کی ذمہ داری قبول کر لینا جو پوری طرح یکسوئی
اور دل جمعی پر مبنی ہے لئے مشکل متاثرین محترم کاشفی صاحب نے جس کتاب کے
ترجمہ کی فرمائش کی تھی وہ کتاب ایسی تھی کہ اس کی ترجمانی قبول نہ کی جائے۔

وہ کتاب سرسرا اصطلاحی اور دعوتی تھی جس میں مصنف کتاب "التبیہ الفاضل البیہیکو
جناہ العزیز اثری مع اللہ المسلمین باخدا" دستخط قرآن مجید کی ان دہشتے
آیات کی بکلی جھلکی تشریح فرمائی ہے جن میں "اہل ایمان کو" دیکھا اَلَّذِيْنَ
اَسْبَغُوْا رُءُوْسَهُمْ اَلَّذِيْنَ اَمَّا رُءُوْسُهُمْ اَلَّذِيْنَ اَمَّا رُءُوْسُهُمْ اَلَّذِيْنَ اَمَّا رُءُوْسُهُمْ
نوازا گیا ہے۔

یہ دہشتے آیات مختلف قسم کے موضوعات و مسائل سے تعلق رکھتی ہیں اسلئے
ان کی پوری کتاب متنوع قسم کے دینی احکام و مسائل کا سنہایت خوشنما گہدہ

ہے۔ موضوع کتاب کے اس متنوع سے اسے مجید و دلچسپ و مفید بنا دیا ہے کہ کتاب
شروع کرنے کے بعد پڑھنے والا مجبور ہو جاتا ہے کہ پوری کتاب ضرور پڑھے۔

اسی لئے اچھے بھی اپنی سعادت مندی اور ایشیائے لا کا ایک فضل سمجھ کر
کتاب کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ ایشیائی نے جس طرح
فضل فرما کر اپنا یہ دینی و دعوتی کام اچھٹا کر اسے شروع کر دینے کا موقع فراہم
فرمایا ہے اسی طرح اپنے کمال فضل سے اسے تمام کرنے کی سہولت و توفیق عطا فرمائی۔

اپنی اس ترجمانی کا نام "اہل ایمان کو" "عزائم" (ایمان والوں سے اللہ کا
خطاب) تجویز کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما کر اہل ایمان کے حق
میں مفید اور اچھے کے لئے خیر و آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین۔



چند کلمے اپنی ترجمانی سے متعلق



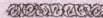
ہر زبان دوسری زبان سے مختلف ہوتی ہے۔ یہ اختلاف علاقائی زبانوں میں
تو بہت کم اور برائے نام ہی ہوتا ہے لیکن جو زبانیں مستقل اور جداگانہ حیثیت رکھتی
ہیں وہ ایک دوسرے سے بہت مختلف اور بالکل الگ ہوتی ہیں، ان کا ادب ان کا
اسلوب تحریر اور طرزِ تعبیر ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کسی
ایک زبان کی کسی تحریر کو دوسری زبان میں منتقل کرنا کچھ دشوار ہوتا ہے اس دشواری
میں اس وقت مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب مقصود صرف لفظی ترجمہ نہ ہو بلکہ پیش نظر یہ
بات ہو کہ جو کچھ بات اصل تحریر میں لکھی گئی ہے اس کی پوری روح اور اس کا پورے مفہوم
ترجمہ کی زبان و لوب اور اس کے مروجہ اسلوب میں یوں منتقل ہو جائیں کہ اصل تحریر کی
ترجمانی تو پوری طرح ہو جائے لیکن غافل قسم کے لفظی ترجمہ کی بجائے "کاشانہ" آئے
پائے۔

راقعہ السطور نے اپنی بساطِ پاک کو کوشش یہی کی ہے کہ غلامات الرحمن لابل الایمان
کے فاضل و درویش بزرگ نے قرآنی دعوت و ارشاد کی جو روح اپنی تحریر میں سمو
دی ہے ترجمانی کے وقت وہ روح اچھے سے نہ دیکھنے پائے اور عربی والی حضرات

جس قسم کا تاثر و قہر ان کی سادہ و پرکٹت تحریر سے حاصل کریں اس ترجمانی کے ذریعہ حاصل ہونے والا تاثر اگر اس کے برابر نہ ہو سکے تو اس کے قریب قریب تو رہے۔ اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ اعتراضی تمام تر توجہ اصل کتاب کے الفاظ و معانی سے زیادہ اس کے مطالب و دعائی کے ساتھ مرکوز و استوار رکھے۔

اقتباس سے اس مقصد میں کامیابی کا مدعی مگر نہیں ہے کیونکہ دینی کاموں میں اذکار کی گنجائش ہی کہاں ہوتی ہے تاہم ضمنی ضرورت ہے کہ ہمارے اہل کو اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہو جائے اور ترجمانی کی یہ کوشش اردو اہل قلم کی دینی بیداری اور عملی ترقی کا ذریعہ بنے اور جو سعادت مند وہیں اس کے ذریعہ آخرت میں کامیاب و فائز الہام ہوں ان کے طفیل یہ ترجمان بھی نجات پائے والوں میں شامل ہو جائے۔ آمین یا رب العالمین

عبدالقدوس رومی مفتی انگریز
عزیم خانہ پور
نوابشہ روڈ
الک آباد



پہلی نذر

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

ادب کی تعلیم



(سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷)

أَعْلَمُوا أَنَّمَا اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ
يَسْمَعُ الْكَلِمَاتِ الْغَائِبَاتِ

اے ایمان والو! اچھا نہ کیا کرو (اچھا نہ کیا کرو) کہ
انظروا! کیا کرو اور سن رکھو! کیا کروں کے
لئے توجہ نہ رکھو! کیا کروں کے لئے توجہ نہ رکھو!

تشریح و تفسیر | اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اہل ایمان بندوں کو قرآن مجید میں
مطلب کرتے ہوئے یہ پہلی نذر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں
کو اہل ایمان ہونے کی حیثیت سے مخاطب فرمایا ہے کہ ان کی حقیقت یہی ہے کہ ان کی
میں قابل خطاب صرف اہل ایمان ہی ہو سکتے ہیں کہ ان کی حقیقت یہی ہے کہ ان کی
زندہ ہیں، سننے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس کے نتیجے میں کرنے کے کام پر
عمل پیرا اور نہ کرنے کے کام سے محنت ہو جاتے ہیں، اس کے برعکس ان کا حال یہ ہے
کہ نہ تو سمجھتے، نہ سناتے اور نہ سمجھتے نہ ہی عمل پیرا ہو سکتے ہیں اور نہ روکی ہوئی باتوں سے
رکنا اور باز رہنا ہے۔

جو حضرات اللہ تعالیٰ کی ان نذرات کے مخاطب ہیں انہیں یہ بات دہرانا چاہیے

لیکن منافقین کی نیت عبرانی لفظ ومعنی کی ہوتی تھی اور وہ بطور استعارہ یہ فقرہ
 ہوئے اور اپنی مجلسوں میں اپنی بوسہ شامی و چالاک پرستے بھی تھے
 چونکہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور سخرچہ کرنا زنی
 گستاخی و بدبختی اور کفر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس کفر کے استعمال
 سے منع فرما دیا ہے جس سے یہود کو اپنی شرارت چھپانے کا موقع ملنا تھا۔
 انھیں جاہت کی گئی کہ وہ جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کلمہ حکمت
 کا درس لے کیسے جانتے ہوں اس وقت ”اَلْعَصَا“ کا فقرہ نہ بولیں بلکہ اس کی جگہ
 اسی کا ہم معنی فقرہ ”اِنْفِلَافًا“ استعمال کریں جس کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ
 ”درا ہمیں بھی سننے اور سیکھنے کا موقع دیجئے“، جملہ نہ فرمائیں مگر ہم بھی آپ
 کی بات پوری طرح سمجھ سکیں اور محفوظ کر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان اہل ایمان کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت و ہدایت
 کی طرف کان لگانے اور غور و فکر کے ساتھ سننے کا حکم دیا کہ جب وہ آپ کی مجلس درس
 کتاب میں حاضر ہوں تو پوری توجہ سے کان لگا کر سنیں۔

اسی کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان استہزاء کرنے والے منافقین یہود کی
 سزا بھی سنائی کہ ہمارے رسول کے ساتھ ان استہزاء مذاق کرنا لوں کے لئے دردناک
 عذاب ہے اور یہ دردناک عذاب انھیں آخرت سے پہلے ہی دنیا میں بھی ملے گا۔
 اس آیت شریفہ میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کا ادب
 احترام واجب و ضروری قرار دیا گیا ہے اور ہر قسم کی بے ادبی و گستاخی کو حرام قرار
 دیا گیا ہے۔ یہ بے ادبی و گستاخی خواہ زبان و قول سے تعلق رکھتی ہو یا فعل و عمل
 سے تعلق رکھتی ہو، بیشک دیکھنا دانستہ طور پر کی گئی ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص دانستہ گستاخی
 دینے اور بے ادبی کا مرتکب ہو گا تو بالکل کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

اس آیت میں سے ایک دوسرا مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے وہ یہ کہ جس طرح آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ادنیٰ درجہ کی بے ادبی و گستاخی حرام ہے اور اگر
 دانستہ طور پر ہو تو کفر ہے، اسی طرح اپنے عمری و شہداء و مسلمان و امرا و امیر کی
 شان میں بے ادبی و گستاخی بھی حرام ہے، اور اگر دانستہ کی ہلے تو انبیاء کفر ہے

کر لینی چاہئے کہ اگر قرآن مجید میں انھیں ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ کہہ کر
 مخاطب فرماتے ہیں وہ ان اللہ تعالیٰ کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے اہل ایمان
 بندوں کو کسی ایسے کام کا حکم دے رہے ہیں جس سے انکی عرق و کمال اور انکی
 سعادت و کامیابی وابستہ ہے یا انھیں کسی ایسے کام سے منع کرنا اور روکنا مقصود
 جس میں ان کا نقصان اور ان کی بدبختی چھپی ہوئی ہے۔

اسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اہل ایمان کو آخرت
 کی کامیابی کی خوشخبری دیدیں یا عذاب و دوزخ سے انھیں ڈر کر جنت کی طرف متوجہ
 کر دیں۔ ہماری ان باتوں کو سمجھنے کیلئے حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ ارشاد
 ذہن میں رہنا چاہئے۔

کسی شخص نے ان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست
 کی کہ آپ مجھے نصیحت فرمادیں تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے
 یہ خطاب سنو جو قرآن مجید میں ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ دے ایمان والوں کے
 ساتھ آتے ہیں تو انھیں اپنے کانوں میں محفوظ کر لو کیونکہ ان خطابات میں تمہیں
 یا تو کسی بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا کسی برائی سے تم کو روکا گیا ہے۔

اس ارشاد کی روشنی میں جب ہم دیکھتے ہیں تو یہ بات سننے آتی ہے کہ
 اللہ تعالیٰ نے اس خطاب میں اپنے مومن بندوں کو کلمہ ”اَعِزَّنَا“ کے استعمال
 سے روکا ہے اور اس کی جگہ انھیں ”اِنْفِلَافًا“ کہنے کی ہدایت کی ہے۔

اور اس ارشاد کا شان نزول اور پس منظر یہ ہے کہ یہود کے منافقین حضور
 رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ”اَعِزَّنَا“ کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے، یہ لفظ انکی
 عبرانی زبان میں برے معنی میں استعمال ہوا تھا جسے یہود منافقین اپنی بدبختی
 کے ساتھ استعمال کرتے تھے اور درپردہ آپ کے ساتھ استہزاء و مذاق کرتے
 تھے۔ مسلمان صحابہ انکی اس بدبختی سے بے خبر تھے وہ اسے عربی لفظ ومعنی کے
 طور پر استعمال کرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ یہود منافقین بھی اسے عربی لفظ کے
 معنی میں بولتے ہوں گے جس کے معنی یہ ہیں کہ ذرا ہماری بھی رعایت فرمائیے،
 ہماری طرف بھی توجہ فرمائیے۔

قابل غور لائق توجہ، قابل حفظ و لائق عمل ہے، اگر تم کو کسی کام کا حکم دیا جا رہا ہے تو اس پر عمل کرو، اور اگر کسی کام سے روکا جا رہا ہے تو اس سے باز رہو اور رک جاؤ اور اگر تم کو خوشخبری دی جا رہی ہو تو خوش ہو جاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو، اور اگر کسی خطر سے ڈرایا جا رہا ہو تو اس سے ڈرو اور بچو اور بچنے کو خدا تعالیٰ کی مہربانی سمجھو۔
ورنہ یہ بات ابھی طرح سمجھ لو کہ تم کو ہوں، اور تمہاری کیا حقیقت ہے؟ کہ خدا نے رب العالمین کے تم مخاطب بن سکے۔ اور یہ بات ابھی طرح یاد رکھو کہ تمہارا یہ شرف و تہ بہ تہ اسی وجہ سے ہے کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، قیامت میں اللہ تعالیٰ کی بقا پر ایمان رکھتے ہو، اس کے فرشتوں، رسولوں اور اس کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور اس کی قضا و قدر پر ایمان رکھتے ہو۔

تمہارا سارا شرف اور بزرگی تمہارے اسی ایمان کی بدولت ہے، اسی وجہ سے تم کو تمہارے ایمان کی نسبت سے تم کو مخاطب کیا گیا ہے اگر یہ ایمانی نسبت تم کو حاصل نہ ہوتی تو تمہاری کوئی حقیقت نہ ہوتی کہ اللہ رب العالمین تم کو اپنا مخاطب بنائے۔ یہ ایمان ہی انسان کی روح اور جان ہے لہذا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہی درحقیقت زندہ کھیلنے کا مستحق ہے اور اسی ایمان کے نہ ہونے کی وجہ سے اہل کفر و کفر ہیں۔ تمہیں اس نعمت ایمان پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کے طلب گزار بنو اور تقویٰ شکاری اختیار کرو کہ اپنے مقصد اصلی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ اور وہ مقصد اصلی ہے اللہ تعالیٰ کی ولایت جو اسی تقویٰ شکاری سے حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ جس کے دوست ہو جائے ہیں اس کا صحت و کرام ہی فرماتے ہیں، اور اسے سعادت و تہدیٰ فرماتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے حق میں جو فرمایا ہے اسے سنئے اور فرمائیے،

اَلَا اِنَّ اَوْلٰیئَہٗٓ اَہْلَ الْاٰیٰتِ لَا یُخٰذِلُوْنَہٗ
عَلٰیہِمْ سَلٰمٌ یَّہْدِیْہُمْ فَاٰیٰتِہٖٓ اَکْثٰرٌ
اَمْ کُنَّا اَعْمٰیًا لَا یَشْعُرُوْنَ
لَعَلَّہُمُ الْبَشْرِیُّ فِی الْخَیۡطِ وَالْاَنۡبِیَآءِ
کَیۡفَ الْاٰخِیۡرِ ۚ اَلَا تَتَذٰکُرُوْنَ

اِنَّہٗ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیۡمُ ۝

۱۴

آخرت میں بھی اللہ کی باتوں میں تبدیلی نہیں ہوتی
(اسی طرح) (جو خوشخبری دی) بہت بڑی کامیابی ہے
(کہ جسے کاظرو نہیں ہے)

(یہاں آپ کی نظر اس بات پر رہی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی تعریف میں کتنا عقول میں بیان کی ہے، فرمایا ہے کہ (اولیاء اللہ وہ ہیں) جو اللہ پر ایمان رکھیں، اور پرہیزگاری و تقویٰ اختیار کریں۔ لہذا ہم مسلمانوں کو بھی یہی چاہئے کہ ہم اپنی زندگی و عمل میں تقویٰ شکاری اختیار کریں۔

اس مقصد کے لئے ضروری ہو گا کہ ہم اللہ آپ کو تقویٰ کی تعریف اور اس کی حقیقت معلوم رہے تو سمجھیں کہ تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہم پر فرض و واجب قرار دیتے ہیں جن تمام امور پر ایمان عمل و راستہ رکھیں اور جن عورات و منوعات سے ہم کو روک دیا گیا ہے ان تمام باتوں سے پرہیز و اجتناب کریں۔

خلاصہ یہ کہ ایسا اس وقت ہو سکے گا جب ہم پہلے سے بطور حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں و واجبات کیا ہیں، جن پر ہمیں عمل کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے عورات و منوعات کیا ہیں جن سے ہمیں پرہیز و اجتناب کرنا ہے۔ لیکن یہ بات بھی آپ پر عینی نہ رہی چاہئے کہ تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے کے لئے دین و شریعت کا یہ مختصر علم بھی رکھیں کہ کیا کیا کرنا ہے اور کیا کیا نہیں کرنا ہے، آپ سے کچھ سخت و مشقت چاہئے گا، اس کی طلب میں آپ کو کچھ نہ کچھ جدوجہد کرنی پڑے گی تیب آپ یہ جان سکیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں و واجبات اور اولیاء و مطالبات کیا ہیں، اور اس کے عورات و منوعات جن آپ کو دور رہنا ہے وہ کیا ہیں۔ اس مرحلہ کے بعد دوسرا مرحلہ جب عمل کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا آئے گا تو اس پہلے مرحلہ سے کچھ زیادہ ہی محنت و مشقت چاہئے گا کیوں کہ اس قسم کی پابندیاں نفس انسانی کو بہر حال شائق اور گراں گذار تھیں ہیں۔ ہاں فرشتوں و واجبات کی ادائیگی کے مقابلے میں عورات و منوعات سے اجتناب و پرہیز و بظاہر کچھ آسان نظر آتا ہے کیونکہ اس میں کچھ کرنے دھرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے لیکن انسان کے ساتھ ساتھ جو نفس اندہ و نفس لوامتے ہیں یہ دونوں اسے کشش اور تنگی میں مبتلا کر کے برائی کے ارتکاب پر آمادہ کرتے رہتے ہیں جس کے

تعالیٰ کے کسی فیصلہ و قضاء و قدر پر ناگوار اور بی درغ و علم کا اظہار نہ کرے بلکہ اس پر صبر کرے اور رضا مندی و خوشی ظاہر کرے اسی صبر و قناعت ہی کے ذریعہ مومن اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا ناصہ و مددگار ہوتا ہے اور مومن کی استقامت و مددگاہیں پس طرح اس صبر و قناعت سے حاصل ہوتی ہے اسی طرح مومن خزانے کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد طلب کرتا ہے۔

اور مرنانے کے ذریعہ استقامت و طلب نصرت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ نماز کو اس کے مقررہ اوقات میں تمام ارکان و شرائط کی ادائیگی اور جملہ آداب کی رعایت کے ساتھ (جس میں سب سے اہم فصوص و خشوع ہے) ادا کیا جائے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ کو کوئی خاص بات پیش آتی تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے کیونکہ نماز کی بدولت دل میں ایک ایسا ذخیرہ پیدا ہو جاتا ہے جو کسی اور عبادت سے حاصل نہیں ہوتا۔ اور جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا نور موجود ہو وہ کسی واجب کے ترک ہوئے یا کسی حکم کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فیض و غنیمت میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہی مدد مومن کو درکار ہوتی ہے جو نماز اور صبر کے ذریعہ وہ طلب کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا تعظیم و تعلق صابرین کے ساتھ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ان کی نصرت و تائید فرماتے رہتے ہیں اور اس سے پہلے ہی وہ اپنے مومن بندوں کو جو قسم کی برائی سے بچاتے رہتے ہیں۔

اے اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو بھی ایسے ہی صبر والوں میں شامل فرما دیجئے اور ہم سے بھی اسی طرح راضی ہو جائیے جس طرح آپ اپنے بندوں سے راضی ہوتے ہیں۔
وَمَا كُنْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ذَلِيلًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



نتیجہ میں اسے برائی سے بچنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ اب اس سے بچنے کے لئے ایک ہی صورت باقی رہتی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد فرمائیں تو وہ گستاخی و گندگی پر برقرار نہ رہے نہ ہی کسب کسب اور اپنی روح کی طہارت و پاکیزگی کی بدولت جو کہ جنت کی گنجی ہے وہ گناہ کے نقصانات سے محفوظ رہ سکے۔

اس موقع پر آپ کو شاید یہ چلنے کی ضرورت محسوس ہو کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی یہ نصرت و مدد دیکھنے حاصل ہو سکتی ہے جس کی بدولت وہ معصیت کی کثافت و کدورت پر برقرار نہ رہے اور اپنی روح کی طہارت و پاکیزگی کی بدولت گناہ کے نقصانات سے محفوظ ہو جائے جس کے نتیجہ میں اسے وہ تقویٰ حاصل ہو جائے جو صحیح علم شریعت اور اس کی صحیح عملی کیفیت پر مبنی ہو اور اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اور جس کے ذریعہ ترک کرے نفس ہو کہ روح کو طہارت و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ تو لیجئے سنئے: اللہ تعالیٰ ہیں اس ندائے مبارک کے ذریعہ اسی طریقہ کی طرف رہنمائی فرما رہے ہیں جس کے ذریعہ ہمیں یہ بات ممکن ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کی مدد کس طرح فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی یہ ہر دوس طرح حاصل کی جاسکتی ہے ارشاد ہوتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَتْلُوْا الْقُرْاٰنَ اِنَّ فِيْهِ لَذِكْرًا لِّكُمْ وَلَذِكْرًا لِّلْعٰلَمِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ہ اسے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہ نماز اور صبر کے ذریعہ حاصل کرو۔ لہذا ہر صاحب ایمان کے لئے صرف یہی ایک صورت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لئے صبر و صلوٰۃ کو ذریعہ بنائے۔ اور صبر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو طلب علم میں اس حد تک لگائے رکھے کہ اسے اچھی طرح یہ علم حاصل ہو جائے کہ اس کے پروردگار کو کیا بایں محبوب اور پسند میں اور کون کون سی بایں ناپسند اور مذکورہ ہیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی پسند یہ چیزیں کس طرح ادا کی جائیں جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل ہو جائے۔

اسی طرح ہر مومن کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو طاعات کی ادائیگی میں اس طرح پابند رکھے کہ وہ طاعات اس طرح ادا ہوں جس کے نتیجہ میں ترک کرے نفس اور طہارت روح حاصل ہو جائے۔ اسی طرح مومن اپنے نفس کو تقدیر رب کا اس طرح تابع رکھے کہ وہ خدا

تیسری نذر

حلال چیزیں کھانے اور اس پر شکر کرنے کا حکم

سورۃ البقرہ (آیت ۱۷۱)



أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ
طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاسْكُرُوْا لِلّٰهِ
اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ قٰدِرِيْنَ
اِسے ایمان والو! اچھا کھاؤ اور شکر کرو اللہ کی شکرگاہی کرو
میں سے اچھا جو تم کو کھانے اور شکر کرنے کے لیے دے گا۔

تشریح و تفسیر
یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فرما کر اہل ایمان کو جو تمہاری ہدایت
ہے اس کا یہ نسخہ فرماؤں کہ جو تمہاری شکرگاہی کے لیے دے گا اس کی وجہی
ہے کہ وہ حقیقت اہل ایمان ہی ایسے لوگ ہیں جو اپنے ایمان کی وجہ سے واقعہ
زندہ ہیں اور اپنی اسی زندگی کی وجہ سے وہ سنتے اور دیکھتے ہیں اور عمل کرتے یا
نہ کرنے کی بات ان سے کی جاسکتی ہے۔ اور ایسی نذر سے اللہ تعالیٰ کا مقصد وہی
ہے کہ انہیں ایسی باتوں کا حکم دے جو ان کے حق میں بہتر ہوں۔ اور ایسی باتوں
سے روکیں جو ان کے حق میں بری اور نقصان دہ ہوں۔ کیونکہ جن باتوں کا حکم
دیا جائے ان پر عمل کرنے اور جن باتوں سے روکا جائے انہیں ترک کرنے
ہی سے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اور یہی ایمان باللہ اور یہی

تقویٰ ایسی چیز ہے جس کی بدولت بندے کو اللہ تعالیٰ کی ولایت حاصل ہوتی ہے
اور ولایت کا مقام دوسرے سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بیش نظر رہنا چاہیے۔
فرماتے ہیں:

اَلَا اِنَّ اَكْبَرَ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا تُحِثُّ عَلَيْكُمْ
وَلَا تُهَيِّجُكُمْ فَاَنْتُمْ اَعْمٰوٰنٌ
وَكَمَا تُوَافِقُوْنَهُمْ اَلَمْ يَبْرُئِ
فِي الْخَلْقِ وَالْاٰخِرَةِ
اَلَا تَسْمِعُوْنَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
اس لو! کہ جو تمہارے لیے ہے انہیں کوئی خوف
نہ ہوگا اور نہ تمہیں ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو
ایمان لائے اور اس سے ڈرتے ہیں یعنی تمہارے
پیشانیوں سے دنیا میں بھی بشارت ہے اور
آخرت میں بھی (خوشخبری ہے) اللہ کی باتیں بلا
شک کرتیں ہیں تو یہی تو شری کا سیال ہے کہ بات
دے گا یہی فطرہ نہیں ہے۔

اس لیے اہل ایمان کے لیے یہ بات واجب ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
کو اللہ تعالیٰ انہیں غالب فرماتے ہیں تو پوری طرح کان لگا کر سنیں کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے انہیں کچھ حکم دینے یا کسی بات سے روکنے ہی کیلئے تو انہیں غالب فرمایا ہے۔
اس کے بعد اگر وہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے
فرمان پر عمل کرتے تو قلوب جیتے ہوئے اس کا حکم سننے اور کرنے کے کام کرتے رہتے
نہ کرنے کے کام سے بچتے رہتے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی ولایت حاصل ہو گئی اور
اللہ اسے ہو گئے اب وہ خوف ورجس سے محفوظ رہنے میں کامیاب ہو گئے اب
انہیں نہ تو دنیا میں کوئی رنج و غم ہو گا نہ آخرت میں ہو گا وہ توحید کے جھوکوں
میں امن و آرام کے ساتھ ہوں گے۔

اس تہذیب کے عباد یا مکتوم کر سکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ
کی اس تیسری نذر میں انہیں کیا حکم دیا ہے، تو جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نذر
میں انہیں اچھی پاکیزہ و حلال چیزوں کے کھانے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانے
پینے کی جو چیزیں دنیا میں پیدا کی گئی ہیں تو اپنی زندگی کی بقاد حفاظت کے لیے
ان میں کی پاکیزہ و حلال چیزیں کھایا کرو کیونکہ انسانی زندگی کا بقا جب ضروری
مظہر اور اس کے لیے اب وہاں اور جنس و فطرت سے کچھ کھانا پینا بھی ضروری ہے

چونکھی ندانہ

قصائص و دیت کے احکام میں
نیز معاف کرنے کا حکم

سورة البقرة (آيت ٢٥٥) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[illegible]

تشریح و تفسیر | آپ کو شاید اندازہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صاحبِ ایمان بندوں کو یہاں کیوں خطاب فرمایا ہے اس لئے پہلے یہ بات سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اس خطاب میں اہل ایمان کو ایک ایسے اہم اور ضروری حکم شرعی کی ہدایت دینا منظور ہے جو اہل اسلام کی اجتماعی زندگی میں

دی ہیں ان میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو، تم جو کچھ کرتے ہو وہ میں جانتا ہوں۔

اسی طرح اہل ایمان کے لئے فرمایا ہے،

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ:

حضرت علیؓ نے ایسے ہی موقع پر ارشاد فرمایا کہ

بعض مہینے لوگ بے لیے سفر کرتے کرتے ہیں بال پریشان لباس فیرا لو
ہوئے ہیں اور آسمان کھوپڑیاں ہاتھ اٹھا کر یا کڑت یا کڑت کچھ کر دے عاکرے ہیں اور ان
کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کا کھانا حرام، بیوا حرام، لباس حرام، خدائی حرام ہی مگر یہ بھی بھوک
ہے تو ایسے حال میں اس کی دے عاکرے قبول کی جائے گی۔

اس حدیث پر نظر رکھنے والے خود سمجھ سکتے ہیں کہ حرام کھانے والے مقبولیت دے دے
کیسا محروم رہتا ہے۔ اور یہ کہ کبھی قسم کھا کر یہ بات بھی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسکی
دعائیں مقبول نہ فرمائیں تو مجھے کہہ کر وہ شخص تو بلاک وبراہی ہو گا۔

ابنہ اسے ایمان والو! حرام چیز کھانے پینے اور نرم لباس پہننے سے، حرام چیزوں کو کوئی فائدہ حاصل کرنے سے، پوری طرح پرہیز کر کے کی ضرورت ہے۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرما رکھی ہیں انہیں چیزوں پر لگا کر ناجائز اور حرام چیزوں سے بہت بچنا چاہئے کیونکہ اہل ایمان تو صرف اللہ کا بندہ ہونا ہے جو اس کی عبادت کرتا ہے۔

آیت شریفین یہ دایت اس شخص کے لئے ہے جو ائمہ پر ایمان رکھتا ہو اور اسکی عبادت کرتا ہو، باقی شخص ائمہ پر ایمان اور اسکی بندگی نہ کرے تو حرام اور حلال اس کے لئے برابر ہیں کیونکہ یہ بات بھی جاتی ہے کہ کسے برا لگتا، تو کفری ہے جب کفری اختیار کر لیا تو اب کوئی گناہ کسا،

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ہاں اگر مقتول کے وارثین ہی قاتل کا مطالبہ ترک کر دیں اور دیت لینے پر راضی ہو جائیں یا دیت سے بھی دستبردار ہو جائیں تو یہ دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں اور مطالبہ دیت کی صورت میں کہ وارثین نے قاتل کو قتل کئے جانیکا مطالبہ ترک کر دیا ہے اور دیت (خون بہا) پر راضی ہو گئے ہیں تو دیت کا مطالبہ کرنے والوں کو مطالبہ میں تڑی کرنی چاہئے اور دیت ادا کرنے والے قاتل کو کوئی خوشی قاعدہ سے ادا کر دینی چاہئے۔

اور دیت کا یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک رحمت و رعایت ہے کیونکہ یہودی کی شریعت میں یہاں سختی یعنی دیت کی سہولت و رعایت نہ تھی بلکہ قتل عمد کی صورت میں قاتل کا بدلہ صرف قتل ہی تک محدود تھا اور نصراہی کی شریعت میں صرف دیت تھی نہ قتل تھا۔ اذنا منی کی گواہی تھی چونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے حالات سے پوچھا طرح واقف و باخبر تھے لہذا ان لوگوں کو قتل نہ کیجئے جو حکم مناسب سمجھا مگر کیا اور اہل ایمان کے لئے یہ حکم مناسب سمجھا تو انھیں اس کا پابند کیا۔

اب آیت شریفہ کے آخری کلمے تَمَنُّونَ اَتَمَنُّونَ فِی فَعْدٍ ذَلِکَ پر ایک نظر ڈالئے تو یہ مطلب واضح ہوتا ہے کہ جو شخص اس دی ہوئی تخفیف و رعایت کے نتیجوں دیت قبول کرے مگر اس کے بعد پھر اس سے نفرت ہو جائے اور قاتل کو قتل کر دے تو ایسا شخص متعدي و ظالم ہے اس کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے جہاں اس سے کوئی دیت و قدر قبول نہ ہوگا۔ ایسے شخص کو قتل ہی کیا جائے گا سوائے اس صورت کے کہ حاکم وقت ہی کی رائے میں اس کا قتل مناسب نہ ہو اور وہ قاتل کی طرف سے دیت ادا کر دے (آیت شریفہ کی ضروری تشریح و تفسیر تو حق ہو گئی)

اب اخیر میں مناسب مکالمہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے مستنبط ہوئے والے فقہی مسائل میں حالات الہی سنت ہی کے درمیان جو اجتہادی اختلاف ہے کچھ اس کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

اہل سنت و جماعت کے فقہاء کرام مذہب و ذیل مسائل میں کچھ اختلاف رکھتے ہیں۔ (۱) جس صورت میں کسی آزاد شخص نے کسی غلام کو قتل کر دیا ہو تو آیت شریفہ کے قاتل کو دیکھتے ہوئے حکم یہی نکلتا ہے کہ اس غلام کے بدلہ آزاد شخص کو قتل کیا جائے

اسن دامن برقرار رکھنے کیلئے بنیاد ہے۔ اگر دنیا کے رہنے والے انسان دنیا میں امن و امان قائم رکھنا چاہتے ہیں تو انھیں اپنی پراسن زندگی کے لئے اس قانون ہی پر وارد مدار رکھنا ہوگا۔ یہ قانون دین و شریعت کی زبان میں قانون قصاص کہلاتا ہے جو انشرق سے اپنے محض ہندوں کے قتل ہوئی کی صورت کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عرب کے دو قبیلہ جو زیادہ عورت و شہرت رکھتے تھے اور ان میں سے ہر ایک اپنے کو دوسرے سے بڑھ کر شریف و معزز سمجھتا تھا جس کی وجہ سے وہ لوگ قانون قصاص میں مساوات و برابری ملحوظ نہ رکھتے جس کی وجہ سے غلام کے بدلے آزاد کو اور عورت کے بدلہ مرد کو قتل کر دیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جاہلی طرز عمل کو غلط اور ناحق ٹھہرایا ہے جوئے انھیں یہ تسلیم دی کہ قاتل بدلے عدل و انصاف یہ ہے کہ آزاد کے بدلہ آزاد کو، غلام کے بدلہ غلام کو، عورت کے بدلہ عورت کو قتل کیا جائے۔

چنانچہ اس قرآنی ہدایت کے بعد وہ جاہلی طرز عمل متروک قرار پا گیا اور وہ لوگ اس خلاف عدل و انصاف طرز عمل سے باز آ گئے اور اب عمل و راء اسی پر ہوئے لگا کر آزاد کو آزاد ہی کے بدلہ میں قتل کیا جاتا، غلام کے بدلہ میں اس کا قتل نہ ہوتا۔ اسی طرح غلام کو غلام ہی کے بدلہ میں قتل کیا جاتا آزاد کے بدلہ میں اس کا قتل نہ ہوتا۔

اور اس آیت قصاص کے مطابق عمل درآمد اس وقت تک ہوتا رہا جب تک سورہ مائدہ کی آیت ذیل نازل نہیں ہوئی۔ سورہ مائدہ میں حکم یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَالَّذِينَ بِالْأَقْفَابِ وَالَّذِينَ بِالْأَقْفَابِ وَالَّذِينَ بِالْأَقْفَابِ وَالَّذِينَ بِالْأَقْفَابِ وَالَّذِينَ بِالْأَقْفَابِ

اس آیت کے نزول کے بعد ایسی جہاں برائیاں مکمل پر عمل درآمد ہوئے لگا کر جو بھی قاتل ہو وہی قتل کیا جائے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد۔

مگر مجبور فقہار نے اس ظاہر کو محمول پر نہیں بنایا اور اس بنیاد پر کہ چونکہ غلام کی خسرہ بد فرخت ہوتی ہے اس کی قیمت آسانی سے لگائی جاسکتی ہے لہذا اس کی قیمت لگا کر اس کی دیت ادا کر دی جائے آزاد شخص کو قتل نہ کیا جائے۔ یہ حضرات اسے تعاضلے عدل سمجھ کر یہ رائے رکھتے ہیں (مگر ظاہر ہے کہ انکی یہ رائے تو اسلام کے اس نظریہ مساوات کے خلاف ہے جو سرسرقہ خلیفے عدل و انصاف ہے۔ نیز انکی یہ رائے خود قرآن مجید کے ظاہر کے بھی خلاف ہے، اسی وجہ سے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی آزاد آدمی کسی غلام کو قتل کر دے تو دہان میں وہ آزاد قتل کیا جائے گا کیونکہ سورۃ مائدہ کی آیت میں اَنْفُسُ بِالْأَنْفُسِ کا مطلق انداز میں آیا ہے یہاں نہ تو کوئی قید ہے نہ کسی قسم کا استثناء ہے اس لئے یہ حکم یوں ہی مطلق و عام رکھا جائے گا۔

اس اختلاف کو دور کرنے کی بظاہر یہ صورت کچھ میں آتی ہے کہ اس کا فیصلہ امام وقت اور حاکم کی رائے پر چھوڑ دیا جائے اگر وہ آیت کے ظاہر پر عمل نہ کرے اور قصاص نہ لینے میں کسی قسم کے ہتھکنڈے اور انتشار کا خوف محسوس کرے تو قتل کے پیش نظر قصاص ملے ورنہ بھروسہ دیگر دیت ملے اور غلام مقتول کی قیمت قیمت اس کے مالک کو دلاوے۔

(۲) دوسرا اختلاف اس صورت میں ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت کو قتل کر دیا ہو تو مجبور فقہار کا فیصلہ اور عمل در آمد سورۃ مائدہ کی آیت پر عمل کرتے ہوئے ہے جیسے کہ قاتل مرد کو قصاص میں قتل کیا جائے گا لیکن حضرت حسن بصری و حضرت عطاء جو کہ دونوں ہی تابعی ہیں وہ اس رائے کی طرقت گئے ہیں کہ عورت کے بدلہ مرد کو قتل نہ کیا جائے بلکہ مردھون دیت ادا کرے اور مجبور فقہار اس کی تردید کرتے ہیں۔ ان کا استدلال سورۃ مائدہ کی آیت سے ہے جس میں جان کے بدلہ جان کا مطلق فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی مجبور فقہار کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمانوں کا خون برابر ہے راستے قصاص کی صورت میں مرد و عورت یا آزاد و غلام ہونے سے کوئی فرق و امتیاز نہ برتا جائے گا)

(۳) تیسرا اختلاف اس صورت میں ہے کہ کسی ایک شخص کو چند آدمی مشترک طور پر یا جمعیہ قتل کریں تو مجبور فقہار کا مسلک یہی ہے کہ قصاص میں بھی وہ سب شریک رہیں گے اور سب کو قتل کیا جائے گا۔ اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے جو انھوں نے ایک ایسے غلام کے قتل کے موقع پر فرمایا تھا جسے سات آدمیوں نے مل کر قتل کیا تھا تو آپ نے فرمایا: لَوْ تَعَالَى لَمَكَّ، اَعْلَى صَفَا، لَفَتَلَعَم (اگر ضعاف کے سب ہی لوگ اس پر حملہ آور ہوتے تو میں سب کو قصاص میں قتل کر دیتا) مجبور فقہار کے علاوہ دوسروں کا قول یہ ہے کہ ایک آدمی کے قتل میں کئی آدمیوں سے قصاص نہ لیا جائے گا۔ لیکن اس صورت میں بھی بعض اوقات یہی بہتر ہو گا کہ اسے امام وقت اور حاکم کی رائے پر چھوڑ دیا جائے، وہ صورت حال دیکھ کر امت مسلمہ کے حق میں جو صورت بہتر سمجھے اس کے مطابق فیصلہ کرے۔

تنبیہ: — قانون مساوات یعنی حکم قصاص میں طرح پائی قتل کی صورت میں ہوتا ہے اسی طرح اعضاء انسانی کے قطع و ضیاع کی صورت میں بھی قانون مساوات اور حکم قصاص جاری ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ مائدہ کی آیت میں فرمایا گیا ہے: وَ الْقَوَّاتِ بِالْعَوَّاتِ وَالْأَعْنَ بِالْأَعْنَ (اور دیت بھی اسی صورت سے دونوں ہی صورتوں میں جاری ہوتی ہے اور غلو و درگزر بھی دونوں ہی صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ دیت کی تخفیف ضروری تفصیل یہ ہے کہ آزاد مرد کی دیت سوا اونٹوں کی قیمت یا ایک ہزار اشغال سونا یا بارہ ہزار چاندی کے دوہم ہوں۔ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی۔

خود فاضل مصنف الاستاذ الفاضل الشیخ ابوبکر اجڑاڑی کی ایک دوسری کتاب "منہاج المسلم" میں باب الجنایات کی دسویں فصل میں اس سلسلہ کی مزید تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

وَاللَّسْ كَمَ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ بَيْنَ كَمَا

کے ساتھ رکھا جائے۔

وہ مقرر وقت طلوع فجر (طلوع صبح صادق) سے لیکر غروب آفتاب تک ہے۔
روزہ کا مہینہ رمضان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اسی جگہ ایک دوسری آیت میں یوں
بیان فرمایا ہے،

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ كَذَلِكَ تَجْذِبُ إِلَيْنَا رُوحُكَ يَا مُحَمَّدُ
مِنْ الْقُدْسِ وَالْقُرْآنُ نَزَلَ فِيهِ شَيْءٌ
وَمِنْكُمْ الشَّهْرُ كَلِمَةً

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمایا ہے،
- اس مہینہ کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے (یعنی بات) - گو وہی دنیا کا اللہ کے سوا کوئی
بھی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے، اور یہ گو وہی دنیا کا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اللہ کے رسول ہیں (دوسری بات)، نماز کو صحیح طریقہ پر ادا کرنا۔ اقامت القلۃ کا مطلب یہی ہے
(تیسری بات)، حکم کے مطابق زکوٰۃ دینا (چوتھی بات)، بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔
(پانچویں بات) رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مزید رحمت سے یہ سہولت بھی رکھ دی ہے کہ جو شخص مریض ہو
یا جو شخص شری طور پر سفر ہو وہ اس وقت روزہ تفسیر کر سکتے ہیں، غدر دور ہو جانے
پر یہ تفسیر شدہ روزے ادا کر دیں۔ حالانکہ عورت اور نہ چھ عورت بھی اس وقت روزے
درگنے کی پائی کے بعد اس کی تفسیر ادا کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ
عَلَىٰ سَفَرٍ فَمَا عَلَيْهِ مِنَ صِيَامٍ آخِرُهُ
اور جو مریض ایسے مرض میں مبتلا ہو جس سے شفا یاب ہونے کی امید نہ ہو اسی طرح
جو بہت ہی بوڑھا ہو گیا ہو تو ایسے لوگ بھی روزہ چھوڑ سکتے ہیں انہیں ہر روزہ کے
بدل میں فدیہ طہام ادا کرنا ہو گا جس کی مقدار تقریباً چوٹے دو کوئیوں یا کسی قیمت ہے۔
روزہ افضل ترین عبادت میں سے بدنی عبادت ہے۔ اس کا جزو ثواب بھی بہت
زیادہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعت و کسب کے روزہ دار کے غلوٹ یعنی

۳۰

منہ سے نکلنے والی مہک اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے بہتر مانی گئی ہے۔
خلوت عربی زبان میں منہ کی مہک کو کہتے ہیں جو روزہ کی وجہ سے کچھ بدل جاتی
ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزہ پر ایمان رکھتے ہوئے
اور اس کے اجر و ثواب سے حیرانید ہو کر روزہ رکھتا ہے اس کے لنگے پچھلے (ظاہر)
معانی گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شمال میں چھ روزے رکھنے کی ترغیب دی ہے
(یہ چھ روزے عید کے مہینے میں رکھے جاتے ہیں انہیں شش عید کے روزے کہتے ہیں)
اسی طرح محرم کی نویں، دسویں (یادوسویں گیارہویں) کے دو روزے رکھنے کی اور
ذی الحجہ کی نویں تا رجب (یوم عرفہ) کے روزے کی بھی آپ نے ترفیع دی ہے۔

آپ نے فرمایا ہے کہ
اذا شارب (دسویں محرم) کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور یوم عرفہ
کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

اسی طرح آپ نے ہر مہینے کے تین روزوں کی بھی ترفیع دی ہے یعنی ہر ماہ کی تیرہویں
(جو مہینوں پر ہند ہوں تا رجب تک کے روزے) (یہ ایام مہینے کے روزے کہلاتے ہیں)
آپ نے فرمایا ہے کہ ان کا ثواب ایسا ہے جیسے کوئی ہمیشہ ہی روزے رکھے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ دار کو چھ روزہ (بہر عورت) کو بھی روزے رکھا کرتے تھے۔

یہاں روزے سے متعلق ایک ضروری مسئلہ کا بھی ذکر ہو جانا چاہئے وہ یہ کہ اگر کوئی
شخص رمضان کے روزہ کی حالت میں کچھ کھا پی لے یا مباشرت کر لے تو اس کا روزہ
فاسد ہو جائے گا (بشرطیکہ اس نے دل سے کام لے کر کھا پی لیا ہو) اب اس کے ذمہ اس روزہ
کی قضائے واجب ہوگی اور کفارہ بھی واجب ہو گا یعنی ساتھ روزے لگا کر رکھے یا
ساتھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

اور روزہ کی حالت میں اگر کوئی غیبت کر لے یا جھگڑی کر لے یا کسی مسلمان
کو گالی دے یا جیسے تو روزے کا ثواب نہ ملے گا۔ لہذا جن باتوں سے روزہ فاسد ہو جاتے
یا ثواب سے محرومی ہو ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

روزے میں کچھ روحانی و اجتماعی فوائد کے ساتھ ساتھ صحت و تندرستی کے بھی

فائدے ہیں۔ روحانی فائدہ تو یہ ہے کہ اس کے ذریعہ روزہ دار صبر کا خوگر و عادی ہو جائے جس سے صبر کرنا آسان ہو جائے اور اس کی وجہ سے نفس کو قابو میں رکھنے کا علم ہو جائے اور نفس میں تقویٰ و خدا ترسی کا ملکہ پیدا ہو جائے۔
 (روزہ کا اجتماعی زندگی میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ پوری ملت اسلامیہ ایک مقررہ نظام زندگی کی عادی ہو جاتی ہے۔ پورے رمضان کے مہینے میں ساری دنیا کے مسلمان ایک مقررہ خصوصی نظام زندگی پر عمل پیرا دیکھے جاسکتے ہیں اس کے ذریعہ ہمارے ملی اتحاد کا بھی مظاہرہ ہو جاتا ہے، عدل و انصاف اور مساوات باہمی کا جذبہ مزید محبوب ہو جاتا ہے، روزہ دار میں حسن اخلاق و جذبہ ترغیب بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ ان وجوہ سے پوری ملت اسلامیہ اس نسلے میں بہت سے شر و فساد سے محفوظ رہتی ہے۔۔۔
 (روزہ میں صحت جمالی کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آنتیں صاف ہو جاتی ہیں، معدہ درست ہو جاتا ہے، فحشاءات کی گندگی و آلودگی سے بدن صاف ہو جاتا ہے، بدن کا نقہاں دھو لیا چٹ کر کم ہو جاتا ہے، چربی اور چکنائی کی کمی سے بدن کا بیماری بن بھی کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ "مَنْ صَامَ تَصَحَّوْا" روزے رکھو، صحت مند رہو!)

آخر میں یہ بات نہ بھولیں کہ روزہ صبح ہونے کیلئے روزہ میں نیت کی بھی شرط ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو صبح صادق سے پہلے رات ہی کو روزے کی نیت نہ کرے اس کا روزہ نہ ہوگا (فقہائے احناف نقل روزے میں نیت کو کبریٰ سے پہلے پہلے کی نیت بھی مان لیتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی ہے "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" (اِنَّمَا الْعَمَلُ بِالنِّيَّاتِ) اعمال کا دار و مدار نیت ہے انسان کو اسی کا ثواب و بدلہ ملے گا جو اس نے نیت کی ہوگی)

رمضان شریف کے روزے چونکہ فرض ہیں اسلئے رمضان شروع ہونے والی پہلی رات ہی کی نیت بھی کافی ہو جاتی ہے، ہاں اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے درمیان کے روزے چھوڑ دیئے ہیں تو جب روزے رکھنا شروع ہو تو پھر دوبارہ نیت کرنی چاہیے۔ اور مختصر طور پر یہ مسئلہ گذر چکا ہے کہ رمضان میں اگر بھول کر کھالی لے یا مباشرت کر لے تو روزہ نہ ٹوٹے گا اور قضا یا کفارہ واجب نہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص

جان بوجھ کر کھاتے ہیں یا مباشرت کر لے تو اس روزہ کی قضا بھی واجب ہوگی اور کفارہ بھی واجب ہوگا یعنی لگا مار سا نو روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو پونے دو کلو گھریوں یا اس کی قیمت دے یا انہیں پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ جہاں واجب حکومت اسلامی کا نظام قائم ہو اور شرعی غلام میسر ہو تو کفارہ میں ایک غلام بھی آزاد کیا جاسکتا ہے۔

وَمَا كَانَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَخْشَوْا فِي رُءُوسِهِمْ يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَوَّلُ

چھٹی نذر

اسلام کے تمام احکام کی تعمیل واجب ہے شیطان کی پیروی بالکل حرام ہے

سورہ بقرہ (آیات ۲۰۸-۲۰۹) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا اَنْفُسَكُمْ كَافَرُوْۤا بِحِلٰلِ مَا كَفَرْتُمْ وَتَكْفُرُوْنَ
وَلَا تَحْسَبُوْا اَخْلَقُوْا اٰيَةَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّهَا اَسْفٰهٌ
كَبِيْرٌ عَلٰۤى كٰثِبِيْۤنَ ۙ اِنَّهَا اَسْفٰهٌ كَبِيْرٌ
بَعْدَ مَا بَيَّنَّاهُ لَكُمْ اَلَيْسَتْ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا
اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

تفسیر و تشریح یہ بات آپ لوگ اچھی طرح سمجھیں کہ مذہب اسلام ایک بالکل
کامل و مکمل دین ہے۔ اس میں کسی قسم کے اضافہ و احداث کی
گنجائش ہے اور اس میں کسی طور پر کوئی کمی نقصان یا کمی ہے کیونکہ اگر اس میں
زیادتی کی جاسکتی تو ناقص اور باطل ہوگی اور اگر کمی کی جاسکتی تو اس میں بگاڑ پیدا ہوگی۔
اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے قریب کی مثال مغرب کی غماز ہے اس کے نزدیک آپ پر
یہ بات بہت اچھی طرح واضح ہو جائے گی۔ مغرب کی غماز میں تین رکعتیں فرض ہیں۔
اب اگر اس میں ایک رکعت بلکہ ایک سجدہ بھی بڑھا دیا جائے تو نماز باطل ہو جائیگی۔
جس طرح کہ اگر اس میں سے ایک رکعت بلکہ ایک سجدہ ہی کم کر دیا جائے تو نماز اکارت
و باطل ہو جائے گی۔ تمام علماء اسلام اس مسئلہ پر متفق ہیں۔

اب اصل مقصد کی طرف توجہ فرمائیے، اگر اگر ہم میں سے کوئی بھی انسان یہ کہتا ہے کہ
میں مذہب اسلام میں داخل ہونا اور اسے قبول کرنا چاہتا ہوں لیکن کھانے پینے کی
جن چیزوں کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے میں اسے حرام نہ مانوں گا۔

اسی طرح ایک دوسرا شخص کہتا ہے کہ میں اسلام میں داخل ہوتا ہوں لیکن
روزہ کو نہیں اُنتا کیونکہ روزہ کی وجہ سے میری جسمانی قوت کم ہو جاتی ہے اور ایک
تیسرا شخص کہتا ہے کہ میں اسلام قبول کرنا چاہوں مگر میں اسلام کی یہ بات نہیں اُنتا
کہ عورت کا عہدہ مرد سے اُدا ہونا چاہئے۔ ایک اور شخص کہتا ہے اور کہتا ہے کہ
میں اسلام کو حق سمجھتا ہوں مگر اسلام کی یہ سزا کہ چور کے ہاتھ کاٹے جائیں یا شادی شدہ
کوئی شخص گھر نہ لاکر نکاح ہو تو اسے سنگسار کیا جائے، یہ سزا میں نہیں اُنتا۔

تو بتائیے کیا اسلام ایسے لوگوں کا مذہب میں داخل قبول کریگا؟ جواب یہ ہے کہ
ہرگز نہیں بھی ایسا اسلام قبول نہ کیا جائے گا اور ایسے لوگ کافر ہی رہیں گے اور ہمیشہ
کیلئے جہنمی رہیں گے اگر وہ اسی کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں۔

۱۔ اگر ایک دوسری مثال لے لیجئے، ایک نسلی و خاندانی قسم کا مسلمان ہے جس کے
باپ دادا بھی مسلمان تھے، وہ یوں کہتا ہے کہ میں یہ بات نہیں اُنتا کہ اگر کوئی مسلمان
اولیاء اللہ کو نذر دے یا مدد کیلئے انھیں پکارتے ان سے مدد چاہے یا غیر اللہ سے
دعا کرے یا غیر اللہ کا تقرب حاصل کرے تو وہ ان باتوں کی وجہ سے مشرک ہو جائے۔
اور یہ شخص اپنی اس بات پر اصرار کرے تو صرف اس عقیدہ کی وجہ سے تو وہ کافر ہو جائیگا۔
اور اگر اس سے اس کے بڑے بڑے فرائض اللہ سے مدد مانگنے لگے یا غیر اللہ سے دعا مانگنے
اور ان سے تقرب حاصل کرنے لگے یا غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے لگے یا غیر اللہ
کی نذر مانے تو اب وہ مشرک ہو جائے گا ایسے شخص کا ذوق ایمان قبول ہو گا نہ
اسلام قبول ہو گا اگرچہ وہ نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو، حج و عمرہ
کرنا ہو اور جہادی سرگرمیوں میں حصہ بھی لیتا ہو۔

اس ضروری تنبیہ کے بعد سمجھئے کہ اس آیت شریفہ میں جو نذر الہی مذکور ہوئی
ہے وہ یہ ہے جو ہم اور نقل کر چکے ہیں۔ اس نذر کے ذریعہ یہ تاکید کر دی گئی ہے
کہ دین اسلام میں کسی قسم کی کمی بھی حرام ہے اور زیادتی بھی حرام ہے۔

آیت شریفہ کے شان نزول سے معلوم ہو چکا کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو یہود کے مذہبی علماء میں شمار ہوتے تھے اور جو سے علم و اعلیٰ ان کے مجدد یہ مذہب اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی خوشخبری بھی دی تھی۔ ان عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذہب اسلام میں داخل ہونے کے بعد ابتدائی حالت میں یہ خیال کیا کہ مذہب یہودی میں سبقت دینی ملت کے دن کی جو تعلیم ہوتی ہے اسلام دینیکے بعد بھی وہ اس تعلیم سبب کا خیال باقی رکھیں تو شاید کوئی حسرت نہ ہو۔ یا اسی طرح یہ خیال کیا کہ ہذا میں قرآن مجید کی طرح اگر قرآن میں سے بھی کچھ پڑھ لیا کریں تو شاید کوئی حسرت نہ ہو گا کیونکہ کئی قرأت میں اللہ تعالیٰ نے سبقت کی تعظیم فرض کی تھی تو یہ بھی تو آخر خدا ہی کا حکم ہے اور اسی طرح قرأت کی آیات بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کے احکام ہیں اس لئے شاید ایسا کرنے میں کوئی حسرت نہ ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کئے بغیر صرف اپنی رائے سے اس پر عمل بھی کرنا شروع کر دیا اس موقع پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور اہل ایمان کو تاکید دی جا رہی تھی کہ اس کو اسلام میں داخل ہونے پر تو پوری طرح داخل ہو، اس کی کسر تعلیم پر عمل کرو، اسلام کی موجودہ تعلیمات کے ساتھ جو کتاب و شریعت منسوخ ہو چکی ہو اس کی تعلیم پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے، چاہے وہ تعلیم جو سبقت کی تعلیم ہو جو اسلام کی موجودہ شریعت سے پہلے وہاں تھی اور شہر کا درست تھی یا وہ تعلیم اونٹ کا گوشت اور دودھ کھانے پینے سے متعلق ہو کیونکہ یہ یہود کی مشریت میں حرام تھا، تو بعض لوگوں نے اسلام لانے کے بعد بھی اس کے کھانے پینے سے پرہیز کر کے اسے حرام ہی رکھنا چاہا۔ تو آیت مبارک نے ان باتوں پر روک گزاری اور مومن کے لئے یہ گنجائش باقی ہی نہ رکھی کہ وہ اسلام لانے کے بعد اس کی کسی بات کو مانے اور کسی کو نہ مانے اب تو صرف یہی ہو سکتا ہے کہ اسلام لاؤ تو پوری طرح اس کی تمام تعلیمات کو قبول کرو اور مکمل فرماؤ درباری اختیار کرو یہ بات اب ممکن نہ رہے گی کہ بعض باتوں کو قبول کرو اور بعض کو چھوڑ دو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل ایمان سے کہا کہ یہ مطالبہ کیا کہ وہ اسلام میں پوری طرح داخل ہوں وہاں انہیں شیطان کی بیرونی اور اس کے نقش قدم پر چلنے سے بھی روک دیا کہ شیطان بعض اوقات برائیوں کو اچھی شکل دیدیتا ہے ان میں کچھ اچھائیوں دکھاتا ہے ان میں سبقت لگا دیتا ہے جس کی وجہ سے مومن کا عقل اللہ تعالیٰ سے منتقل ہو جاتا ہے جو مومن کو ہلاکت کر دیتا ہے جس طرح خود شیطان بھی اپنے گمراہ اور خود پسندی کا شکار ہو کر ہلاکت ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے نقش قدم پر چلنے کی ممانعت فرماتے ہوئے اس کی یہ وجہ بتائی ہے کہ وہ شیطان تمہارا نگہاں ہوا دشمن ہے جس کی دشمنی ہر وہ شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے جو عقل سلیم اور فہم مستقیم سے بہرہ ور ہو اور شیطان کا مینا میں برائی کا ہونا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو نہ بھی جاسکے آخر یہ شیطان ہی کی تو تحسین و تزئین ہوتی ہے جو اولادت (انظام) اور زنا کاری اور سود اور قتل و خون ریزی و حسد و کبر و عجب (ازہارین) اور خود پسندی (والدین کی نافرمانی) عام مسلمانوں کی ایذا رسانی وغیرہ میں برائیوں اور فواحش و منکرات کا ارتکاب کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے۔

آیت شریفہ پر غور کرنے سے یہ بات منکھوم ہو جاتی ہے کہ یہ آیت ہر یک وقت جہاں اہل ایمان کی صورت نکلتا جاتی ہے وہیں اس بات سے بھی آگاہ کر دیتی ہے کہ ان کے ہلاک ہونے کی صورت کیا ہو سکتی ہے۔ آیت شریفہ نے بتایا کہ نجات کی صورت ایک ہی صورت ہے کہ اسلام کامل و مکمل اختیار کیا جائے اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کے ایمان و اعتقاد کا حکم دیا ہے ان پر اعتقاد رکھا جائے، جس بات کو زبان سے کہنے کا حکم دیا ہے اسے زبان سے کہا جائے، جن باتوں پر عمل کا حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے، اسی طرح جن باتوں کے اعتقاد نہ رکھئے نہ زبان سے نہ کہنے اور نہ باتوں سے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کا نہ اعتقاد رکھا جائے نہ زبان سے نہ کہا جائے نہ ان پر عمل کیا جائے۔ اسی ایک صورت میں اہل ایمان کو نجات مل سکتی ہے۔ اور ہلاکت کا راستہ یہ ہے کہ شیطان کے نقش قدم کی پیروی میں اور اس کی غلطی اور غلاب حقیقت تحسین و تزئین کے زیر اثر اچھے کام کو برا اور

ساتویں نذر

موت کی وجہ کہیں موقع نہ نکل جائے

اللہ کی راہ میں موت پہلے ہی
خرچ کر لو

سورۃ البقرہ (آیت ۱۹۵)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

اے ایمان والو! جو کچھ تم کو دین سے موت کے
میں قتل آن پائی ہو تم کو ایمان دینا چاہیے
وَلَا تُلْجُوا فِيهَا مَعَهُ وَالْكَافِرُونَ
هُمْ الظَّالِمُونَ ۝

اے ایمان والو! جو کچھ تم کو دین سے موت کے
میں قتل آن پائی ہو تم کو ایمان دینا چاہیے
وَلَا تُلْجُوا فِيهَا مَعَهُ وَالْكَافِرُونَ
هُمْ الظَّالِمُونَ ۝

تفسیر و تشریح
اس نذر مبارک کی حقیقت و تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے
ان اہل ایمان بندوں کو مخاطب فرما رہے ہیں جو لوگ
خود اس کی ذات والا صفات پر ایمان رکھتے ہیں، قیامت میں اس کی ملاقات
اور اس کے دیدار پر ایمان رکھتے ہیں، اسکی آسمانی کتابوں، اس کے رسولوں
پر اور اس کی قضا و قدر پر ایمان دیتے ہیں اور یہ خطاب بھی ایمان کے
عنوان و نسبت سے فرمایا جا رہا ہے کیونکہ اہل ایمان ہی درحقیقت زندہ ہے جو
نذر کو سن سکتا ہے اور نذر دیتے والا جس لئے نذر دے رہا ہے اس کا اسے
جواب دے سکتا ہے۔ تو اب دیکھئے یہاں اللہ تعالیٰ انہیں اس لئے نذر دے

برے کام کو اچھا سمجھ گئے۔ اور انسان ان باتوں کو پسند کرنے لگے جنہیں شیطان
پسند کرتا ہے اور ان باتوں کو ناپسند کرنے لگے جنہیں شیطان ناپسند کرتا ہے
تو پھر تو یہ انسان شیطان کا دوست اور ساتھی بن گیا اور خود بھی ہلاک ہوا اور اس کے
گھر والے بھی ہلاک ہو گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو یوں فرمایا ہے،
قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّيْطَانَ
أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يُدْرِكُهُمُ الْيَوْمَ
أَنَّهُمْ لَكَ الْخَاسِرُونَ ۝

آفریں اللہ تعالیٰ کی اس وعید شدید کو کہی تو دیکھئے جو ایت کے اس فقرے
میں بیان فرمائی ہے،

يَوْمَ تَذَلُّ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ
الْجِبْتُ فَاتَخَلَّتْ وَأَنَّ اللَّهَ
يَوْمَ تَذَلُّ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ

یہ زبردست وحی ہر اس شخص کے لئے ہے جس کے قدم ڈھل جائیں اور وہ اسلام
میں کسی قسم کی، زیادتی اور تشدد بھی کر دے۔

آج اہل اسلام کی جو باہمی بربادی و ذلت و رسوائی ہو رہی ہے وہ صرف
اسی وجہ سے ہو رہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض و واجبات کو
چھوڑ رکھا ہے اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر لیا ہے بے دھرمک ان کا ارتکاب
کر رہے ہیں۔

آیت شریفہ کی یہ وعید شدید صورت حال کا پتہ دینے کیلئے بہت کافی ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

رہے ہیں کہ اہل ایمان کو اللہ کی راہ میں خسار کرنے کا حکم دین جہاں پر اللہ کی راہ میں خسار کرنا بالکل ہی مستحب و ضروری ہو مثلاً اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور فقیروں کی حاجت برائری کیلئے، مسلمان جہاد کی تیاری و فراہمی کے لئے یا فوجی بیماروں کی دواؤں میں یا کسی قسم کے اور درمستہ مواقع خیر میں صرف کرنے کے لئے شیطانی کاموں میں خسران کرنے کے لئے نہیں کہا جا رہا ہے۔

اور اس اتفاق کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ انھیں یہ بات بھی یاد دلایا ہے کہ یہ تہمال مال بہار ہی دیا ہوا ہے اور پھر ہم پر وبال ویدینے کا بھی حکم نہیں دے رہے ہیں بلکہ اس کا ایک جز اور ایک حصہ دینے کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ آیت شریفہ میں اَلْفَتْحُ اَمْرًا ذَرَفَتْهُ الْكَوْكَبُ کے الفاظ ارشاد فرماتے ہیں یعنی جو کچھ مال ہم نے محض اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان سے تم کو دیا ہے اس کا کچھ تصد جاری راہ میں دو۔

مندرجہ بالا سطروں میں چند سطروں پہلے اتفاق فی میل اللہ کی تفصیل و تشریح کے ذیل میں ہم نے بات کو زیادہ واضح کرنے کیلئے یہ بھی گلد یا کر شیطانی کاموں میں خورج کرنے کیلئے تمہیں نہیں کہا جا رہا ہے، ہر اسے اس فقرہ پر شاید آپ سوچیں اور کہیں کہ کیا کچھ کام شیطانی بھی ہو سکتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال خورج کیا جاتا ہو؟ تو اس کا جواب کچھ مشکل نہیں ہے آپ کو اس بات کا یقین دل سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمتا مال بھی معصیتوں اور فضول خرچیوں میں خسران کیا جا رہا ہے وہ سب شیطان کی راہ میں خورج ہو رہا ہے۔ مثال کے طور پر جوتائے میں اسی طرح لاٹری میں یا لوبو و لعب اور گانے بجانے میں یا ہرام نڈکے کھانے، حرام لباس پہننے میں یا فضول دینے ناؤد کھانے پینے میں جو کچھ خسران ہو رہا ہے وہ سب شیطان کی رضامندی و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے اسی لئے شیطان ان باتوں کے لئے کہتا اور انھیں کرنے والے کی نظر میں اچھا کر کے پیش کرتا ہے۔

اس بناء کے ان الفاظ کا بھی خصوصی غور و توجہ کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں خورج کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ کیوں ارشاد فرمائے۔
• مَنِ انْفَقَ مِنْ ثَمَانِيَةٍ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ لَمْ يُغْنِ عَنْهُمُ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَوْمَ الدِّينِ اس دن کے آنے سے پہلے پہلے اللہ کی راہ

میں دید و جس دن کسی قسم کی توخر یا وفروقت ہو سکے گی نہ کسی کی دوستی و سفارش کام آئے گی اور کافر لوگ ہی خود ظالم ہیں۔

آیت شریفہ کے اس محکمہ پر اگر آپ غور کریں گے تو اس سے آپ کو یہ اندازہ ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اہل ایمان بندوں کے ساتھ کتنی رحمت و شفقت ہے اسی وجہ سے وہ یہ نہیں چاہتا کہ غفلت میں کہیں اللہ کی راہ میں خورج کر چکا موقع نکل نہ جائے تو وہ چاہتا ہے کہ اہل ایمان اس اتفاق میں جلدی کریں اور اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا ہو کر لیں۔ کیونکہ انسان کے مرتبے ہی سلسلہ عمل منقطع ہو جائے اب تو اسے صرف ان کاموں کا بدلہ ملتا ہے جو اس نے موت سے پہلے اپنی زندگی میں کئے ہیں اگر اچھے کام کئے ہیں تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برے کام کئے ہیں تو برا بدلہ ملے گا۔

مرنے کے بعد تو انسان اس دنیا سے رغبت ہو کر دار آخرت میں داخل ہو جائیگا ہے جہاں انسان کو کسی قسم کی خرید و فروخت نفع نہ دے گی کیونکہ اس وقت تو وہ کسی چیز کا مالک ہی نہ ہوگا جسے بیچے پھر وہاں کوئی خریدار بھی نہ ہوگا جو خریدے اس لئے وہاں کوئی دوستی اور سفارش بھی نہ ہو سکے گی اس دن تو جو شفاعت بھی ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و اجازت کے بغیر نہ ہو سکے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نداد اس صلحت و عفو فرمائی ہے۔ اَللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَمَّا يَنْظُرُونَ یا ارشاد فرما کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کفر سے بچانا چاہتے ہیں تاکہ اللہ کے بند کفر کے مرکب نہ ہوں۔

کفر کی دو صورتیں ہوتی ہیں، اہل ایمان کو دوزخ میں سے بچانا مقصود ہے ایک کفر تو دین و ملت کا کفر ہوتا ہے جو ایمان کا مقابلہ اور ضد ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی معذور کردہ پوری شریعت کا یا اس کے بعض اجزاء و احکام کا انکار کرے اور دین اسلام پر ایمان نہ لائے جیسے یہود و نصاریٰ جو بن مشرکین و غیرہ یہ سب ہی کافر ہیں کیونکہ یہ لوگ اسلام پر ایمان نہیں رکھتے اس کا انکار کرتے ہیں۔ کفر کی دوسری صورت اللہ تعالیٰ کی نعمت و انعام کا اعتراف نہ کرنا ہے اور زبان میں عام طور پر کفرانِ نعمت کے لفظ سے تعبیر کیا جا سکے۔ اس کفرانِ نعمت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اثر و اعتراف نہ کرے اس کی ناشکری

دردناک عذاب ہو گا۔ وہ جہنم قسم کے لوگ یہ ہیں۔ اٹھنے سے نیچے تک لٹکا کر پابار یا تہہ پہنچنے والا، اٹھان جتانے والا جو چیز بھی کسی کو دے احسان جتانے بغیر نہ دے، جتنی قسم کھا کر مال بیچنے والا۔

صدقات میں احسان جتانے کی صورت یہ ہے کہ جس کو صدقہ دے رہا ہے اس کو جتنا بھی دے کہ میں تم کو یہ صدقہ دے رہا ہوں اور یہ اتنی رقم ہے وغیرہ اور یہ جتانے میں اس پر اپنی بڑائی ظاہر کرنا مقصود ہو۔ لوگوں میں متآن وہی شخص کہا جائیگا جو بغیر احسان جتانے ہوئے کسی کو کوئی چیز نہ دیتا ہو۔

اہل ایمان کو اس احسان جتانے سے بہت پرہیز کرنا چاہیے کہ اسکی وجہ سے صدقہ کا اجر و ثواب برباد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی جو نافرمانی ہوئی ہے وہ مزید برآں۔

(۲) دوسری چیز جو مانع تزکیہ ہے وہ آذنی (اڈھار رسائی) ہے، عربی زبان میں آذنی تکلیف کو کہتے ہیں۔ انسان کو اپنے دین اپنی عزت و اکبر و اپنے بدن و مال وغیرہ سے متعلق جو بھی تکلیف پہنچنے والی آذنی میں داخل ہوگی اور اس کی وجہ سے صدقہ کا اجر و ثواب باطل ہو جائے گا۔

اس آیت شریف میں "آذنی" سے مراد یہ ہے کہ جسے صدقہ دیا ہے اس سے بڑبائی اور زبان و آذنی میں ایسی بات کہہ دے جو اسے ناگوار گذرے یا اس کی بے عزتی اور ذلت کرے جالانکہ وہ عجز و غریب صدقہ لینے والا بھی مؤمن ہو سکتی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے (ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، "مَنْ سَادَىٰ إِلَىٰ ذُلٍّ أَوْ شَفَّ بِالْفُتُوبِ" (جو شخص میرے لیے کسی دوست سے دشمنی کر لیا تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں) اور ترجمہ و مشابہہ سے یہ بات معلوم ہے کہ دراصل یہ دشمنی یہی ہے جس سے یہ آذنی جمل پاتی ہے، ایسی سبب زیادہ بری اور خراب قسم کی آذنی وہ ہے جو عداوت اور دشمنی کیلئے ہے۔

(۳) چھری چیز جو تزکیہ و صفائی سے مانع اور رکاوٹ بنتی ہے وہ دین اور دکھاوا ہے۔ ریا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنا نیک عمل لوگوں کو اس لئے دکھائے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور اسے بزرگ سمجھیں۔ یا اپنی صورت بھرا کر تعریف و

جوہر کی تعریف کی صلاحیت رکھتا ہے اور کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے کیونکہ ایمان اگر صحیح ہوگا تو وہاں اللہ پر ایمان ہوگا اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہر بات کی (خود وہ بات مالم غیب کی ہو یا عالم شہادت کی ہو) تصدیق کرے گا۔ ایمان نام انسان کیستے ہزار روح ہے۔ یہ ہم اسی وقت تک حرکت کرتا اور اس بات کو قبول نہ کرے جو اس سے چاہی جاتی ہو، جب تک جسم انسانی میں روح موجود ہو۔ اور جہاں روح بدن سے جدا ہوئی وہ سب جس اور مردہ ہو جاتا ہے۔

ہر آیت نام کی تفسیر و تشریح پڑھتے وقت یہ سمجھنا کہ یہ رکھنے یا نہ رکھنے کے لئے اپنے خطاب میں جو کچھ فرما رہے ہیں آپ اسی طرح غفلت نہ کریں۔

اب سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی باتیں اس بات سے روک رہے ہیں کہ آپ لوگ اپنے صدقات کو باطل و رائیگاں نہ ہوئے دیں۔

صدقات کو باطل و رائیگاں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صدقات سے جو غرض ہوتی ہے کہ نفس کا تزکیہ و تطہیر ہو جائے وہ غرض اگر صدقات سے حاصل نہ ہو تو صدقہ کو باطل و رائیگاں ہو گیا کیونکہ شریعت میں صدقہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر وہ ایسی بات سے خالی ہو جو تزکیہ نفس میں رکاوٹ ہو تو صدقہ سے نفس کا تزکیہ حاصل ہو جائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ چند باتیں بیان فرمادی ہیں جو تزکیہ نفس میں مانع اور رکاوٹ ہوتی ہیں،

(۱) پہلی چیز جو مانع تزکیہ ہے وہ تمن ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔ تمن کا مطلب ہے امان جتانہ۔ احسان جتانے والے کو متآن کہتے ہیں۔ اور یہ متآن ان میں لوگوں میں سے ایک ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت میں نظر رحمت نہ فرمائیں گے اور نہ ان کا تزکیہ فرمائیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں آیا ہے۔

تین قسم کے لوگ ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ ٹوٹا فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ ان کا تزکیہ فرمائیں گے اور ان کیلئے

کر کہیں لوگ میری برائی نہ کریں اسلئے انکی برائی سے بچنے کیجئے کوئی عمل کرے تو یہ بھی ریا اور دکھاوے میں داخل ہے۔

یہ ریا بھی عمل خیر کو باطل و فاسد کر دیتا ہے جس کی وجہ سے نفس انسانی کا تزکیہ نہیں ہونے پاتا۔ جو مال من و ذاتی کا ہے بالکل وہی مال اس ریا اور دکھاوے کا بھی ہے، جسہ قد کا اجر و ثواب ان نیوٹوں کیلئے ہے برباد ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک ساتھ اور ایک ہی انداز میں ان نیوٹوں چیزوں کو مہربانیت کا باطل کر دیا ہے۔ ہاں فرق صرف اتنا ضرور ہے کہ حق و ذاتی کا فتنہ صرف صدقات ہی سے ہے دوسری عبادات میں من و ذاتی کی صورت نہیں نکلتی، اور یہ ایسی خرابی ہے جو تمام عبادات میں پائی جاسکتی ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، قرآن مجید کی تلاوت سے بے رنج و عروہ، جہاد سے ادرام بالعرفت و بنی عن العکبر ہے۔ ان سب میں ریا پایا جاسکتا ہے اس لئے ریا ذاتی اور من و دواں کیلئے زیادہ خطرناک چیز ہے۔

ریا کا سبب زیادہ تر ضعف ایمان ہوتا ہے، اسکی وجہ سے ریا اکثر ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے جن کا ایمان اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت، اجزاء و سزا پر کمزور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں ریا کرنے والے کے لئے دو لفظ یوم و لیوم اللہ تعالیٰ بھی فرمایا ہے اس سے بھی اشارہ معقولہ ہے کہ جو شخص کا ایمان اللہ پر اور یوم آخرت پر صحیح ہو گا وہ کبھی ریا کر کے اپنے عمل کو ریا کی وجہ سے یا کسی اور بھی وجہ سے برباد نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی خدمت کو ایک مثال سے بھیایا ہے کہ ان کے معاملہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چٹنا پتھر سنگ مرمر، ہو جس پر کچھ گر، پڑ گئی ہے پھر جانک سخت بارش ہو گئی جس سے وہ گرا و محل کر صاف ہو گئی اور پھر جس طرح پیلے بالکل خالی تھما دیا ہی پھر بولیا، وہی صورت ان لوگوں کی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے عمل پر کچھ ثواب حاصل کیا تھا تو جیسے پتھر پر گرد کی طرح تھا پھر من و ذاتی اور برائی باتیں سننے وہ گرا و محل کر صاف کر دی اور پھر جیسے پہلے تھما دیا ہی ہو گیا اب یہ اپنے ان اعمال کے اجڑ و ثواب سے کچھ بھی غافل نہ نہیں انھیں اسلئے کہ خود انھیں تو اپنے صدقاً کا اجڑ و ثواب احسان بتا کر یا اسے ذلیل کر کے یا ریا کی وجہ سے برباد کر دیا ہے۔

آیت شریفہ کا آخری فقرہ ہے وَاللّٰهُ لَا يَجْعَلُ الْكَاْفِرِيْنَ اَرْثًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَٰكِنَّ اَرْثَ الْكَافِرِيْنَ

منزل معقولہ تک نہیں پہنچتا، یعنی ایسے لوگوں کے ایمان کی تکمیل بھی نہیں ہوتی اور وہ دواں و چہان میں ناکام و تاملورہ رہتے ہیں۔

اس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ یہ احسان جیسے والے ایذا رسائی کرنے والے اور یہ ریا کا لوگ گویا کفر کے قریب تک پہنچے ہوئے ہیں اسی لئے انھیں کافر لوگوں میں شامل کر دیا گیا ہے اگرچہ واقفہ وہ کافر نہیں ہوئے ہیں اور ایسا اسلئے ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری چھوڑ دی ہے اور ان نعمتوں کو ایسی بگہوں میں خرق کرتے ہیں جو ہم معنی کو ناپسند ہیں۔

اہل ایمان اس اشارہ پر اچھی طرح غور کریں اور سمجھیں کہ ہمیں بڑی باریک بات سے پرہیز کرنا چاہئے جس سے ہمارے صدقات اور ہماری نیکیاں برباد ہو جاتی ہوں اور ہمارے نفوس کا تزکیہ نہ ہونے پاتا ہو۔

ہم سب کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم عام انسانوں کے لئے ہے چاہے گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا کلمی ہوں سب کے لئے، یہی ہے کہ جن کے نفوس پاک صاف ہوں گے وہی لوگ کامیاب و بامداد ہوں گے، اور جن کے نفوس گنہ گار اور خراب ہوں گے وہ نقصان اور گھٹانے میں رہیں گے اور یہ وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ذریعہ نفوس کا تزکیہ کیا ہو گا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے سورہ شمس میں یوں فرمایا ہے،

فَاَنزَلْنٰهُمْ مِنْ سُلٰكٍ وَّ اَنۡحَاۡهُمْ فَاذۡنَاۡبًا
مَّنۡیۡ وَ اَشۡقٰنَا
اور جس نے نفوس کو گنہ گار اور خراب کیا وہ نقصان میں رہا۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ذٰلِکُمْ نُوۡحٌ مِّنۡ اللّٰهِ وَ بَرَکٰتُہٗ



نویں نذر

اچھے پاکیزہ مال سے زکوٰۃ و قضا ادا کرنا ضروری
رہی اور خراب مال سے زکوٰۃ و قضا بیکال احرام

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
سورة البقرة آیت ۲۵۵) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَلْقُوا وَاٰتُوا
مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ يَوْمَ تَأْتِيْكُمُ
السَّاعَةُ لَا تَعْلَمُوْنَ اَلْغَیْبُ
مِنْهُ شَيْءٌ يَوْمَ تُنْفَخُ السَّحَابُ فَاِنَّ
الَّذِيْنَ اٰتَوْا رِزْقًا مِنْهُ لَيَسْعَوْنَ
فِيْهِ كَعَسَیْ لَیْلٍ اَوْ نَحْوِهَا فَاِنَّ
اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کیا ہے اس کی
ابھی چیزوں سے ان کی راہ میں خرچ کیا کرو اور
جو کچھ تم نے تمہارے لئے زمین میں سے پیدا کیا ہے
(اس میں سے بھی) اور اس کی بری چیز کا ارادہ
بھی نہ کرو کہ اس میں سے خرچ کرو جب کہ تم خود
اسے نہ لو گنگر ایسی صورت میں کہ تم خیر و بری کرلو
اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہے نیاز میں غالب و قویٰ

تفسیر و تشریح

آیت شریفہ کی ضرورت یہ تھی کہ وہ تفسیر سے پہلے عقلمند پر یہ
فہم کرے کہ آپ وہی نہیں کر لیں جس سے آپ وہ عقلمند پیش نظر
رکھ سکیں جو اس آیت میں اہل ایمان کو دی گئی ہیں اور جن کی بدولت انسان خداوند
اور اہل ایمان پاک دل ہو سکتے ہیں تو سنئے آیت شریفہ میں ان باتوں کی تشریح
دی گئی ہے،

اپنی بہترین کمائی سے اور ایسی زکوٰۃ واجب ہے۔
فیث اور حرام کمائی سے زکوٰۃ ادا کرنا حرام ہے۔

میں نے تو مال بھی حاصل کیا ہو اگر وہ مال جائیداد (اونٹ، گھوڑے، بیل، بھیر،
بجری وغیرہ) میں سے ہو اور نصاب کو پہنچ جائے، پورا سال بھی گزر جائے تو اسکی زکوٰۃ
دینا بھی واجب ہے اسی طرح اگر اس کی کمائی ہوئی دولت و درم و دینار یا جو سکہ
انکی نگہ میں رہے ہوں اگر نصاب کو پہنچ جائیں اور پورا سال گزر جائے تو اس کی بھی
واجب ہے۔

زمین کی برباد یا پریشانی زکوٰۃ (عشر) واجب یعنی ظہر پر چھ لگے ہوں، جو
مکئی وغیرہ، زیتون، کشمش، کھجور وغیرہ، اگر نذر نصاب ہو کھائی جاتی اور ذخیرہ بنائی
جاتی ہو تو یہ زکوٰۃ (عشر) واجب ہے۔ اور اگر غذا کے طور پر کھائی نہ جاتی ہو تو یہ برب
بیاز، انہیں وغیرہ تو اس میں عشر نہیں ہے، اسی طرح جو چیز ذخیرہ نہ کی جاتی ہو اگرچہ
کھائی جاتی ہو اس میں بھی عشر نہیں ہے جیسے خربوزہ، خربوزہ، گھیرا، گھڑی، انار، انجیر،
سیب، سنتر وغیرہ ان میں بھی عشر واجب نہیں ہے تاہم مستحب ہے کہ جن چیزوں
میں عشر واجب نہ ہوا ان میں بھی عشر نکال دیا جائے۔

اب جن چیزوں میں زکوٰۃ و عشر واجب ہے اس کا نصاب بھی معلوم ہونا چاہئے
تو نصاب کی تفصیل اس طرح ہے،

✓ **بجائز اور مال کا نصاب** :- اونٹ میں پانچ اونٹ ہونے پر نصاب ہو جائے۔
گھوڑے پچیس میں نصاب میں ہونے پر ہو جائے۔ اور بھیر بجری میں پائیس ہونے پر
نصاب پورا ہو جائے۔

✓ **غیر اور مال کا نصاب** :- گھیروں اور کھجور کا نصاب پانچ دان کی مقدار ہے اور
ایک دان کی مقدار شش دانہ صاع ہوتی ہے۔ اور ایک صاع کی مقدار تقریباً چار کلو
ہوتی ہے (یہ مقدار امتیاطی ہے)

✓ **سونے چاندی کا نصاب** :- ساڑھے سات تولہ (سونہ اور ساڑھے
پان تولہ) (چاندی یا اس کی قیمت ہے۔

✓ **مال کی تفصیل** :- مال کی تفصیل میں مختلف چیزوں کا نصاب تو بیان ہو گیا لیکن یہ بات
باقی رہ گئی کہ ان چیزوں میں سے زکوٰۃ کس مقدار میں نکالی جائے گی؟ یہ تفصیل عقلمند
طور پر یہی ہے کہ پانچ اونٹ کی زکوٰۃ میں ایک بجری نکالی جائے گی، اور اگر کس

اونٹ ہوں تو دو بکریاں، زکوٰۃ میں بکالی جائیں گی اور چند اونٹوں پر تین بکریاں، پھر اسی طرح تیس اونٹ ہونے پر چار بکریاں بکالی جائیں گی۔
اور پچیس اونٹ ہونے پر اڑھائی کا بچہ زکوٰۃ میں بکھلا جائے گا۔ بچہ ایک سال پورے کر چکا ہو اور دوسرے سال میں لگ گیا ہو ایسے بچہ کو شرعی اصطلاح میں بنت خماش کہتے ہیں۔

اسی طرح لگائے بیٹیں کا نصف اب پورا ہو جائے تو تین چار ہوئے پر ایک بکرا، جو ایک سال کا ہو چکا ہو، شرعی اصطلاح میں اسے جلی کہتے ہیں، اور چالیس بکریوں پر ایک شہد واجب ہوگا۔

اور بکریوں کی زکوٰۃ اس طرح ہوگی کہ چالیس بکریوں پر ایک بکری واجب ہوگی ایک سو تیس بکریوں تک ایک ہی بکری رہے گی، ایک سو اکیس ہونے پر دو بکریاں واجب ہوں گی (اس سے زیادہ تفصیل کیلئے کتب فقہ ملاحظہ ہوں)، مختصر نقشہ یہ ہے:-

اونٹ	لگائے	بکری
۱۵ میں بنت خماش	۳۰ میں جلی	۴۰ میں ایک بکری
۳۶ میں بنت یون	۳۰ میں شہد	۱۰۰ تک
۳۶ میں جلی	۴۰ میں جلی اور شہد	۱۱۱ میں دو بکریاں
۸۱ میں جلی	۴۰ میں شہد	۲۰۰ تک
۱۰۶ میں دو بنت یون	۱۰۰ میں شہد	۲۰۱ میں تین بکریاں
۱۰۱ میں دو شہد	۱۰۰ میں شہد	پھر ہر دو پر ایک بکری
۱۰۰ تک		
پھر ہر ۳۰ پر بنت یون		
اور ہر ۵۰ پر شہد یا بکری		

(نصاب کے دوسرے سطروں کے درمیان جو تعداد ہوگی وہ نقص کہلاتی ہے۔ نقص کی تعداد میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی مثلاً اونٹ کی زکوٰۃ پانچ اونٹوں پر ایک بکری ہے، اور دس اونٹوں پر دو بکریاں واجب ہوتی ہیں۔ چودے نو تک کی تعداد نقص ہے، اس پر زکوٰۃ نہ لگے گی۔ اسی طرح بکری کی زکوٰۃ چالیس ہونے پر ایک بکری ہے اور ایک سو اکیس ہونے پر دو بکریاں ہیں، اکتالیس سے لے کر ایک سو تیس تک کی تعداد نقص ہے اس کی زکوٰۃ نہ ہوگی)۔

اس نماز مبارک میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے،
وَلَا تَقْنُوتُوا الْخَلْقَ مِنْكُمْ تَتَذَكَّرُونَ ۝
تم لوگ خراب چیزوں کی طرف متوجہ نہ رہو، تاکہ تم یاد دلاؤ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ رومی و شراب اور ناجائز و حرام آمدنی سے زکوٰۃ و صدقہ کا نانا حرام ہے ایسا خراب مال اگر کوئی تمہیں دے تو تم اسے قبول نہ کرو بلکہ دینے والے ہی کو لوٹا دو یا اس اگر چشم پوشی سے کام لو تو شاید سب سے بھی لو۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی قابل غور ہے فرماتے ہیں:
وَالْعَالِمُونَ أَنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِحُكُمِهِ ۝
جان لو کہ اللہ بڑے نیاز بڑی خوبوں دان ہے
اس نے تمہارا نفس نہیں کہیں اس غلط فہمی میں نہ مبتلا کر دے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی حد سے دینے والے کے صدقہ خیرات کی کچھ ضرورت پڑی ہے تو تم اپنے صدقہ خیرات کا احسان اللہ تعالیٰ پر بتانا شروع کر دو یا تمہارا نفس تمہیں یہ سوچائے کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ، زکوٰۃ کا حکم آسمانی دیا ہے کہ صدقہ خیرات لینے والے صدقہ پر کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں اللہ تعالیٰ انکی حمد و ثناء سننے کا خواہشمند ہے اس قسم کی غلط فہمیوں کی جڑ کاٹنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جان لو اللہ بڑے نیاز بڑی خوبوں والا ہے۔ اسے کسی قسم کی کوئی بھی حاجت و ضرورت نہیں ہے اور وہ بذات خود قابل حمد و ثناء ہے وہ کسی مخلوق کی حمد و ثناء کا منتظر اور خواہشمند ہرگز نہیں ہے کیونکہ تمام آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی حمد ہے اور آخرت میں بھی اسی کی حمد رہے گی وہ عزت و غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔

فتیاب ہو سکتا ہے؟ بہتیم غدا وہ ہرگز گزرتا ہے فتح نہ پاسکے گا بیکہ غالب میں پاش
پاش اور ریزہ ریزہ ہو کر سراسر نقبان و خسارہ میں رہے گا
آیت کے اگلے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیش آنوالی اس
مشکل کا حل بھی بتا دیا کہ سود کی حرمت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تجارتی اصلی رقم بھی
سوخت کر دی جائے یہ تو زیادتی ہوگی اسلئے اصلی رقم کی وصولی کو کر سکتے ہیں باقی
زائد رقم جو سود کے طور پر ملنے والی تھی صرف اسی رقم کو چھوڑ دیا جائے۔
اور ایک حایت یہ وی ہے کہ اگر تجارتی نقد یا نقد شدہ سودی رقم وصول کرنے
میں جلدی نہ کر بلکہ اسے کچھ مہلت دیدے کہ وہ تنگ دستی جاتی رہے اور وہ تجارتی رقم
آسانی سے ادا کر دے۔ بلکہ اگر تم یہ نیت عند قدوہ رقم اسے معاف ہی کر دو تو یہ بات
جتنی بڑی بہت ہی بہتر ہے۔ اگر تم بڑائی کے بعد انسان اور گناہ کے بعد توبہ کی
جرا اور غمرو سے باخیر ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ یہ صورت واقعی بہتر ہی ہے۔
اور سود کی حرمت کا حکم تو آپ کو معلوم ہو گیا ہے اب سود کے گناہ کی برائی
بھی سمجھ لیجئے!

اس آیت زیر نظر سے کچھ پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوا ثَابِتًا مِّنَ الثَّوَابِ لَا يَكْفُرُوْنَ
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْهُمُ الْاِثْمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَكَ
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَكَ مِّنَ الْمُتَّقِيْنَ

یعنی جس طرح آپ سب ذہن پر گزرتا ہے تو سود وغیرہ بھی اسی طرح یمنوں کی
طرح قیامت کے روز اپنی قبر سے اٹھے گا۔

✓ ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے بارے میں یوں لنت
فرمائی ہے: لنت ہے لنت ہے اللہ تعالیٰ کی سود کھانے والے (سود لینے والے) سود کھانے
والے (سود دینے والے) پر اور جو سودی و سودی لنتے اس پر اور جو اس پر گواہ ہوں
ان پر لنت ہو:

اسی طرح ایک دوسری حدیث شریف میں آپ نے سات جاک کر نیالی چیزوں
دور رہنے اور بچنے کا حکم دیا۔ ان سات چیزوں میں سے ایک چیز آپ نے سود بھی بتائی ہے۔

اور پر کی آیت اور ان دو حدیثوں کی روشنی میں سود کی برائی اور اس کے گناہ
کی شہرت معلوم ہو گئی تو اب رہو اور سود کی حقیقت بھی آپ کو معلوم ہو جانی چاہئے
تاکہ آپ خود بھی اس سے بچ سکیں اور دوسرے اہل ایمان تک اس سے بچنے کا حکم
پہنچا کر اس کی تبلیغ بھی کر سکیں! تو سمجھئے!

۴۰) رہو یعنی سود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک "رہو الغفل" کہلاتا ہے، دوسرا "رہو الشیئہ"
ہے۔ "رہو الغفل" زیادتی کے سود کو کہتے ہیں، اور "رہو الشیئہ" ادھار کے سود کو کہتے ہیں
یہ دونوں ہی حرام ہیں۔

۴۱) "رہو الغفل" کی صورت یہ ہوگی کہ جن چیزوں کے لین دین میں سود ہوتا ہے انکی
خرید و فروخت اور ان کا لین دین اس طرح کیا جائے کہ ایک طرف کچھ زیادتی رہے
اور دوسری طرف کمی رہے، یہ صورت حرام ہے۔

۴۲) جن چیزوں میں سود یا بائیسہ وہ یہ ہیں: شونا، چاندنی، گہوڑوں، بٹو، بکجور اور
ٹکٹے۔ گہوڑوں پر قیاس کر کے ٹکٹے اور دوسرے غلے بھی اسی حکم میں ہیں۔

اب اگر کوئی شخص سوئے کو سوئے کے بدلہ میں یا چاندی کو چاندی کے بدلہ میں
بہت زیادتی نہ لیا اور کھانا وغیرہ سے کہ وہ دوسری طرف مقدار برابر ہو اور ایک ہی مجلس میں
باجتہاد باجہد ہو، اسی طرح اگر کچھ بول کا لین دین ہو تو وہ بھی برابر برابر باجہد باجہد
ہونا چاہئے۔

۴۳) اور وہ دوسری طرف الگ الگ ٹکٹے میں سوئے مثلاً سوئے اور چاندی کا لین دین ہو یا گہوڑوں
اور جو کا لین دین ہو تو ان میں تفاضل یعنی کمی بیشی جائز ہے لیکن باجہد باجہد
بجہر بھی ضروری ہے گا۔

۴۴) رہو الشیئہ ادھار اور سود کی صورت یہ ہونی ہے کہ ایک شخص دوسرے کو
مال قرض دے کہ ایک سال بعد ادا کرنا مگر واپسی کے وقت کچھ رقم زیادہ ادا کرنا۔
مثلاً اسے ایک ہزار روپیہ دیا کہ ایک سال بعد گیارہ سو ادا کرنا ہو گا اور اگر وصال
بعد ادا کر تو بارہ سو روپے دینے ہوں گے۔ یہ رہو الشیئہ ہے یہ بھی سود ہے اور
حرام ہے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَهُمْ

وَلَا تَابِ الثَّغْرَ إِذَا مَا تَقَرَّبُوا وَلَا تَخْشَوْا إِنْ تَلَقَّوْهُ صَغِيرًا وَلَا كَبِيرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ لِقَطْعٍ عِنْدَ اللَّهِ وَ أَقْرَبُ مِنْ يَدَيْهِ قُوَّةٌ وَ أَقْرَبُ مِنْ لَدُنِّهِ نَازِلٌ إِنْ تَصْطَوْنَ بَحْرًا فَأَصْرُوهُ يُدْبِرُوهُنَّ يَتَّبِعُهُمُ الْغَيْبُ عَلِيمٌ جَعَلَ أَفْئُونُ لِلتَّائِبِينَ وَأَنْتُمْ لَا تَتُوبُونَ إِلَّا عِنْدَ اللَّهِ إِذَا تَابَ إِلَهُكُمْ لَا يَفْضَحْهُمْ وَلَا يُبْغِزْ لَكُمْ شَيْئًا وَلَا يَتَذَكَّرُ فِيكُمْ مِمَّا تَفْعَلُونَ فَبِأَنَّهُ تَتُوبُ إِلَى اللَّهِ وَتُؤْتُونَ لَكُمْ دَلِيلًا إِنَّ اللَّهَ يُصَلِّ عَلَى نَبِيِّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

تشریح و تفسیر

تشریح و تفسیر | اہل دانش و بینش پر یہ حقیقت غنی نہ رہی چاہے کوہاں وہ
دولت اور درجہ پر چڑھے جائے یا نہ کامیاب بھی کیا گیا ہے اور
غلامی میں ہی کوہاں کامیاب بھی کیا گیا ہے جو تصور کا صرف ایک رخ ہے۔
تصور کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ جیسی حال تو ام اعلان بھی ہے۔ انسان زندگی میں
اس مال کی بہت اہمیت بھی ہے کہ کوہاں اتنی زندگی کا قیام بھی بڑی حد تک
اس سے وابستہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں ارشاد فرما کر کہ
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ أَمْ لَيْسَ لَكُم مِّنْ عِندِ اللَّهِ عِلْمٌ
بِیَوْمٍ تَأْتُونَ سَاعَةً مِّنْ لَّدُنْهُ لَا يُفْلِحُ الْمُنَافِقُونَ۔ اور ہم ظلوں کو اپنے وہ مال مت دوں جو دنیاوی
جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ فِتْنَةٍ مَّتَابِعًا۔ ہے چہاں سے لے کر زندگی بنایا ہے۔
اس مال کو زندگی کا تو ام رواج قیام بھی بتایا ہے۔ اسی وجہ سے غیر ارشاد فرما کہ عقل
واہل کوہاں دینے کی اجازت نہیں دی ہے مثلاً بچے اور عورتیں کہ یہ مال کو صحیح
مصرف میں خرچ کرنے کی سوجھ بوجھ نہ فراہم نہیں رکھتے۔
مال کی انسانی زندگی میں ضرورت و اہمیت سمجھ لینے کے مبادیاب آیت مندرجہ بالا
آیت و جن اور آیت وائزہ کی شرح سمجھئے !

آیت شریفہ کسی بھی قسم کے قرض سے متعلق چند احکام پر مشتمل ہے بغیر اس کے کہ ایک عورت اور ان پر عمل درآمد رکھیں تو ان کے مال و عورت دونوں ہی کی حفاظت ہوگی۔ پہلے (۱) احکام۔ قرض کے سلسلہ میں یہ حکم جو اس آیت میں دیا گیا ہے وہ اس معاملہ قرض کی ایک بات کہ قرض کا جو لین دین بھی تین دن سے زائد مدت کے لئے کیا جا رہا ہو اس کی نگہداشت میں جو ناجائز ہے۔ چنانچہ اگر قرض آیت شریفہ میں پہلی روایت میں لکھا ہوا ہے کہ

۱۰۔ اسے ایمان والو! تم لوگ جب کسی قسم کے قرض کے لین دین کا معاملہ کرو جسکی ادائیگی کی کوئی مدت باہم مقرر ہو کر طے پاگئی ہو تو اس معاملہ کو باقاعدہ لکھ لو:

دوست! آیت شریفہ میں دوسری جس بات کا ذکر ہے اس سے پہلے سلم کے جواز کا حکم نکال رہے ہیں جس کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاتھ جوڑ گئیوں یا دروڑ کی غذا اس طور پر فروخت کرے کہ تم فصل پر مجھ سے انتظار لے لینا، جس کی قیمت میں اس وقت تم سے اتنی لوں گا۔ یعنی قیمت تو معاملہ کے وقت لی جاتی ہے اور شیخ اور دوسرے کی ادا کیگی اس مدت کے بعد ہوئی ہے جو مدت وقت معاملہ طے پاگئی ہے۔ شریعت نے اس قسم کی بیع کو بیع سلم کہے ہیں یا اگر بیع ہے مگر جائز ہو سکے لے لے شرعاً ناپاوی ہے کہ جس چیز کا سودا ہو رہا ہے اسکی مقدار کا ذکر کرنا ناپ اور عدد کے حساب سے کتنی ہوگی) اور ادا کیگی کا وقت مقرر اور طریقین کو معلوم ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ جو شخص کھجور (دھڑو) کا سودا آٹھو لے کر لے کر کرنا ہو تو اس کا بیمانہ اور وزن اور ادا کیگی کی مدت (یعنی ٹیمن یا مہین) معلوم ہونی چاہییں۔

آیت شریفین سے ترجمہ کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے کہ جو چیز مرض کی جاری ہو وہ کھانے کے متعلق
مقرر کر لی جائے۔ اور بیان پر یہ کہ کسی سے کہ اس معاملہ کو سمجھنے والا سمجھنے سے عدل و
انصاف ملو گا رکے اس میں کسی ایک فرقہ کی رعایت و جانب داری نہ کرے جو بات
نے ہوئی ہے وہ کسی کوئی کمی بیشی اور تبدیلی نہ کرے۔

چوتھم حکم (۴)۔ یہ ہے کہ جو شخص ایسی دستاویزات کو اچھی طرح لکھنا جانتا ہو اور اسی وجہ سے ملک اس سے لکھوایا کرتے ہوں تو اس سے جب کوئی معاملہ لکھے تو

کیا جائے تو اسے لکھنے سے انکار کرنا چاہئے اس کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ دستاویز لکھے اور ان کے لئے اسے جو کچھ سکھا جائے اس طرح اس کا شکر ادا کرے۔

پانچواں حکم :- یہ ہے کہ جسے ادائیگی کرنی ہے جس پر دوسرے کا مطالبہ ہے یہ ضرور وہ شخص لکھوائے تاکہ تحریر میں اسی کا اپنا اعتراض و اقرار قلعین ہو اور بعد میں انکار و اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسی وجہ سے اس آیت میں التوقیل نے کہا کہ یہ فرمایا کہ دستاویز کا اعادہ و شخص کرائے جس کے ذمہ مطالبہ کی ادائیگی ہو۔ وہیں ان کے لئے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس میں کسی قسم کی کمی نہ کرائے پورا پورا مطالبہ لکھوائے۔

چھٹا حکم :- یہ ہے کہ اگر وہ شخص جس کے ذمہ مطالبہ کی ادائیگی اور دستاویز کا تعلق ہے کہ عقل و بیوقوف ہو یا خوف اور گھبراہٹ ہو جسے دستاویز نہ لکھو سکا ہو تو پھر اس کا کوئی ولی اور سرپرست یہ دستاویز لکھوائے اور ان صفات کے ساتھ لکھوائے، پوری اور صحیح بات لکھوائے۔

ساتواں حکم :- یہ ہے کہ جو دستاویز لکھی جائے اس پر دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی مثبت ہونی چاہئے۔

آٹھواں حکم :- یہ ہے کہ جس وقت ان گواہوں سے گواہی طلب کی جائے اور معاملہ کا ثبوت صرف انہیں کی گواہی پر موقوف ہو اور دوسری شہادت موجود نہ ہو اس وقت ان گواہوں پر گواہی دینا واجب ہے۔ اور گواہی سے گریز کرنا حرام ہے۔

نواں حکم :- یہ ہے کہ ان کے لئے اس آیت میں قرض کے لین دین کی تاکید بہ صورت میں فرمائی ہے، قرض کی رقم جو یا زیادہ اس کی لکھا پڑھی ہو جائی چاہئے۔

دسواں حکم :- یہ ہے کہ تجارت کا جو معاملہ فی الحال ہو رہا ہو اور رقم کی ادائیگی دو ہی ایک دن بعد ہو جائی ہے تو ایسی صورت میں لکھا پڑھی کا حکم نہیں ہے۔

گیارہواں حکم :- یہ ہے کہ خرید و فروخت کا کوئی بڑا معاملہ ہو تو اس معاملہ پر بھی گواہی مثبت ہونی چاہئے مثلاً کوئی شخص اپنا مکان، یا باغ یا اپنی کار فروخت کرے تو اس کی بھی لکھا پڑھی اور اس پر بھی گواہی ہو جائی چاہئے۔

بارہواں حکم :- یہ ہے کہ دستاویز لکھوانے اور گواہی دینے میں محرر اور گواہ کو نقصان نہ ہونا چاہئے اس کام میں ان کا حق وقت صرف ہوتا ہوا عدالت تک جاسکے کیلئے سواری کی بھی ضرورت پڑتی ہو تو انہیں اس کا معاوضہ دیا جانا چاہئے کہ ان کا نقصان و حرج نہ ہو۔ اور ان کے نقصان کی صورت یہ بھی ہے کہ انہیں دستاویز میں غلط بات لکھنے پر اور گواہی میں جھوٹی اور غلط گواہی دینے پر مجبور کیا جائے۔

تیرہواں حکم :- ان کے قسائی کا تقویٰ اختیار کرنے کا یہ فرمائی ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَوَلَّيْتُمْ فَاذْكُرُوا لِلَّهِ الْبَيْعَ الَّتِي بَيْنَكُمْ﴾ ان کے لئے ہے کہ وہ جو کوئی باتوں کی تحکیم و تباہی جو دنیا و آخرت میں تمہیں نفع دے اور اس علم الہی میں وہ زور دے تاکہ جس کی بدولت تم حق و باطل میں فرق کر لیتے ہو اور نفع و نقصان کی چیزوں کو جان لیتے ہو۔

ان کے لئے ہے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! اگر ان کے لئے کا تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہارے اندر حق و باطل کی تمیز پیدا فرما دے گا۔

آیت شریفہ میں تو یہی مندرج بالا احکام بیان ہوئے ہیں ان کے علاوہ بھی یہ چند احکام ہیں۔

(۱) مالی معاملات میں گواہ دو سے کم نہ ہونے چاہئیں۔ زن کے گواہ چار ہونا ضروری ہیں۔

(۲) چھوٹے لڑکے اور غلام کی گواہی قبول نہ ہوگی۔

(۳) اگر کسی مالی معاملہ میں ایک ہی گواہ ہو تو قسم تکیر فیصلہ کیا جائے گا۔

(۴) بہترین گواہ وہ ہو جو از خود ہی اپنی گواہی پیش کرے جیساکہ حدیث شریفہ میں آیا ہے۔

(۵) دنیا میں ایسے معاملات آتے تھے جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ ہوئی انہوں نے انکار کیا تو ان کی نسل و اولاد میں بھی انکار کا سلسلہ چل پڑا جس نے ان کے لئے نے خرید و فروخت اور قرض کے لین دین میں دستاویز لکھنے کا قاعدہ مقرر فرمایا جیساکہ اواد کی حدیث شریفہ میں مذکور ہے۔

وَمَا كَانَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ

اہل کتاب کے کہ میرا نے سے ڈرنا اور بچنا
کہ وہ اہل ایمان کا دین و مذہب خراب
کرنے پائیں

سورة آل عمران (آیتان 4-4) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اسے ایمان دلا اور آخر نے اپنی کتاب قرآن کریم کی پوری کاپی کو ایک جہا سے ایمان لے کر اپنے جہد کو ختم کیا۔ فرما رہا ہے کہ اگر آپ کے گھر پر ایک آدمی ملے گا کہ جہا سے ملے اسے شرفیابی کی آیات کی تلاوت پڑھ کر دے اور جہا سے درمیان اللہ کے جہول موجود ہیں اور میں شخص سے کسی شرفیابی کو غرضی کے ساتھ بخدا لاؤ تو اسے سجدہ کرنا اور دعا مانگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ
مِنَ الَّذِينَ دَخَلُوا الْكُتُبَ مِثْلَ
بَنِي إِسْرَءِيلَ مَا لَكُمْ بِهِمْ
تُكْفَرُونَ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَنْ يَنْصُرْ
بِأَمْرِ اللَّهِ فَقَدْ كُفِّرَ
عَمَّا سَبَقَ ۚ

تشریح و تفسیر | ہماری تشریحات و تفسیرات پڑھنے والوں کو یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو جب غلطاب فرماتے ہیں تو مقصد انکی ہدایت و رہنمائی ہوتی ہے، ان غلطابات میں اہل ایمان کو یا تو ایسی باتوں کا حکم دیا جاتا ہے جن میں انکی سعادت مضمر ہوتی ہے اور جن پر عمل کر کے وہ دوزخ میں نیک بخت و خوش قسمت ہوتے ہیں۔ یا انھیں ان باتوں سے روکا

۶۲
 مانا ہے جو ان کے شران و حران کا سبب نہیں اور دونوں جہان میں بدعت و فتنی شمریہ کہیں کہیں ان خطابت میں اہل ایمان کو خطرات سے ڈرانا اور جو ناکر ناپا نت کی نصیحتوں اور آخرت کی کامیابیوں کی خوشخبری دینا منظور ہوتا ہے کیونکہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے دوست اور اس کے خاص بندے ہیں، انکی زندگی ایسی ہی ہونی چاہئے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کا کوئی خوف و خطر اور رنج و غم نہ ہو۔ اس عقیدہ کے پس منظر میں اب آیت شریفہ کے خطاب پر غور فرمائے تو آپ کو متحسوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل ایمان کو مخالف فکر کا انھیں بعض اہل کتاب کی پیروی سے اور ان کا کہنا سنانے سے ڈرایا اور دو کلمہ کہ اگر اہل ایمان ان یہود و نصاریٰ کا کہنا سنانے سے ڈرائیں گے تو اس بات کا سخت خطرو ہے کہ اہل کتاب انھیں کفر کی طرف پھرا دیں گے ہائیں گے، اس خطرو سے اہل ایمان کو سواہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے اہل ایمان! اتم لوگ تو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، اور دین اسلام کو اپنا دین مانتے ہو، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر اور رسول مانتے ہو، مگر تم ابلیس کے ان بعض گھوکوں کا کونا ماننے لگے جو اس نام سے دشمنی رکھتے ہیں اور اہل اسلام سے بغض و عداوت رکھتے ہیں جنہیں اسلام کے غلبہ و عزت سے اشتعال و ذیقا ہو چکا ہے، مگر ایسے لوگوں کا کونا ماننے لگے تو یہ لوگ اپنی کجی پیچڑی یا فاقوں کے درمیان بہتارے اسلامی احکام کی بڑائیاں اور اپنے کفریہ خیالات کی اچھائیاں ظاہر کریں گے اور تم کو یہ یاد رکھائیں گے کہ ان اسلامی احکام میں انسان کو آزادی دینے کے لئے رکاوٹ نہیں رکھتی اور یہ احکام ساری جمہوریت اور تمدنی ترقی کے لئے رکاوٹ بنتے ہیں یا یوں سمجھائیں گے کہ یہ اسلامی احکام پہلے زمانے کے ہیں، تو شکیک تھے لیکن اب اس زمانہ میں کہ یہ ایم، م، بادینہ و قدیم کا زمانہ ہے، اس زمانے میں انسان دفعتاً اور خلاف کی عوائق یا زار پہاڑے اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلامی احکام کی وجہ سے ہم اس دور میں پیچھے جا جائیں گے کہ نہ کہ یہ احکام شہری و تمدنی ترقی میں رکاوٹ بنتے ہیں

اسلام کے خلاف یہ سب باتیں کرنیوالے لوگ کچھ تو یہودی ہیں اور کچھ عیسائی ہیں جو اپنے تئیں علم کے مدعی کہتے ہیں، اسلام اور اہل اسلام سے دشمنی کا جھنڈا

اٹھائے ہوئے ہیں۔ مگر اسے اہل ایمان! تم نے انکی ان باتوں کو درست اور صحیح سمجھ لیا جو ظلم و غصب میں خوشنما اور اجماعی تھیں مگر انی حقیقتہً ان باتوں میں تمہاری ولایت و ناکامی ہے، اگر تم انکی باتوں میں آگے تو یہ لوگ تمہارے ایمان کو غارت کر کے تمہیں پھر کافر بنا دیں گے درحقیل کے اندھے، جمہوریت پرست اور شرقی پسند آزادی دانے کے علم و ادراک حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ دنیا میں جمہوریت و آزادی دانے کے دو پیکار کوئی بھی ایسی حکومت نہیں ہے جس کے قانون میں بغاوت کا جرم بالکل معاف اور ناقابل مسزاجرم تصور کیا جاتا ہو کسی بھی باغی کے لئے آزادی دانے کی اجازت کیوں نہیں ہے اور ایسے موقع پر وہ جمہوریت کہاں مر جاتی ہے، ان مدعیان علم و عقل نے خالق و مخلوق، باگ و ملوک کو ایک ہی ترازو پر تولنا چاہا ہے جب بڑی بے عقلی و بیوقوفی ہی سے ہم پر بھی نہیں سوچا کہ اسلام کا قانون کے مطابق یہ کفر و شرک ہے۔ لوگ جس کی آزادی چاہتے ہیں یہ جرم بغاوت کی آغزی اور انتہائی شکل ہے جس کی معافی کسی بھی حکومت میں نہیں ہوتی، کفر و شرک و درحقیقت خدا تعالیٰ کے اُقت و رائے اور اس کی عظمت کو بُنی کا انکار ہے جو صریح غلط ہے) لہذا اہل اسلام کو ایسے دشمنان اسلام و اہل اسلام سے بہت دور اور چوکنا رہنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت و نصیحت کو دل نشین رکھنا چاہئے اسی طریقہ سے ان دشمنان دین کے کید و کوسے بچا جا سکتا ہے۔

عزیزانِ دل! اگرچہ اندازہ ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جو ہدایت دی ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انہی اور ان کے دین اسلام کی حفاظت کیلئے ایک بہت بڑا قلعہ اور صدارت خانہ بنادیا ہے کیونکہ یہ جو دلعناری دہلیز ہیں ان میں یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کو اصلی اور سچی کامیابی صرف دین اسلام ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے اور جس یہودیت و نصرا نیت کو وہ اپنے گھلے گھاتے ہوئے ہیں اس کا انجام دنیا و آخرت میں شران و درمان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مگر وہ ریاست اور چودھراہٹ کی خواہش میں اور کچھ مالی فائدوں کے لالچ میں اسلام قبول کرنے سے رک رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ لوگ یہاں بے دھوکے جن طرح مال بٹورے اور مال کے ذریعہ عیش و مستی میں زندگی گزارنے میں لگے ہوئے

ہیں اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ان لذتوں، دلچسپیوں اور ہوسناکیوں سے بیکسر حرم ہو جائیں گے یہی لذت اضمیں قبول حق سے باز رکھ کر ہی ہے اور اسی وہ سے اپنے کفر پر اڑے ہوئے ہیں اور جہاں تک ان سے بن پڑنے پر مسلمانوں کو دوبارہ کافر بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا ہے۔

اور ان کے بعد وہ نصیحتیں کرتے ہیں کہ اگر آپ کو روافض کا بھی ہے کہ وہ بھی اہل بیت
اسلامانِ اہل سنت و جماعت کے ساتھ ملحق و عداوت رکھتے ہیں اور اہل سنت
و جماعت کو اس راہِ نجات سے منحرف و گمراہ کرنے کیلئے معمولی اور قبیح ہر قسم کی
کوشش کرتے رہتے ہیں کہ یہ اہل سنت و جماعت نجات کا یہ راستہ جو پاکیزگی
و رفیع کمال پر قائم کر لیں تاکہ جیسے وہ روافض ہلاک ہو رہے ہیں یہ اہل سنت
بھی ہلاک میں پڑ جائیں اور ان کی اس شہادت کی حقیقت کو ختم طور پر یوں سمجھ
لیا جائے کہ یہ شہادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ترین درجہ زدہ اصحاب
منزلاتِ ابوبکر و عمر و عثمان و غیرہ رضی اللہ عنہما کے منکر و کافر قبیلے اور انھیں کافر سمجھنے
پر مبنی ہے جس کا ہم نہیں دشمن و عقیدہ تحریف قرآن کا ہے۔ اس مقصد کے لئے
یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی تحریف کرتے ہیں تاکہ اس
طرح وہ اپنے نقطہ اور اہل مذہب کو صحیح بنا کر پیش کر سکیں اور اس کے ذریعہ
عوام کو اسے اپنانے پر آمادہ کر سکیں کہ وہ بھی ان روافض کے ساتھ ہلاک ہوں
اور جنت سے وہ بھی محروم ہو جائیں جس طرح ان روافض کو محروم ہونا ہے۔ یہ بات
یقینی ہے کہ جو شخص حضراتِ صحابہ جیسے اہل ایمان کو کافر بتائے وہ خود ہی کافر
ہے کیونکہ یہ حضرات وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور اپنی رضا امتدادی
اس نے اپنی کتاب میں یوں ظاہر بھی فرمادی:

اس نے اپنی کتاب میں یوں لکھ دی تھی:

لَقَدْ رَفَعْنَاهُ عَنِ الْأُفُوقِينَ إِذْ
 يَبْتَغِيكَ اللَّهُ تَعَالَى تَجَرَّةً

جب لوگ دشت کے نیچے پہنچے تو کہہ گئے
 درخت کے نیچے بیتِ رضوان کے نوالے صہابہ کرام چودہ سو کی تعداد میں تھے

جن میں سرفراز حضرت مشرکہ بھی تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 نام بنام بت کی بشارت دی تھی۔

نام بنام جنت کی بشارت دی گئی۔

سوچنے کی بات ہے کہ اگر نوح بائیسویں صدی قبل مسیح کے دور میں تھا تو اس کے بعد پھر تین سو سال کا فاصلہ ہو گا (جیسا کہ یہ رد افض سمجھتے اور کہتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان کے وقت ان سے اپنی رضا و خوشنودی کا اعلان کیسے فرمایا استغفر اللہ تو بہ توبہ۔

یہ تو اللہ تعالیٰ بہت بڑا انتہا ہے کہ وہ اس حقیقت سے لاعلم رہے خبر تھا کہ یہ لوگ بعد میں کافر ہو جائیں گے۔ خدا نخواستہ نوح بائیسویں صدی قبل مسیح ہی ایک عام انسان کی طرح ہے جو آج خوش ہوتا ہے اور کل ناخوش ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کے کفر اور کیا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں اپنے جس محفوظ قلم اور حکم جبار کا ذکر فرمایا ہے جس کے ذریعہ اس کفر و ارتداد سے بچا جاسکتا ہے جس کی امید پر یہ دشمنانِ دین اہل ایمان کو اپنی یہودیت و نصرانیت کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ قلم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے،

وَكَيْفَ يُبَدِّلُ تَشْتَعِلُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ
يُطْعَمُونَ عَسَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ آيَاتُ اللَّهِ
وَفِيهِمْ كَذِبٌ مُّؤْتَمَرٌ۔

دوسرے قلموں میں اس آیت کا مطلب یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ اسے اہل ایمان: یہ بات کتنی عجیب ہو گی کہ وہ صاحب ایمان کا ذکر جو جانتے جس پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور پھر یہ بات خود رسول اللہ کی موجودگی میں ہو جبکہ وہ اس کی رہنمائی کیسے اور اسے گمراہی سے بچانے کے لئے بنفس نفیس شریعت فرمائی ہوں۔

اہل اسلام اس قلم کے ذریعہ اپنی مخالفت اس طرح کریں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل نہ کریں۔

اب یہ اہل اسلام و اہل ایمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ کتاب و سنت پر عمل کے ذریعہ آج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کی یاد تازہ کر دیں وہ اس طرح کہ سنہ دور اور دستور، ہمیں ایک اجتہاد کا بار نہ دے کر کہ

کہ ہر مسجد میں مفسر سے عشاء تک کتاب و سنت کا درس ہو اور اس علم کے ساتھ اس پر عمل کا بھی اہتمام کریں، ہر مرد و ذہور عورت پوری زندگی اسی کے مطابق زندگی گزارے، جو بنفس نفیس و معذور ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے، مسافر بھی جہاں موجود ہو وہاں شرکت کرے اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بڑی کامیابی ہو گی آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کیلئے پابندی کی ذمہ داری لی جو کتاب اللہ اور سنت رسول کو معنی پٹی سے پکڑ لے وہ گمراہ نہ ہو گا۔

وَمَا كَانَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ شَيْءٌ



تیرہویں ندامت (۱۳)

اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کا حکم

اور

اسلام پر موت کا مطالبہ

أَعُوذُ بِالشَّهِيدِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورۃ آل عمران (آیت ۶۲)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَتّٰی تَخَافُوْهُ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنَّ
اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

تشریح و تفسیر | اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں اہل ایمان پر ایسے دو فطری اور عظیم باتش کا کموں کی ذمہ داری ڈالی ہے جو اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص شامل حال نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ بندہ کب تک اس حق جب اپنے رب کے ساتھ خلوص نیت اور جہد و
دلا کا معاملہ رکھتا ہے اور اپنے دل سے اس کی طرف متوجہ ہوتا اور اس کی پناہ
لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کو ناکام و نامراد نہیں ہونے دیتے بلکہ اس کی
مدد فرما کر اس کے احوال درست فرما دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بندہ
ان دنوں ہی کاموں کو محسن و خوبی انجام دے لیتا ہے۔ وہ دنوں کا کام کیا ہیں
جن کی ادائیگی کا اس آیت شریفہ میں مطالبہ کیا گیا ہے ۹ ایک کام تو ہے اللہ تعالیٰ
کا کوئی اختیار نہ کرنا اور دوسرا کام ہے استقامت کی حالت میں اپنی جان جان
آفریں کے سہم و کثرنا۔

آپ کو یہ بات مسکندہ ہوئی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے کلامِ جوہر میں ان مقامات پر اہل ایمان کو توفیق عطا کر دیا ہے مگر اس آیت میں تقویٰ کے لفظ کا حکم دیتے ہوئے "حَقِّ تَقْوَا" کا ایک لفظ اور بڑا حاد یا کہ خمسے اور سنے کا جو حق ہے اس کے مطابق ڈال کر۔

یہ عقیدہ اخوانہ الی علم کی جہانی کاسب بن گیا کہ چونکہ یہ بات تو کسی بھی انسان کے اختیار و قدرت میں نہیں ہے کہ وہ خدا کا ایسا تقویٰ اختیار کرے جس سے اس کے تقویٰ کا کائنات ادھر جائے۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے۔

لَا يَلْبِثُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا رَجْعًا

اب اگر ہم آیت شریفہ میں آئی ہوئی تفسیر عقلی نقل کیا تو اس کے ظاہر پر لکھنے میں تو یہ ایک ایسی تکلیف و پابندی ہوگی جو انسانی قدرت طاقت سے باہر ہے کیونکہ بندہ اگر خدا کے خوف سے گھٹل کر ٹھیکل بھی ہو جائے تب بھی اس جبار و قہار کے تقویٰ کا حق پورا ادا نہ ہو سکے گا۔ اس کی ذات تو وہ ہے کہ حق نہ کہے یہاں چیز موجود ہو جائے اور ہماری یہ ساری وسیع و گنستاہ زمین قیامت کے روز اس کی ایک مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان پہلے ہوئے اس کے دل پہنچے ہاتھ میں ہوں گے۔ ایسی زبردست ہستی کے تقویٰ کا حق کوئی بندہ کیسے ادا کر سکتا ہے؟

آیت بالاسے متعلق یہ اشکال طوفا رکھتے ہوئے ملامت و سبقت نے یہاں تھوڑے سے تشبیہ یوں کی ہے کہ اس آیت میں تھوڑے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھا جائے اسے بھولنا چلے، ہر معاملہ میں اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے، اس کی نعمتوں اور احسانوں کا شکر ہے ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے۔ اس تشبیہ کے بعد اہل ایمان کیلئے ”حق تعالیٰ“ کی قید ضرور مقرر فرمادی کہ سب کو نیکر، خود اللہ تعالیٰ نے سورہ نعام میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

اس آیت کے بعد بات بات جہاں جو مکی کرشمہ سال کی مراد میں بھی ہے
کہ قرآنی استقامت و قدرت کے مطابق خدا تعالیٰ کے قہر کی کامی ادا کر دے۔

ایمان اقرار پایا جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پیسہ تقویٰ کا حکم دیکر ایسے خوف و خشیت اور احساس ایمان کا عادی بنایا ہے اور اسی وجہ سے ایمان نہیں اس بات سے روکا ہے کہ ہماری موت اس کیفیت کے علاوہ کسی دوسری کیفیت کے ساتھ نہ آئے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے باطل مذہب سے ہمارا تعلق نہ ہو۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا یہ بات ہمارے اختیار میں ہے کہ نفس اسلام کی ک حالت میں ہمیں موت آئے؟ جواب یہی ہے کہ بظاہر لگتا تو یہی ہے کہ یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے، مگر زنا وغیرہ کرنے پر یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ہمارے اختیار میں یہ بات تو ضرور ہے کہ ہم اپنے دل و زبان کو اللہ تعالیٰ کی کیفیت متوجہ کر دیں اور بار بار متوجہ رہیں یہاں تک کہ ہمارا دل اللہ تعالیٰ کی مرضی و حکم کے بالکل مطابق ہو جائے اور اس کی ساری مرضی و خوشی وہی بن جائے جو اللہ کی مرضی و خوشی ہو، اگر ہم نے پوری توجہ کے ساتھ اپنے دل کو ایسا بنایا تو پھر سمجھ لیجئے کہ گویا حالت اسلام پر موت بھی ہمارے اختیار میں ہو جائے گی۔ کوئی کوئی بھی چاہا تو غفلت مسلمان کبھی بھی یہ بات پسند نہ کرے گا کہ جس کفر کی تائید و تکرار سے اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی ہے وہ بظاہر کفر و جہل و کفر اختیار کرنے کیونکہ ایمان صحیح و صادق کا لفظ و مزہ پایا لینے کے بعد وہ قتل ہو جانا، سولی پر چڑھا یا جانا۔ جلاد یا جانا یہ جو تو گوارا کر سکتا ہے مگر ایمان کے بعد کفر کسی قیمت پر اختیار نہیں کر سکتا ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وہیے بھی بات ادنیٰ فکر سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ بندہ جب خدا تعالیٰ کے حق تعویٰ اور کرمی کے نیکو فیض ہر دم سے لگا تو پھر ہر دم خدا تعالیٰ کو یاد ہی رکھے گا بیچوٹ لگا نہیں اور اس کی شکر گزاری ہی کرے گا شاکری میں جتن ملتا نہ ہوگا اس کی اطاعت ہی کرے گا نافرمانی نہ کرے گا اور یہ صورت حال اکثر اوقات تو بہر حال ہرے گی اس طرح وہ اپنی استطاعت و امکان بھر خدا تعالیٰ کے تقویٰ کا حق اور کرمیہ انفرادی حاصلے گا۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ تقویٰ اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول نے نہیں جن باتوں کا حکم دیا ہے اور جن باتوں سے روکا ہے ان تمام باتوں میں ہم اپنی طاقت بھر اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اس مقصد کو کتنے ہمیں پہلے پہل حاصل کرنا ضروری سمجھ کر ہے کہ اللہ دروگوں نے نہیں کہن باتوں کا حکم دیا ہے اور کہن باتوں سے روکا ہے اور اس سے بھی آگے ڈنکر نہیں خود اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی حاصل کرنی چاہی کہ اللہ تعالیٰ کے اسرار اور صفات کیا کیا ہیں، پھر اس معرفت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سے ایک قلبی تعلق و محبت حاصل ہو جائے گی اور اپنے نفس میں اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت کا احساس اور اس کے احکام سے دلچسپی و رغبت، اور اس کے نواہی سے نفرت و کراہت کا جذبہ پیدا ہو جائے گا یہی تقویٰ کی حقیقت ہے جس کی بدولت مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی روایت و وحی کی دولت باجہ آجاتی ہے اور یہی اسی دولت ہے پہلے جس سے مل جانے کے بعد صاحب ایمان سعادت و ابرار سے کامیاب و کامران ہو جاتا ہے جو اللہ کی راہ میں کام کرنے والوں کی آخری منزل و مقصد ہے۔

اب تک یہ ساری تشریح و تفسیر تقویٰ اللہ کی تھی اب آئندہ آیت شریفہ میں بیان کئے ہوئے دوسرے مقصدِ عظیم کے متعلق ضروری تشریح ملاحظہ ہو۔

وہ دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس کی طرف سے آیت کیسے دایرت فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر صاحب ایمان اپنی زندگی کو ایمان کے سانچے میں اس طرح ڈھال سکے کہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ احساس ایمان سے وابستہ ہے یہاں تک کہ اسے جب موت بھی آئے تو ایسی حالت میں آئے کہ اس کے دل میں ایمان کا احساس اور زبان پر

چودھویں نذر

مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا راز دار بنانے کی صحت دور اسکے بُرے اور نقصان دہ اثرات کا بیان

سورۃ آل عمران (آیت ۷۵) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یا ایہا الذین آمنوا لا یُخٰنَوا
بِعٰلَمَاتِهِمْ مِنْ دُوْنِکُمْ اَکَیْثًا
کُنْیَا وَ ذُوْا اَمَاطَةٍ کَذٰبًا
اَبْعَدُ مِنْ اَخْوٰجِمْ وَ مَا یُخٰفُ
مَعْدُوْرُهُمْ اَکْثَرُ کَذٰبًا
بِیْسَ اَلَّذِکُمْ الْاٰیَاتِ اِنَّ
کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ

تشریح و تفسیر اللہ تعالیٰ کی ان نداءؤں کا یہ راز بتایا جا چکا ہے کہ وہ اپنی کتاب میں صحت انھیں اہل ایمان کو کیوں خطاب فرماتا ہے جو اس کی ذات و وحدانیت پر قیامت میں اس کا سامنا ہونے پر ایمان و یقین رکھتے ہیں اور یہ بات بھی بیان ہو چکی ہے کہ ان نداءؤں کے متعدد اعراض و مقاصد میں سے ایک غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ اہل ایمان کو کسی خاص بات سے ڈرایا اور

متذکر کیا جاتا ہے جو ان اہل ایمان کی شقاوت و طاقت کا سبب بن سکتی ہو۔ چنانچہ یہاں اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو نذر دیکر انھیں اس بات سے روک رہے ہیں کہ وہ اپنے اہل اسلام کو چھوڑ کر (میسور و نصاریٰ اور مشرکین) کو اپنے راز دار اور ولی دوست نہ بنائیں انھیں اپنے ذاتی طاقت اسلام و حکومت اسلام کے رازوں پر مطلع ہونے اور اس کے تغیر میں کوئی نقصان پہنچانے کا موقع فراہم نہ کریں جو کہ انھیں راز دار بنانے کا نتیجہ بھی کبھی اتنا زیادہ اور دور رس ہوتا ہے کہ پوری حکومت کی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو ایسے ضرر و نقصان سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اسی مقصد کے پیش نظر یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا ہے،

یا ایہ الذین آمنوا لا یُخٰنَوا
بِعٰلَمَاتِهِمْ مِنْ دُوْنِکُمْ

”یہاں ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی شخص کے اندرونی معاملات اور پوشیدہ رازوں سے باخبر ہو، آیت شریفہ میں کافر و مشرک کو بطور راز دار اور ولی دوست بنانے کی ممانعت کی گئی ہے۔“

یونی و ذٰلکَ کا مطلب یہ ہے کہ جو تم میں سے نہ ہو ظاہر ہے کہ جو ہم سے نہیں ہیں وہ بھی کافر و مشرک ہیں چاہے وہ اہل کتاب، مسیح و نصاریٰ کیوں نہ ہوں یا مشرکین میں سے ہوں۔

کافر و مشرک کو ولی دوست اور راز دار بنانے کی ممانعت کیوں کی جارہی ہے یہ وجہ آیت کے لفظ فقہروں میں بیان کی جا رہی ہے کہ یہ لوگ تمہارے معاملات کو جھانسنے اور غیب کر کے میں کوئی گھر باقی نہ چھوڑیں گے اور یہ فساد اور بگاڑ ظلم و ظمیت کے پردے میں ہو گا یا تمہاری نصیحت و غیر خواہی و ہمدردی کے پردے میں ہو گا جسے تم بآسانی سمجھ سکتے ہو (جبکہ دیکھا جا رہا ہے کہ کافروں کی طرف سے مسلمان بچوں بچوں کو تعلیمات اسلام سے دور کرنے کیلئے اور اپنی منصوبہ بندی کے تحت)

حکومت ان کے لئے اسکول اور کالج کھول رہی ہے اور اہل ایمان انکی ہوشیاری سے غافل ہو کر اسے نصیحت و غیر خواہی سمجھ رہے ہیں۔

اس بات کو اللہ تعالیٰ نے آیت کے اسٹے فقرے میں یوں بیان فرما دیا ہے "وَيَذُرُ الْمَنَافِقِينَ" یہ لوگ تو دہریہ باتیں چاہتے ہیں جبکی وجہ سے تم مصیبت و مشقت میں پڑ جاؤ اور دنیا میں راحت و مسرت، اطمینان و غایت تمہیں نصیب نہ ہوا اور انہیں اہل کفر کے محتاج و دست نگر ہو کر رہ جاؤ اور تمہاری یہ محتاجی تمہیں خود اپنی نظروں میں بھی ذلیل کر دے اور ان کافروں کے سامنے بھی حقیر بنا دے۔

آیت شریفہ کے اسٹے فقرہ کی بلا غنت و جامعیت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِجْعَلُوْا لِكُلِّ فِرَقٍ مِّنْهُمْ سَبِيْلًا
وَمَا تَخْضَعُوْا لِحُكُوْمِهِمْ اَصْحٰبُ

اُنکی دشمنی اُنکی زبانوں کے ذریعہ ان کے منہ سے نکل چکی ہے اور ہر قسمی ایسے سینوں میں رہی ہوئی ایک کیلچر چھپی ہوئی ہے وہ تو اُنکی دشمنی کی بڑی ہے۔

تمہارے ان کے درمیان کفر و اسلام کا جو فرق ہے یہی فرق دشمنی کی بڑی ہے اس کی وجہ سے وہ بد وقت اور ہر طرح سے عداوت و دشمنی کے درپے رہتے ہیں۔

ایک خاص اور اہم نکتہ: اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ میں ان کافروں کی دشمنی کے بیان میں دشمنی کا کافرا پر ہونا ان کی زبان کے بجائے ان کے منہ سے بیان کیلئے، اس میں یہ نکتہ ہے کہ وہ یہ دشمنی اپنی زبان سے تو قہار نہیں کرتے ہیں بلکہ زبان سے تو وہ بڑی ہمدردی و غیر خواہی اور نصیحت کے انداز میں گفتگو کرتے ہیں، بڑی چرب زبانی کے ساتھ لہجے و آوازیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے دوران گفتگو ان کے منہ باقوں سے سمجھ جاتے ہیں لیکن ایک خورد فکر اور قتل و فہم والے صاحب بغیرت انسان کو ان کی اسی لہجے و آوازیں میں ان کی دشمنی بھی جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور وہ تازیانہ ہے کہ اس ہمدردی و غیر خواہی کے پردہ میں اسلام دشمنی کا چھپا ہوا جذبہ کام کر رہا ہے اور اسی سے وہ یہ اندازہ بھی لگا لیتا ہے کہ اس منہ سے ملے ہوئے کسے سینہ و دل میں کیسی کچھ عداوت و دشمنی کے جذبات پروش پارہے ہیں۔

اب آیت شریفہ کا آخری نکتہ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنِ اُنْكُرْتُمْ
تَقَعُوْا فِیْہٖ ۝

تمہاری ہمتیں اگر کم ہو تو سب کو

اس فقرہ پر غور کیجئے تو ہیں اللہ تعالیٰ کے اس افسانہ کا کچھ اندازہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل ایمان کو کافروں کو اپنا راز دار بنانے سے منع فرما کر ان کے ساتھ کیا زبردست احسان فرمایا ہے کہ صرف اس طرح کیلئے کہ ہم ان افکار دشمنین و کفار کے غم و غصہ سے محفوظ رہ سکیں ہیں یہ ضروری ہدایت بھی فرمادی کہ ان کے شر سے بچنے کیلئے یہ اہتمام رکھو کہ ان میں سے کسی بھی کافر و مشرک کو اپنا راز دار نہ بنانا۔

اس طرح جہاں ہم ان کے شر و فساد سے محفوظ رہ سکیں گے وہیں ہم کو اپنے دین پر ثبات قدم رہنے اور ہدایت و کرامت سے بہرہ ویاب ہوئیے مواقع بھی حاصل ہیں۔ اسی بات کو صاف کر دینے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" کہ ہم نے اُنکی دشمنی کی ساری نشانیوں بیان کر دی ہیں اگر تم قتل رکھتے ہو تو سب کو یہ ہدایت ایسی ہے جسے اہل اسلام کے ہر فرد و اگر کو ہر جگہ سچا لینا اور اسے خود بخود چاہنے کی اپنی حفاظت کیلئے نہایت درجہ کارآمد مفید ہدایت ہے، اگر مسلمان کو کسی سے ملوفا رکھیں تو اُنکی قوت و طاقت اور اُنکی حکومت کا حلقہ اضافہ پذیر ہو سکتا ہے۔ آیت شریفہ میں جو ہدایت کی گئی اس کی مزید وضاحت اور اس کا ثبوت اس روایت سے بھی ہوتا ہے جو امام بخاری نے حقیقہ الہی جمع میں بیان کی ہے کہ یہ حضور پر بڑی جنتی اور عظیم جہنمی فرمایا کہ "اَنْ تَقْلَعَ بَیْنَکُمْ سَبَبٌ کُیْثٌ عَظِيْمٌ فَرَمَاتے ہیں اس نبی کا کسی کو خلیفہ بنانا یا نائبہ کو اس کے لئے دروازہ دار بنانا ہے۔ ایک جلالی حکم کرنا اور اس کے لئے امامہ کو نائبہ، دوسرا برائی کا حکم دینا اور اس کے لئے آمادہ کرنا ہے، محفوظ رہی رہتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتے ہیں۔

اس بنا پر اہل اسلام کے ہر فرد و دار و دار حاکم وقت کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس بات سے باخبر رہے اور برے راز دار و رابطہ سے ہوشیار اور چونکا رہا کرے اس کے شعور سے اور جو چیز میں قبول کرنے سے ہوتا ہے اور صاف بظاہر نیک راز دار مشیر کا جو مشورے دیں انہیں قبول کر کے ان پر عمل پیرا ہوا اور ان کے نیک مشورے

ہر ان کا شکر گزار ہو، ایسے لوگوں کو اپنے قریب رکھے۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق روایت میں آتا ہے کہ ان کے خاص لوگوں میں سے کسی نے ان سے کہا "خیر" کے عیادتوں میں وہ فلاں شخص بڑا منشی ہے، تو صاحب قلم بھی ہے اور نہایت خوش فطری بھی ہے تو کیوں نہ آپ اسے اپنا میر منشی بنالیں وہ آپ کی طرف سے خط و کلمہ یا کرسے گا تو آپ سے بے تامل صاف صاف فرما دیا کہ میں اہل ایمان کو چھوڑ کر کسی کافر کو اپنا بیٹا نہ دروازہ نہ بناؤں گا۔

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک عیسائی ماہر حساب (اکاؤنٹنٹ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے انھیں جھڑک دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم سے دود کر دیا ہے انھیں ادنیٰ قریب نہ کرو انھیں اللہ تعالیٰ نے ذیل کر دیا ہے تم ان کی عزت افزائی نہ کرو جو خدا اور خدا کے دین سے خوف زدہ ہو چکے ہیں انھیں بے خوف اور بے باکت نہ کرو۔

اب اہل ایمان خود ہی بتائیں کہ ان ہدایات و روایات کے بعد بھی کیا کوئی گناہیں باقی رہ جاتی ہے کہ اہل اسلام خیروں کو اپنا بھلائی و راز دار بنائیں جو ان کے پوشیدہ رازوں سے پوری طرح باخبر ہوں۔ مگر اس کے معنی بھی نہیں ہیں کہ ہم اپنی عام ضرورتوں کیلئے بھی غیر مسلموں کو ملازم نہ رکھیں، اگر کہیں ایسی ضرورت ہو تو انھیں ملازم تو رکھا جاسکتا ہے مگر راز دار بنانے کی اجازت نہ ہوگی، کلیدی جگہوں پر نہیں ملازم نہ رکھا جائے گا۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



پسندیدہ روایتیں (۱۵)

سود کھانے کی ممانعت اور اللہ تعالیٰ

تقویٰ اختیار کرنے کا حکم

سورۃ آل عمران (آیت ۷۵) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَلَا تَنْهَوْنَ النَّاسَ عَنْ فِعْلِ الْاَيْدِيْ
اَعْدَاكُمْ مَّا مَلَكَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَتَاكُمْ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْعَظِيْمَ

اے ایمان والو! سود کو دونا چوڑا کر کے نہ کیا یا
کرو، اور ارشاد فرمائیے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے تم پر مشاہدہ کیا ہے

تشریح و تفسیر: اللہ تعالیٰ نے مصنف و مترجم اور جملہ ناظرین کے علم میں سترقی
دے دی اور ہم سب کو علم صحیح پر عمل و داعی کی توفیق مرحمت فرمائی

کیونکہ جس علم کے ساتھ عمل نہ ہو اس کی مثال اس درخت جیسی ہے جس میں پھل
نہ ہو، اللہ تعالیٰ حضرت علیؓ سے راضی ہوا انھوں نے بڑی عمدہ بات ارشاد فرمائی کہ

"علم جہاں ہو تا ہے وہ اسے ہی عمل کو پکارتا ہے، اگر عمل جواب میں آجائے تو وہ علم
وہاں ٹھہر جاتا ہے، اور اگر علم کی پکار کے جواب میں عمل نہ آیا تو پھر وہ علم بھی وہاں

سے رخصت ہو جاتا ہے"

اب اس آیت کے تحت جس بات کا علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ
ہے کہ سود کی شناخت و قباحت اور اس کی مہرنت و حرمت کا پورا پورا اور صحیح علم

حاصل کیا جائے اور اس سے مکمل پرہیز کیا جائے نہ کیونکہ یہ ایسی بری لعنت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو عذاب نارسہ سود کے معاملہ میں ڈرایا ہے، کسی اور گناہ پر اتنا نہیں ڈرایا ہے۔ سود کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام۔ تو جس کے پاس اسکے برادر کا ایک کپڑا ہے جس کے ہاتھ میں ایک کپڑا ہے وہ اس کا سود کرے اور اس کو چاہے وہ اس میں بیٹھ جائے۔

اَخْلَعَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَكَ مَتَىٰ عَقِبًا فَمِنْ ذَمٍّ فَإِن مَّا لَمْ يَكُنْ لَكَ فَمِنْ ذَمٍّ فَإِن مَّا لَمْ يَكُنْ لَكَ فَمِنْ ذَمٍّ

اسی طرح اب اس بندہ پر جو میں اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ خطاب ملاحظہ ہو کہ اگر کوئی اپنے اہل ایمان بندوں کو سود بخوری سے منع فرما رہے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے رہے ہیں ساتھ ہی انہیں یہ اسباب بھی دلا رہے ہیں کہ اگر تم ہمارے حکم پر عمل پیرا ہو جاؤ گے تو دوزخ سے نجات پا کر داخل جنت بھی ہو جاؤ گے جو چہ باری سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔

آیت شریفہ میں اہل ایمان کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اے اہل ایمان سود کو دنا چوگت کر کے نہ کھا کرو اس وقت کا دستور یہ تھا کہ ایک شخص کسی دوسرے آدمی سے کچھ مدت کیلئے مال قرض لیا کرتا اور جب ادا سے قرض کا وقت آتا اور وہ ادا سے قرض کیلئے مال نہ رکھتا ہوتا تو اپنے قرض خواہ سے کہتا کہ تم آؤ اور مجھ کو سود دے تاکہ میں اپنا سود بھی برہا لو تو قرض خواہ مدت میں مزید تاخیر منظور کر کے سود اور بڑھا دیتا۔ پھر جب ادا سے قرض کی مقررہ مدت ختم ہو جاتی اور ادائیگی کے لئے روپے اس کے پاس نہ ہونے تو پھر اسی طرح ادائیگی کا وقت اور سود کی مقدار پھر بڑھا دی جاتی، یہ صورت اسی طرح چلتی رہتی یہاں تک کہ سود ہم کا قرض سیکڑوں درہم ہو جاتا۔ یہ صورت تو اس ربوئی ہوتی ہے ربوئیہ رادھا کا سود کہا جاتا ہے جو اسی طرح دوگنا اور چوگت ہو جاتا ہے۔

دوسری صورت ربوئیہ فعل کی ہے وہ یہ کہ دوہم جس چیزوں کی خرید و فروخت ہو اور ایک طرف سے وہ چیز کم ہو اور دوسری طرف سے زیادہ ہو۔ مثلاً ایک ہزار درہم

کو ایک ہزار دس درہم کے عوض فروخت کرے یا ایک کٹل گھوڑوں کے بدلے ڈیڑھ کٹل گھوڑوں خریدے۔ جن چیزوں میں سود کی صورت پیدا ہوتی ہو ان میں سے کسی چیز میں کمی زیادتی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے۔

سود والی چیزیں یہ ہیں۔ سونا، چاندی، گھوڑوں، جو، کھجور اور غنٹ۔ یا وہ چیزیں جنہیں ان کے حکم میں مانا گیا ہو جو کھائی جاتی ہوں اور جن کا ذخیرہ کیا جاتا ہو۔

اس قسم کی تمام بروی (سودی) چیزیں ناپ تول ہی کے ساتھ ہی جاتی ہیں انہیں ہم وزن اور ہم پیمانہ برابر سارہی بخانا اور خریدنا چاہیے۔

ہاں اگر ان کی جنس علیحدہ علیحدہ ہوں تو پھر کمی بیشی کے ساتھ بھی خرید و فروخت ہو سکتی ہے مثلاً چاندی کو سونے کے بدلے خریدنا جائز ہے گھوڑوں کو جو کے بدلے خریدنا جائز ہے تو ایسی صورتوں میں کمی بیشی کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر اتنی شرط ضرور ہے کہ معاملہ اتنا بڑھتا رہتا ہو اور ہمارے ایک ہی مجلس میں لین دین دونوں ہوجائیں کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اِذَا اخْتَلَفَتِ الْاُيُتِمُ اسْتَصْبَحُوا كَيْفَ يَشْتَرُونَ اِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا هَادِا۔ جب جنس مختلف ہوں تو جس طرح چاہو بچو اور خریدو جبکہ دست بدست ہو اس طرح کہ یہ وہ۔

اے اہل ایمان! آپکو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ آج کل کے بینکوں کا سود اس جاہلیت کے سود کے مقابلہ میں زیادہ ظلم اور زیادہ گناہ کا موجب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت میں اور دوسری آیات میں حرام کیا ہے کہ کوئی بینک کا سود نہ ہو اور اگر کاروبار دوسرے جن کے دلوں میں مال کی محبت کے سوا کسی اور کیلئے محبت و شفقت کا مادہ سرے سے موجود ہی نہیں ہے یہ لوگ صرف اپنی قوم ہی کے ساتھ کچھ رعایت کر سکتے ہیں۔ ان کے بینک اگر کسی شخص کو ایک مدت تک کیلئے ایک ہزار روپیہ قرض دیتے ہیں تو اسے اسی وقت ایک ہزار ایک سو گیارہ سو ملکہ لیتے ہیں پھر ادائیگی اگر مؤخر ہو جاتی ہے تو اس کا سود بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ دوگنا چوگنا لگتا رہی نہ زیادہ ہو جائے۔

ربا جاہلیت (جو سود عرب میں نزول قرآن کے وقت بائع و فاعل کی حرمت نازل ہوئی) وہ سود مدت مقررہ کے اندر نہیں بڑھتا تھا بائع مقررہ وقت پر اگر قرض

ادانہ ہو تو بڑھتا تھا۔ اس فرقے سے یہ حقیقت ظاہر ہو گئی کہ موجودہ مذہب و متمدن لوگ سود کے معاملہ میں ان چالیس کے لوگوں سے زیادہ ظالم و سبے رحم ہیں۔ اس لئے یہ سود غلامی و معیت ہوئے ہیں اس سے بڑھا ہوا ہے۔

اس موقع پر کسی صاحب کو یہ خیال نہ آنا چاہئے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں تو سود در سود دو گنا چو گنا سود کھائے تو حرام بتایا گیا ہے جس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر دو گنا چو گنا نہ ہو تو سود میں کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہئے تو سمجھ لیجئے کہ یہ خیال بالکل بے بنیاد اور غلط ہے اسے دل سے نکل دینا چاہئے ایسا بزرگ نہیں ہے۔ آیت نے یہاں جو کچھ بھی ممانعت کی ہے وہ تو اس وقت کی رائج صورت کے پیش نظر کی ہے، سود کی حرمت کا حکم چالیس کے بعد مطلق سود و حرام قرار پایا، چاہے بتھوڑا ہو یا زیادہ ہو۔

حنو راقیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہمارے مذکورہ بالا بیان کا مزید ثبوت فراہم کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "سود کا ایک درہم بھی اگر کوئی شخص جانتے ہو بیعت ہوئے کھالے تاسے تو اس کا گناہ چشتین" اس کے زمانے بڑھ کر ہے :

ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں کہ "سود کے تین دروازے ہیں مولیٰ دروازہ یہ ہے کہ اس کا گناہ یا اس کی برائی اتنی ہے جیسے کوئی شخص ماں کے ساتھ حرام کاری کرے" سب سے بڑا سود مسلمان کو کبے آباد کرنے کے برابر ہے :

لہذا ہر صاحب ایمان کو چاہئے کہ وہ سود سے پرہیز کرے اور اس سے دور رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد رکھے تو اسے سود سے بچنے میں مدد ملے گی۔ آپ نے فرمایا : "سات جگہ کر دینے والی چیز دل سے بچو : دریافت کیا گیا کہ وہ سات چیزیں کیا ہیں ؟ آپ نے فرمایا : خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا، مانا کرنا، ناشائستگی کو قتل کرنا، شہوت کھانا، پانی پھانسا، کافروں سے اسلامی جنگ کے وقت میدان جنگ سے بھاگ جانا، پاکیزہ خوراک پر نہمت لگانا۔

اب سود کے حرام ہونے کی وجہ بھی سمجھ لیں، ان وجوہ سے سود حرام کیا گیا ہے۔ مسلمان کے مال کی مخالفت مقصود ہے کہ ناجائز طور پر کوئی نہ کھائے۔

۲) مسلمان کو متوجہ کرنا مقصود ہے کہ وہ باعزت و زینت معاش اختیار کر کے اپنا مال بڑھائے۔

جس میں وجوہ کہ غریب نہ ہو مشائراعت، منفعت و حرمت اور تجارت کے ذریعہ۔ ۳) ان راستوں کو بند کرنا مقصود ہے جس سے مسلمانوں میں باہم عداوت و دشمنی پیدا ہوتی ہو۔

۴) مسلمانوں کو کھانے پینے کے کاموں اور امور دنیوی کی صورت میں نکالنا مقصود ہے کہ مسلمان اپنی آخرت کو کھانے پینے کے کام میں کسی مالی منفعت کے ذریعہ مسلمان بھائی کو قرض دینا کریں اس قرض لینے والے کا کام ہے اور قرض دینے والے کی آخرت ہے اور ہر چیز میں بہت دیکھ اور ذرا بے حاصل کریں اور یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضامندی کی نیت سے ہو۔ اس سے ایک ناکندہ بھی ہو گا کہ مسلمانوں میں باہم میل جول بڑھے گا اور اخوت و محبت کی روح کو قوت و طاقت ملے گی۔

ہماری ان گزارشات کو یاد رکھنے اور انھیں دوسروں تک پہنچانے کی ضرورت ہے آخر میں یہ بات بھی بھولی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کی مخالفت فرماتے کے بعد تقویٰ اختیار کر کے کچھ کمائیوں دیا ہے اور کس مقصد سے یہ ارشاد فرمایا ہے : "وَالْقَوْلُ ۱۱ ذَلَّ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ"

اس کی وجہ ظاہر یہ نکلا ہوئی ہے کہ چونکہ سود کھانے پر اصرار کرنا آخرت میں برے انجام کا سبب ہے، سود سے عاقبت غراب ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے نفوس کو سود کے اس برے انجام سے ڈرا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے مندوں پر پیچیدہ برہان و توفیق میں اسکے اس لئے کسی اہل ایمان کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دی ہے کہ وہ ناحق طور پر دوسرے مسلمان بھائی کو مال کھائے اور تقویٰ کی توہینیت ہی سے کھائے اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام کا یہ منہ بند ہونا یا کچھ مال کھانا یا برعکس یہاں اور بہن یا بڑوں سے روکا گیا ہو ان سے باز رہے۔ ایسا شخص سود کا مال بھی نہ کھائے گا کیونکہ وہ اپنے تقویٰ شکاری ہو جسے آخرت کی نجات کا مایاں کا امید واسطہ اس نجات کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوزخ سے نجات پا کر جنت کے داخلہ اور اس کی نعمتوں کا مستحق ٹھہرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دیں کہ ہم اس کی اطاعت گذاری کریں، ہم تقویٰ کی زندگی اپن کر آخرت میں فائز و کامیاب ہوں۔ آمین

سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

رکے کی ضرورت نہیں رہی تو ان لوگوں نے بھی وہ مورچہ چھوڑ دیا اور اہل غنیمت جمع کرنے میں وہ بھی لگ گئے حالانکہ ان کے سردار نے انہیں روکا بھی مگر وہ نہ رکے، حضرت نوحؑ اس وقت تک کافر ہی تھے، انہوں نے جب دیکھا کہ پہاڑی مورچہ چلا ہے تو آخر بن لیکر اسی طرف سے پھر پلٹ گئے، ادھر مسلمان اس ضرورت حال سے بالکل ناخلف تھے چنانچہ ملکہ برداشت نہ کر سکے اور جیتی ہوئی جنگ بارگاہ

پہاڑی پر جو لوگ متین تھے، انہوں نے بان بوجھ کر نافرمانی نہیں کی تھی نہ ہی انہوں نے حضورؐ سے اٹھ کر پلٹ گئے، اس حکم پر نہ تو دوسری جان کر نظر انداز کیا تھا بات صرف غلط فہمی ہی کی تھی، انہوں نے جب کفار نہ جانے اور اہل اسلام کو غنیمت سمجھ کر نہ دیکھا تو سمجھ بیٹھے کہ لڑائی جیت لی گئی، وہ یہ بات نہ سمجھ سکے کہ مورچہ پرست ہم لوگ ہٹ جائیں گے تو دشمن ادھر سے پھر پلٹ سکتا ہے۔

آخر وہی ہوا اور کفار دوبار پلٹ آئے اور سخت محرمک ہوا جسے مسلمان برداشت نہ کر سکے اور میدان جنگ سے نکل کھڑے ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جاں نثار صحابہؓ ہی میدان جنگ میں باقی رہ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ندان مبارک شہید ہو گئے، خون جاری ہو گیا، آپ لوگوں کو آواز دے رہے تھے اللہ کی عطا کردہ پاسبان آؤ اللہ کے بندو! میرے پاس آؤ جیسے اللہ فرماتا ہے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ إِنَّكَ أَنتَ بِأَعْيُنِنَا
وَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن دُونِ
أُولَئِكَ لَئِيْلَ مَا كُنْتُمْ
فَعَالِينَ ﴿١٠٠﴾

یہ وہ علم جو اس آیت میں بیان فرماتے ہوئے ہیں یہ یوں سے غم نہ ہے؟ یہ علم ہے کہ جیتی ہوئی جنگ بارگاہ نہ فتح نصیب ہوئی نہ غنیمت حاصل ہوئی، کتنے ہی صحابہ شہید ہوئے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے چار دانت شہید ہو گئے، آپکو بھی غم آئے۔

ان بات میں منافقین کا فتناف سامنے آگیا وہ طرح طرح کی باتیں کر رہے گئے، کوئی کہنے لگا کہ اس پر اسے دین کفر و بت پرستی اور اپنے کافر صحابیوں کی طرٹ لوٹ جانا چاہیے

کافروں کا کہنا ماننا حرام ہے جس کا انجام صرف ہلاکت ہے

سورۃ اہل نذار (آیت ۱۵۰-۱۵۹) اَمْ تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
فَلَمَّا جَاءَ الْغَنَاقَۃَ

یَا بُنَّیَّ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ دَیْلُکُمْ اِلٰی
اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاصْبِرُوْا لِحُکْمِ اللّٰهِ
فَلَمَّا جَاءَ الْغَنَاقَۃَ اَمَّا
تُفْکَرُکُمْ اَحٰیۃً یَّوْمَئِذٍ لِّمَنۡ کَانَ
اِلٰہُکُمْ اِلَّا اللّٰہُ فَاَصْبِرُوْا
لِحُکْمِ اللّٰہِ ۚ اِنَّکُمْ لَعِندَہٗ
مُتَوَكِّلٰتٌ ﴿۱۵۰﴾

تشریح و تفسیر: اے ایمان والو! اگر تم کہنا دے کافروں کا تو وہ تم کو
اے ایمان والو! اگر تم کہنا دے کافروں کا تو وہ تم کو
اے ایمان والو! اگر تم کہنا دے کافروں کا تو وہ تم کو
اے ایمان والو! اگر تم کہنا دے کافروں کا تو وہ تم کو

آیت شروع کالیں منظر سے کہ جنگ امد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے میدان جنگ میں جب مسلمانوں کی صفت بندی فرمائی تو پہاڑ کی ایک گھاٹی پر پھیلے
ہے یہ اندیشہ تھا کہ کفار کہیں پلٹ کر اس طرف سے حملہ نہ کریں آپؐ سے چالیس صحابہؓ کو
تعیین فرمایا کہ تم لوگ کسی بھی صورت میں یہاں سے نہ ہٹنا۔
جنگ شروع ہوئے پر اہل مسلمانوں کا یہ بھاری ربا اور کفار کے قدم اٹھ رہے
وہ لوگ بھاگنے لگے، ادھر مسلمان اہل غنیمت اٹھنا کرنے میں لگ گئے، جو لوگ
پہاڑ پر مقرر تھے انہوں نے بھی کہ لڑائی پوری طرح ختم ہو گئی ہے اور اب مزید

کیونکہ یہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر نبی ہوتے تو خود انھیں کے چچا (حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید نہ ہوتے اور بہت سے صحابہ بھی یوں شہید نہ ہوتے اور یہ خود بھی فحشی ہو گئے، سامنے کے دانت ٹوٹ گئے۔

کسی نے کہا کہ یہ مغیان کے چچا ہوں تھے اور ان کے ساتھیوں سے امان طلب کر لو، اسی قسم کی باتیں ہیں کہ کفر کی طرف لوٹنے میں کچھ ظاہر ہو رہی تھی وہ منافقین کرنے لگے تھے اور خود بآواز کفر کی طرف اپنی کاشور و سب کو دے رہے تھے۔

ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مذکورہ بالا نازل فرمائی اور اہل ایمان کو بہت فرمائی کہ دیکھو! ان کافروں سے ہوشیار رہو چکرنا رہنا انکی باتوں میں نہ آنا اگر کہیں تم انکی باتوں میں آ گئے اور ان کا کبتنا کر لیا تو یہ لوگ تمہیں پھر کافر بنائیں گے اور تمہیں ایسے نقصان میں پڑ جاؤ گے مخلوق پر یقین رکھنا چاہئے کہ تمہارا دلی و دلی اللہ ہے اور وہی سب سے بہتر و دگاہ ہے۔

اس آیت شریفہ اور ہدایت ربانی سے اپنی باتیں منکوم ہوتی ہیں۔

۱۰ پہلی بات تو یہ کہ جبکہ اللہ کے خاتمہ پر جن لوگوں سے کفر سابق کی طرف اور اپنے پرانے سامنے سامنے کافروں کی طرف واپس لوٹنے کا ارادہ کیا تھا وہ سب کے سب منافق تھے جو دل سے مسلمان کہی بھی نہ ہوتے تھے، دل میں کفر چھپے ہوئے رکھتے تھے ظاہر میں مسلمان بنے ہوئے تھے اب جو زمانہ سامنے واقع ہوا تو دل کا وہ چرچہ زور پر آ گیا اور اب انھوں نے یہ خیال کیا کہ اس وقت موقع ہے کہ ان سے مسلمانوں کو بھی اپنے پرانے دین کی طرف واپس پستی کی طرف واپس بلایا جائے اسلئے انھوں نے ان کے سامنے بھی ایسی باتیں شروع کر دیں۔

۱۱ دوسری بات یہ منکوم ہوئی کہ کسی کافر کے کہیں آ جانا اور اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایسا شخص جو ایسی بات مانے گا وہ پھر لازمی طور پر بالکل ہی کفر میں مبتلا ہو جائے گا اور پھر یہی نقصان اور خسارہ میں پڑ جائے گا۔

اور یہ بات صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ ہر زمانے میں کافروں کی بات ماننے کا نتیجہ یہی ہے کہ اس طرح دھیرے دھیرے

مسلمان کفر کے قریب جوتا چلا جائیگا اور آخر کار بالکل ہی کافر ہو جائے گا کیونکہ کافر ایسی ہی باتوں کا مشورہ دے گا جس پر وہ ٹوٹ پل رہا ہے۔ جو کچھ شر اور جو کجی و فساد وہ اختیار کرتے ہوئے ہے اسی کا مشورہ دوسروں کو بھی دے گا۔

۱۲ تیسری بات یہ ہے کہ طاعت و فرمانبرداری جو اہل ایمان پر واجب کی گئی ہے جس پر اہل ایمان کی نجات و خلاص موقوف ہے وہ طاعت تو وہی ہے جو اللہ رسول کے احکام سے متعلق ہو، اللہ رسول نے تو صرف اپنی اطاعت اور اہل اللہ کی اطاعت کا حکم دیا ہے کافروں اور منافقوں کی اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ انکی اطاعت کی ممانعت فرمائی ہے۔ لہذا اہل ایمان کو نہ تو صرف اللہ تعالیٰ سے جاہل کرنے چاہئے جو توحید و تقادد بھی ہے اور عزیز و ولیم اور خیر و مکرم ہے۔ کسی اپنے اور رسول خدا کے دشمن سے مدد چاہنا اسکی پناہ مانگنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے۔ مناسب ہو گا کہ ایک بار سچر آیت مذکورہ کے الفاظ پر نظر ڈال لی جائے۔

آج بھی ضرورت یہی ہے کہ اللہ کے بندے اللہ پر ایمان و یقین رکھیں اور اس کا تقویٰ اختیار کریں اس کے سچے اور حقیقی بندے اور غلام ہو جائیں کیوں کہ ان کا واقعی مولادہی ہے۔

آج اہل ایمان کو اگر کوئی خوف و سراسیمگی ہے یا انھیں پریشانی و معیشت و ذلت و شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سوا سہ چھوڑ دیا ہے! انھیں کافروں کے انکار و خیالات اور انھیں کے طور طریقوں کو اپنایا ہے۔

ہیں پس اس روش کو بدسننے کی ضرورت ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت چاہی جائے وہ خود مدد کرے گا اہل ایمان کو ذلیل نہ ہونے دے گا کیونکہ وہی درحقیقت ان کا دلی و مول ہے۔

لہذا ہر مسلمان مرد و عورت کو یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہئے اور زندگی کے ہر معاملہ میں خدا اور رسول ہی کی اطاعت کرنی چاہئے اور اہل کفر و شرک اور اہل فتناء کی باتوں میں آنے سے مکمل پرہیز کرنا چاہئے یہ اہل کفر چاہے عربی ہوں یا عجمی ہوں قابل اطاعت نہیں ہیں۔

کُفَّارٌ وَمُنَافِقِينَ کے عفاۓہ و معاشرت میں
ان سے مشابہت اختیار کرنا حرام ہے

سورة المؤمن (آیت ۱۵۷) اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتَىٰ فَكُّوْا
عَمَّا لَكُمْ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ مِنَ
إِذَا كُنْتُمْ بُنَاةٍ أَزْوَاجٍ
تُخْرَجُونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَمَا تَشَاءُونَ أَتَىٰ فَكُّوْا
فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ
عَلِيمٌ ۝

تشریح و تفسیر یہ بات آنکھ پر بار بار دلائی جا رہی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ایمان ہی کو جو ہے اس کی بقا پر ایمان کا دوسرے ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات اور دوزخ قیامت اس کی بقا پر ایمان رکھتے ہیں اس کا تقاضا اختیار کرتے ہیں اس کے احکام پر عمل اور اس کی ممنوعات سے پرہیز کرتے ہیں تو یہ شخص اللہ کی رحمت ہے کہ وہ اپنے اہل ایمان پر بندہ کیسے اس بات کو پسند نہیں کرتا ہے کہ وہ اس کے دشمنوں اور خود اپنے دشمنوں اور کافروں و مشرکین اور منافقین کی مشابہت اختیار کریں۔ اسی مقصد سے اس نے یہاں اہل ایمان کو ایمان ہی کے عنوان سے

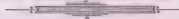
اپنی پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد و نصرت کے طالب ہوں اللہ تعالیٰ اپنا
عہدہ پورا کرے اور اہل ایمان کی مدد کرے اس کا وعدہ ہے۔

اِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا
وَلَيْبَسَتْ اَعْيُنُكَ

اگر تم توبہ کے واسطے لو گے تو وہ تمہاری
مدد کرے گا اور تمہارے قدم جہاد کے کام
لگائے گا۔

اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی طرف صدقِ دل سے متوجہ ہوں اور اس کے وعدہ پر ایمان لائیں اور پھر دوسرے کہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



الشرک راہ میں جان دو۔
چونکہ اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان سے محبت و معلق ہے اس لئے وہ نہیں چاہے کہ اس کے
خاص بندے اس قسم کی حسرت میں مبتلا ہوں جس سے گھٹن کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔
اور اسی وجہ سے ان کافروں کا طریقہ اختیار کر کے اور ان لوگوں کیسی بات زبان پر لائے
سے منع فرمایا ہے۔ اور اگر فقرے میں یہ ارشاد فرما کر کہ اللہ یغنی و یتقنی لا تشبی
زندہ رکھتا ہے اور وہی مانتا ہے) اہل ایمان کو تسلی پہنچانے کی ایک دیکھ کر حیات و
موت اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ ہے اور کیا سبھی تو ہوتا ہے کہ کھرے باہر نکلا ہوا مسافر
عادات سے محفوظ رکھ کر زندہ رہ جاتا ہے اور جو شخص گھر پر اپنے بال بچوں کے بیچ متصادم و
کا کا رہ جاتا ہے (جیسا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ موی ہے) انھوں نے
اپنے گھر میں نہایت ستم و تیر لے لیتے ہوئے حسرت کے ساتھ فرمایا کہ میرے جسم میں ایک
افت بھی نہیں بلکہ باقی نہ ہوگی جہاں تلوار یا نیزہ کی ضرب میرے جسم پر نہ لگی کہ ان میں کہیں
سرموت پر اس طرح مر جائوں جس طرح ڈنٹ (دو ٹی کاٹور) مرنا ہوتا ہے بھل (اٹکھ کر بندہ آئے)
زندگی و موت تو اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار میں ہے اس کے لئے ان کافروں
جیسی باتیں تو حضرت کاسلب نہیں کی لہذا اہل ایمان کو ایسی باتوں سے بھی پرہیز
کرنا چاہئے اور کافروں کی ہر بات میں مشابہت اختیار کرنے سے بچنا چاہئے یہاں تک
کہ ہمارا انداز فکر یا ان کے انداز فکر سے طبعاً ہونا چاہئے تاکہ ہر معاملہ میں مسلم و کافر کا
فرق نمایاں رہے۔

[illegible]

لہذا اہل ایمان کو یہ ہدایت اچھی طرح جان لینی چاہیے اور ان دشمنانِ دین اور دشمنانِ خدا و رسول کو یہ مشابہت سے بچنا چاہیے ورنہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر بھی آ جائیگا جس طرح دوسروں پر آ چکا ہے۔

AL

مخالف کیا ہے اور انھیں اس بات سے روک دیا ہے کہ وہ کافروں و مشرکوں کی مشابہت اختیار نہ کریں۔ وہ فرماتا ہے: اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے کفر اختیار کیا، کیونکہ کفر بے قیاس و قیاس سے زیادہ بڑا گنہگار ہے اس لئے تم کفر و فتناء میں ان لوگوں کی مشابہت نہ اختیار کرنا، اسی کفری سے نظر و فساد اور دوسری بہت سی برائیاں پیدا ہوتی ہیں، انھیں برائیاں ہیں سے ان کافروں کو اپنے بھائیوں سے یہ کہنا بھی ہے جبکہ وہ کسی دنیادی سفر میں مبتلا ہوں اور پھر انھیں سفر میں کوئی مادہ خوف و وحشت و فتنہ کا پیش کیا ہو اور وہ اسی میں مر گئے ہوں یا وہ جہاد و غزوہ کیلئے نکلے ہوں اور قتل ہو گئے ہوں (یہاں پر یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ کافر جن بھائیوں کے متعلق یہ بات کہہ رہے ہیں۔ لوگ دینی و مذہبی حاکمان سے یقیناً انھیں کہہ جاتی تھے کہ وہ سے یہ لوگ بھی کافر ہیں تھے صرف ظاہری طور پر راہرو اتفاق مسلمان بنے ہوئے تھے) ایسے ہی منافقوں کے بارے میں وہ کافر لوگ اپنی مجلسوں میں حسرت و انوس کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ اگر یہ لوگ مسرف جہاد میں نہ گئے ہوتے ہمارے ہی پاس رہے ہوتے تو یہ لوگ اس طرح نہ مرے ہوتے نہ مارے گئے ہوتے۔

ان کی اس قسم کی باتوں کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق یہی ہو گا کہ ان کے دلوں میں حسرت و انوس و رنج و غم کا رز ہو جائیگا اسکے سوا اور کچھ ان کے ہاتھ نہ آئے گا۔
 برحق اپنے ان بھائیوں کے دل سے باہر جانے پر حسرت و انوس ہی کرتے رہیں گے۔
 اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ كَثْرَتُهُمْ وَلَا يَحْزَنُهُمُ الْهَاسِرُونَ﴾
 ہے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے اسی بات سے منع فرمایا ہے کہ اگر ایسی کوئی صورت پیش آجائے کہ تم لوگ ان کا زور جیسی باتیں نہ کیا کرو اور یہی بات دل میں تم لوگ نہ لانا کہ اگر تم لوگ جاؤ میں نہ گئے ہو تو شہید نہ ہوتے۔

انقلابی نے ان کا فریق و منافقین کے ساتھ کسی بھی معاملہ میں مشابہت اختیار کرنے سے روکا ہے یہاں تک کہ دلوں میں اس قسم کے جو خیالات پیدا ہوئے ہیں ان میں بھی زبان پر لگنے سے روکا ہے کیونکہ ایسی باتوں سے صرف حسرت ہی حسرت لاحقہ آتی ہے، حیات و موت تو انہی قسم کے تغیر میں ہے جب موت کا وقت آجائے موت آکر رہے گی جیسے تم اپنے گھر میں بیوی بچوں کے پاس رہو چلے میلان جنگلیں

اٹھارہویں شمار

فلاح کی امید پر صبر و مصابہ

دور

رباط و تقویٰ کا ختم

سورۃ غفران (آیت ۲۴) اَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا سَائِرَ الْمَوَاقِفِ
وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ لَا تَغْيِيرُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا وَضَعُوا ۚ وَلَئِنْ تَدَارَكْتُمْ عَنَ وَجْهِ اللَّهِ فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۚ عَالِمُ الْغُيُوبِاے ایمان والو! خود ہمیکہ روادار (معاذ کلمات میں) ہر
جگہ صبر و استقامت سے کام لو اور مقابلہ دعا کیلئے ہر کس
تیار رہو اور اللہ سے ملنے سے رہو امید کہ کامیاب ہو جاؤ۔

تشریح و تفسیر

جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خطاب و دعاء میں یہ عنوان یہ تکرار رکھنا ہے کہ چونکہ اہل ایمان
ہی ایسے ہیں جنہیں ان کے اللہ کی ذات اور روز قیامت اس سے طاقات پر ایمان
رکھنے کی بدولت ذمہ کہا جاسکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی عنوان
سے خطاب فرمایا ہے کہ ایک زنا، جنہیں ہی یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ جب اسے
پکارا جائے گا تو وہ سنے گا، اس کو کسی بات کا حکم دیا جائے گا تو اسے بچائے گا،
کسی بات سے روکا جائے گا تو رک جائے گا، اس پر انعام ہوگا تو شکر ادا کرے گا
کوئی رنج اور تکلیف پہنچے گی تو صبر کرے گا۔ کافر کو یہ اعزاز نہ ملے گا کہ اسے نصیب
کیونکہ وہ تو سرے سے خدا و رسول ہی کا منکر ہے۔

اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث شریف بھی یاد رکھنی چاہیے
کہ جو شخص (جو مسلمان) کسی دوسرے مذہب والوں کی نقل و مشابہت اختیار کرے
گا وہ انہیں میں شمار ہوگا؛ لہذا جو شخص دیندار اور نیک لوگوں کی مشابہت اختیار
کرے گا وہ نیک شمار ہوگا اور جو بُرے لوگوں کی مشابہت اختیار کرے گا وہ برا ہوگا۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ اس معاملہ میں یہی ہے کہ جو شخص کسی چیز کی رغبت و
خواہش رکھے اور اسی چیز کی کوشش اور طلب کا اظہار کرے تو اسے وہ چیز مل ہی جاتی
ہے اور کسی کے ساتھ تشبیہ و مشابہت اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شخص اس
میں رغبت و دلچسپی رکھتا ہے تو یہاں بھی اعلیٰ مذہب یہی ہے کہ کافروں کے طور طریقے
میں رغبت و دلچسپی رکھ کر اسے ویسا ہی کر دیا جائے اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہ ارشاد صادق آجائے کہ جو کسی قوم کی نقل کرے وہ انہیں میں سے ہے۔
آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى کا لفظ
ہمارے کاموں کو دیکھ رہا ہے کہ ہمیں بروقت غور رکھنا چاہیے اور کفار کے تشبیہ سے
مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



اس تمہید کے بعد اب یہ بات قابل ملاحظہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس آیت میں کن باتوں کی ہدایت کی ہے وہ چار باتیں ہیں جن کے لئے اس جگہ اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے۔

۱۔ صبر ۲۔ صبارہ ۳۔ رباط ۴۔ تقویٰ

اب ان امور کی تفصیل علیحدہ علیحدہ ملاحظہ ہو۔

”صبر“ کا لفظ دین و شریعت کی اصطلاح میں اس معنی میں بولا جاتا ہے کہ جو بات نفس کو ناگوار ہو اس ناگوار بات پر نفس کو چلنے رکھنا۔ اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک صورت تو صبر علی الطاعات ہے کہ اللہ و رسول و راوی الامر (حاکم شرعی) کی فرماں برداری پر اپنے نفس کو چلنے رکھنا۔ انکی اطاعت کی پابندی کرنا۔ دوسری صورت صبر عن اللعاصی ہے یعنی اپنے نفس کو ایسی لذیذ و مغرب چیز سے باز رکھنا جن کے ارتکاب میں خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت ہوتی ہو یہ باتیں چلنے کا اور گفت گو ہوا افعال و اعمال ہوں جو کچھ حرام و معصیت ہو اس سے نفس کو روک رکھنا۔

تیسری صورت صبر علی المآثر ہے۔ اردو میں یہ لفظ عام طور پر اسی تیسری صورت کے لئے بولا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طیر سے جو بار و مصیبت پیش آئے چاہے اسکا سبب گناہوں کی معافی ہو یا درجائت بلند کرنے کیلئے مصیبت و بلا کا نزول ہو انسان اسے برداشت کرے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہے جس کی پہچان یہ ہے کہ اس پر جزع و فزع آئے وہ ادا دیا یا اللہ تعالیٰ کا شکوہ و شکایت نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہتے ہوئے اس کا شکر ادا کرے۔

۲۔ آیت میں دوسری ہدایت مصبارہ کی ہے۔ یہ مصبارہ بھی صبر کی ایک خاص شکل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن یعنی اہل کفر سے مقابلہ و مقابلہ کے وقت میدانِ جہاد میں ثابت قدم رہا جائے اور چونکہ اس کا موقع دشمن کے سامنے آتا ہے لہذا یہ صبر کے مقابلہ میں بڑھا ہوا ہے کیونکہ یہ دشمن صابر کے مقابلہ میں ہوتا ہے اور دشمن بھی صابر ہے اور اہل ایمان بھی صابر ہیں ان میں سے جو بھی اس مقابلہ میں ثابت قدم نہ رہے گا وہ مات۔

اور کامیابی اسی کے لئے ہے جو زیادہ دیر تک صبر کا مظاہرہ کرے۔

مصبارہ کی یہ حقیقت اور اس کا صحیح مفہوم فرہین عارف کے اس شعر سے بخوبی ظاہر ہو جائیگا جو اس نے اپنی شکست کی مندرت کرتے ہوئے کہا ہے۔
 ہم نے انھیں (اپنے مقابل کے لوگوں کو) موت کے پیالے پلائے اور انھوں نے ہم کو پیالے لیکن وہ لوگ موت کے سامنے زیادہ ثابت قدم رہے۔

۳۔ آیت میں تیسری ہدایت عبارتِ رباط اور رباط کیلئے ہے۔ یہ عبارتِ رباط دو نوں ہی لفظ (بابِ مقابلہ کے) مصدر ہیں، شریعت کی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے مسلمان خود جنگی گھوڑے، جنگی سامان، اسلحہ کے ساتھ اسلامی سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت کیلئے ان سرحدوں پر موجود رہیں جہاں سے اندیشہ ہو کہ کفار مسلمانوں کے شہروں پر چڑھ کر دیکھیں، یہ سرحدیں عام طور پر سرحدوں کے ساحل یا ملک کے دور دراز کے خالی مقامات پر ہوتی ہیں، اسی طرح ایسے ہی مقامات پر یہ سرحدیں دشمنوں کے علاقے میں بھی ہوتی ہیں جو اسلامی حکومتوں سے متصل ہوتی ہیں جس کی وجہ سے ایسے مقامات پر جو کسی اندرونی ہوتی ہے۔ یہ رباط کا حکم فرض کفائی ہے اگر اسلامی حکومتوں میں کچھ مسلمان سرحدوں کی حفاظت کرنے نہیں تو بقیہ دوسرے لوگوں پر رباط کا حکم واجب نہ ہو گا کیونکہ یہ رباط بھی جہاد ہی کی طرح ہے۔ اس کام کیلئے امام جے مقرر کرے گا وہی متین ہو جائے گا۔

اسی رباط ہی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد سورۃ انفال میں آیا ہے،

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ | اور تم کو جو جہاد تکمیل کر سکتے ہو رباط کی قوت اور سرحد کی حفاظت کرنا کیلئے فوج جبب عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ | جن کے وہ دین و دنیا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ کر لو۔

دین اسلام میں اس رباط کی بڑی فضیلت آئی ہے بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن کی سرحدی حفاظت و جو کسی جو اللہ کے لئے ہو نہ دین اور دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ اور مسلم نے حضرت انس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن رات کی حفاظت ایک مہاجر کے رشتہ

اور غلابہ جیسے بہترین آدمیہ کہ اگر کوئی شخص سرحد کی مخالفت کے دوران انتقال کر جائے تو زندگی میں وہ سرحدی مخالفت کا جو کام کرتا تھا وہ موت کے بعد بھی اسکے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے گا اور اس کے گھر والوں کے لئے روزی کے دروازے کھلے ہیں گے اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

یہ بات یہاں پر بھائی چاہئے کہ اسلامی فوج کو بھی تمام دینی احکام کی پابندی ضروری ہے وہ نہ صرف اس وجہ سے کہ وہ دفاع میں مشغول ہیں دینی احکام سے مستثنیٰ نہیں قرار پائیں گے۔ انہیں بھی چاہئے کہ وہ اپنی چھاتیوں اور پاکوں میں نماز کی پابندی کریں کسی فرض و واجب کام کو ترک نہ کریں اور مکروہ و حرام کام کے ارتکاب کرنے کے معاملہ میں احتیاط سے رہیں گے اور اس کے بعد وہ سرحدی مخالفت کی نیت سے ربا کا فائدہ انجام دیں گے تب ہی وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مرا لیا شام ہوں گے اور ان انعامات کے مستحق ہوں گے جو آپر کی حدیثوں میں بیان ہوئے ہیں۔

۳۔ آیت شریفہ میں چوتھی ہدایت تقویٰ سے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب شدید اور عذاب الیم سے دل میں خوف و خشیت پیدا ہو جائے جو بندے کو اللہ و رسول کے احکام کی پابندی پر آمادہ کرے اور بندہ ان باتوں پر عمل پیرا ہو جن کا حکم دیا گیا ہے اور ان باتوں سے پرہیز کرے جن سے روک دیا گیا ہے، روح و خوشی ہر حال میں تقویٰ ملو گا یہ کیونکہ یہی تقویٰ ہی وہ چیز ہے کہ اس تقویٰ اور ایمان کی بدولت بندہ کو خدا تعالیٰ کی ولایت و دوستی کا مقام حاصل ہو تا ہے اور اس ولایت کے بعد اس سے بڑھ کر اعلیٰ اور اونچا مقام کوئی دوسرا کیا ہے، اولیاء اللہ ہی وہ لوگ ہیں جنہیں خود دنیا میں کوئی خوف و غم ہو گا نہ آخرت میں، انہیں دنیا میں بھی بشارت ملتی رہے گی اور آخرت میں بھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان بدانتوں پر عمل کرنے والے کیلئے فلاح و کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے وہ کامیابی یہی ہے کہ انسان کو دوزخ سے نجات حاصل ہو اور جنت میں داخل ہو جائے۔ ان ہمارے مور کی پابندی پر کامیابی حاصل ہونے کا راز یہ ہے کہ ان پر عمل کرنے کی وجہ سے نفس کا تزکیہ و تطہیر ہو جاتی ہے، نفس گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہوتا

ہو جائے اور جب نفس کو طہارت حاصل ہوگی تو وہ جنت میں داخل کی کامیابی کا حصول ہو گیا اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش نظر رکھیں فرمایا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهُ وَ أَذْهَبَ غَیْبَهُ فِی سَعَادٍ | وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو تزکیہ کیا اور وہ شخص حرم و ناموس پر اپنے نفس کو اوروہ نکال دیا۔

اور کامیابی کی حقیقت سمجھنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو یاد کیجئے فرمایا ہے،

مَنْ زَكَّاهُ فَزَكَّاهُ ثُمَّ مَوْتٌ كَامِرٌ | ہر شخص موت کا مزہ چکے وہ اسے اور نکال دے گا تو کوئی اچھوڑ کر کہہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے فضل سے

زکوا ہو گے اور تم کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور تم کو جنت میں داخل کر دیا گیا

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهُ وَ أَذْهَبَ غَیْبَهُ فِی سَعَادٍ | وہ کامیاب ہو گیا اور یہ دنیا کی زندگی بھر کی

راہِ مستقیمہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔

آخر میں یہ بات پھر یاد کر لی جائے اور اسے کسی حال میں فراموش نہ کیا جائے کہ

اللہ تعالیٰ اسی کا دوست ہے جو اس سے دوستی رکھے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُہٗ



انیسویں نذر

عورتوں کو میراث سے محروم کرنیکی حرمت
اور اس بات کی حرمت کہ انھیں روکے
رکھو جب تک کہ ان سے مہر میں دی ہوئی رقم

میں سے کچھ وصول نہ کر لو

=====

سورة النساء (آیت ۷) ﴿وَمَا يَنْبَغِي لِلرِّجَالِ مِنَ الْمِيرَاثِ﴾

بِأَيْهِمَا الْبَيْنَيْنِ أَمْثَلُ الْأَخْيَرِ لَمْ يَنْبَغِي لِلرِّجَالِ مِنَ الْمِيرَاثِ
مَرْثُ الْوَرَثَةِ كَمَا أَنَّ الْمَرْثَ لِلْمَرْثَةِ وَالْمَرْثَةُ لِلْمَرْثَةِ
لَيْسَ فِيهِمَا بَيْنٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ
أَنْ يَكُونَ مِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ مِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ
وَمِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ مِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ
يَكُونُ مِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ مِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ
مِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ مِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ
مِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ مِيرَاثٌ لِلْمَرْثَةِ

تشریح و تفسیر

اس آیت شریفہ کا شان نزول یہ ہے جیسا کہ امام بخاری نے
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا
ہے کہ اس وقت کفار کا معاشرہ یہ تھا کہ جب کوئی اپنی بیوی چھوڑ کر مرنے والا ہو تو اس مرد کے

اولیاء واقعہ یہ اس عورت کے مقدار ہو جاتے پھر ان میں سے اگر کوئی نکاح کرنا چاہتا تو
خود نکاح کر لیتا اور اگر چاہتا تو کسی دوسرے سے اسکا نکاح کر دیتا اور ایسا بھی ہو کہ
خود نکاح کرتے نہ دوسرے کے ساتھ نکاح کرتے بلکہ یوں ہی اس کے مقدار و مالک
ہوتے رہتے عورت کے خاوند والوں کا کوئی حق نہ ہوتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْبِلُوا لَكُمْ ذُلًا﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو مخاطب فرمایا اور انھیں باجائیت کے اس طریق
معاشرت سے روکا ہے جو ان میں متعارف تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی چھوڑ کر مر جاتا
تو وہ بیوہ اپنے بڑے بیٹے کی میراث بن کر اس کے حصہ میں آ جاتی۔ اور یہ صورت اس
بیوہ کو بہت ناگوار ہوتی تھی مگر معاشرہ سے مجبوری ہوتی پھر وہ لڑکا لگا کر چاہتا تو خود
نکاح کر لیتا یا اس کا نکاح دوسرے کے ساتھ کر دیتا اور اس کا مہر اپنے لئے وصول
کر لیتا۔ یا یہ کرنا کہ اسے یوں ہی روک دیتا یہاں تک کہ اس کے باپ جو مہر سے دیا
تھا اس سے واپس لے لیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے باجائیت کا یہ ظالمانہ طریقہ میراث اہل ایمان کیلئے حرام فرمادیا کہ
”اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ بات جائز و حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں کو زبردستی
(اپنے باپ کی) میراث بن کر ان کے مالک بن جاؤ؟“

اس حکم کے بعد یہ صورت ہو گئی کہ جب عورت کا شوہر مر جائے تو اس عورت کو
شوہر کی میراث میں سے حصہ ملے گا، اگر والدہ الی ہے تو کل ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے
والدہ سے تو کل ترکہ کا پونچھواں حصہ ملے گی مقدار ہوگی اور اسے مدت ختم ہونے تک
(یعنی چار مہینے دس دن تک) شوہر کے مکان میں رہنے کا بھی حق ہوگا اس مدت
میں وہ اپنی عدت واپس پوری کرے گی، اس کے بعد جہاں چاہے جلی جائے۔

آیت شریفہ میں جہاں عورت کو میراث بنانے اور اسے میراث نہ دینے کی مخالفت
کی گئی ہے وہیں اس بات سے بھی روکا گیا ہے کہ انھیں یوں ہی قید کر کے روکے رکھا
جائے، اس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ عورت کی بیضرورت یا بدظنی کی وجہ سے اپنے پاس
یوں ہی روکے رہتے اور پھر اسے تنگ کرتے اور تکلیف دیتے تاکہ وہ کچھ روئے ہے یہ
دیکھ کر خود ہی اپنا بیچا بچہ اسے پھر بے طلاق دیدے۔ اس صورت کیلئے فرمایا کہ انھیں

محض آیت سے نہ روکے رہو کہ جو کہ انہیں مہر دیا ہے اس کا کچھ ان سے تم واپس لے لو مگر
یاں اگر وہ واقعہ کوئی ناشائستہ حرکت کو پیش پاؤں رازی کیا کریں تو ایسی صورت
میں اس بات کی گنجائش ہے کہ انہیں ان باتوں کی مداخلت تکلیف دی جائے اور
انہیں مال و دیگر جان بچھڑا کر بیٹھ کر رہ جائے۔

اس کم و ہایت کے بعد انہیں قبل سے پہلے ایمان کو ایک ایسی بات کی تخلیق دی
ہے جس کے ذریعہ نہ زمین چین کی زندگی گزار سکتے ہیں اور نہ فرمایا وہ عارضی و موقت
بالعقل و فہم جو صاحب ایمان کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ احسان اور حسن سلوک
ہی کا معاملہ کرے کسی قسم کی بدسلوکی اور بد اخلاق کے ساتھ پیش نہ آئے نہ زانیہ بد
اخلاق ہی نہ برتاؤ و سلوک میں بد اخلاق ہو۔

اور اگر باقرض کسی مؤمن کو اپنی بیوی سے ناگواری و کراہت محسوس ہوتی ہو تو
اس صورت حال پر مہر کرے، جلدی سے طلاق نہ دیے ممکن ہے اس مہر کے نتیجہ
میں اللہ تعالیٰ کوئی خیر کی صورت نکال دیں اور بیوی کی موجودگی ہی میں بھلائی
نکل آئے مثلاً اسی بیوی کے ذریعہ کوئی ایسی اولاد نصیب ہو جائے جو نافع ثابت ہو یا
خود شوہر کے دل سے وہ کراہت اور ناگواری دور ہو جائے اور زمین میں رشتہ نمودت
و محبت قائم ہو جائے۔

یہی بات آیت کے آخری فقرہ میں ارشاد فرمائی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد
بالکل صحیح و صادق ہے، یہ اس کا لطف و احسان ہے کہ اس نے اپنے مؤمن بندوں کو
حسن معاشرت کے ایک بہترین و درزیں اصول کی ہدایت فرادی جس میں ایمان
واہوں کی خیر و صلاح کا راز پوشیدہ ہے۔

آیت شریفہ میں جو ہدایت فرمائی گئی ہے یہی ہدایت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس ارشاد میں بھی کی گئی ہے کہ امام مسلم نے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان بیوی سے دل میں نفرت نہ رکھا کرے اگر اسے اس کی
کوئی عادت ناگوار نہ پسنند ہے تو اس کی کوئی دوسری عادت پسند بھی تو ہوگی کہ چونکہ
بالکل ہی بدلتوں کا مجموعہ تو کوئی بھی نہیں ہوتا،

اب ان آیات میں جن ہدایات کی تسلیم دی ہے ایک نظر میں اسے دیکھ لیا جائے۔

۱۔ اس آیت سے جاہلیت کے اس ظالمانہ ردواج کو بالکل غلط سمجھا دیا کہ شوہر کے مرنے
کے بعد بیوی اس کے بڑے لڑکے کو دیدی جائے اور وہ اس کا مالک بن کر جو چاہے کرے۔
۲۔ بیوہ کو پیسہ دیا ہوا مہر واپس لینے کے لئے اسے یوں ہی روکے رکھا جائے اور خوب
تنگ کیا جائے تاکہ کہ وہ رقم واپس کر سنے پر مجبور ہو جائی تھی، اس ظلم کو بھی ختم کر دیا گیا۔
۳۔ مؤمن کو اس بات کی اجازت دیدی گئی کہ اگر اسے اپنی بیوی کے اخلاق پسنند
ہوں تو وہ اس سے کچھ بدل و معاوضہ لیکر طلاق دے سکتا ہے۔

۳۔ لفظ "عسلی" عربی زبان میں ترقی (توقع و امید) کے معنی کیلئے بولا جاتا ہے اور
وہ متوقع چیز یا متوقع بات کبھی ہوتی ہے کبھی نہیں بھی ہوتی لیکن یہ لفظ "عسلی" غرضی
کے کلام میں جسکے لئے آتا ہے وہ بات بلا تاخیر و تورا پلیر ہو جاتی ہے۔

اسی لئے ہم آیت بالا میں "عسلی" کا لفظ دیکھتے ہیں تو یہاں سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے جس غیر کے لئے "عسلی" کا لفظ استعمال فرمایا ہے وہ غیر ضرر و مل کر رہے گا۔

لہذا صاحب ایمان کو بھی یقین دہانہ ہوئے بیوی کی ناگواری پر صبر ہی کرنا چاہئے
بھروسہ نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کراہت و ناگواری کو دور فرما دینگے اور اسی بیوی کو
رفضا و محبت کا محل اور خیر کثیر کا ذریعہ بنا دینگے۔

وَالْعَدْلُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مومنوں کا مال ناجائز طور پر کھانا

اور

ناحق قتل کرنا حرام ہے

سورة نساء آیت ۷۹

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ

بِغَيْرِ حَقٍّ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال
بغیر حق کے نہ کھاؤ۔
ناحق طور پر کھانا زبردستی نہیں چاہیے۔
کون تجارت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور نہ کہ
دوسرے کو قتل بھی کر دے۔

تشریح و تفسیر

ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس خاص غرض خطاب کا یہ بخیر خاص ہر وقت اپنے ذہن میں
تازہ رکھیں کہ: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اے خدا کے خطاب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جن اہل ایمان
کو خطاب فرمایا ہے اس سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کو اپنا پروردگار اور
اسلام کو اپنا دین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی و رسول مانتے ہوں کیوں کہ
اپنے ایمان کی بدولت وہی لوگ اس بات کی اہلیت رکھتے ہیں کہ انھیں کسی علم کا
مکلف و پابند اگر بنایا جائے تو ان احکام پر عمل پیرا ہو جائیں گے جن کا انھیں علم دیا
گیا ہے اور جن باتوں اور کاموں سے انھیں روک دیا گیا ہو گا اس سے رک جائیں گے
اور یہی وجہ ہے کہ اس ایمان نے انھیں کمال حیات سے بہرہ ور کر دیا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی طرف توجہ فرمائیے! اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو خطاب فرما کر
انھیں اس بات سے روک رہے ہیں کہ وہ ایسے نہیں ایک دوسرے کا مال ناجائز و ناجائز
طور پر کھائیں کریں۔ جائز اور حق مال کی صورت میں یہ ہیں کہ وہ مال میراث میں ملا ہو یا تجارت
سے فائدہ میں حاصل ہوا ہو یا کسی دھندکاری اور ہنر کو جسے ملا ہو یا کوئی مسکین و فقیر جو
اور اس کی فقیہی و مسکینی کی وجہ سے اسے صدقہ میں دیا گیا ہو یا اس مال کے دینے
والے کے ذمہ اس مال کی ادائیگی شرعاً واجب ہو جیسے بیوی بچوں اور والدین کا نفقہ جو
انھیں دیا جاتا ہے یہ سب طریقے مال حاصل ہونے کے بالکل حق اور درست ہیں ان
طریقوں سے حاصل شدہ مال کھانا درست ہے۔

آیت میں ناسخ مال کے حق کھانے کی ممانعت ذکر کی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے
کہ عام طور پر اہل ناسخ طور پر کھایا جاتا ہے ورنہ ممانعت و حرمت عام ہے۔ ناسخ مال
کا کھانا جس طرح حرام ہے کسی کی چیز ناسخ طور پر برتنا اور کام میں لانا بھی حرام ہے ناجائز
زمین پر مکان بنانا، ناسخ کسی کے مکان میں رہنا، کسی کی سواری سے کام لینا، کسی کا
لباس پہننا یہ سب حرام ہے۔

حق مال تجارت کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت سے خارج اور مستثنیٰ کر دیا ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لَا تَنْهَوْنَهُمْ عَنْ تِجَارَتِهِمْ** یعنی جب تجارتی
رہنمائی یا بہتے تجارت ہو اور اس تجارت کے ذریعہ وہ دوسرے کا مال حاصل کر، تو اس
طرح دوسرے کا مال لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ تجارت میں یہ صورت تو اکثر
پیش آتی ہے کہ کسی شخص نے دوسرے سے ایک بکری دس روپے میں خریدی اور
پھر اسی بکری کو تین روپے میں بیچ دیا یا کوئی مکان ایک لاکھ میں خریدا اور پھر وہی
مکان نو لاکھ میں بیچ دیا۔ ایسی صورتوں کا کوئی کئے والا یہ نہ کہے کہ اس شخص نے
اپنے بھائی کے دس روپے یا بیچا اس جزا روپے کھائے کیونکہ اس سے وہ بکری دس
روپے کی جی جی جی جی اس سے وہ بکری بیس بیس کی جی جی جی دس روپے تو اس نے ناسخ
لے لیں۔ اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال تجارت کا نفع حلال کیا ہے
وہ حق ہے ناسخ نہیں ہے۔ ہاں اگر اس شخص نے بیچنے والے کی مرضی کے بغیر وہ بکری
دس روپے میں لی جی جی تو اس صورت میں وہ نفع جائز نہ ہو گا چاہے وہ نفع کسائی کم ہو

۲۔ غش و حوک اس کی صورت یہ ہے کہ بیچنے والا کوئی ایسا سامان فروخت کرے جس میں کوئی عیب و زانیہ نہ ہو مگر ظاہر میں یہ بھی بیچنے والا بھی اس سے بے خبر تھا۔ یہ صورت ایک بار پیش آ چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ کے بازار

حالت نشہ میں نماز پڑھنا، حالت جہالت میں نماز پڑھنا، مسجد میں کھڑا بھی حرام ہے، معذور کو نیلے تیمم جائز ہے

سُورَةُ نَسَاءٍ (آيَاتُ ٢٤)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ كَمَا تَقُولُونَ
فَصَلُّوا وَاتَّقُوا اللَّهَ كَمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ
مَا تَقُولُونَ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ
سَيُجِيبُكَ عَنْهَا اللَّهُ إِنَّهُ يُجِيبُ عَنْ
مُؤْمِنِيهِ أَنْ يَقُولَ اللَّهُ تَعَالَى
مَنْ لَكُمْ مِنَ الْعَالَمِينَ أَنْ يُقَالُوا اللَّهُ
أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ
طِبِّبْنَا فَاسْأَلُوا بِذُنُوبِكُمْ وَأَنْتُمْ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا

اے ایمان والو! ایسی حالت میں کہ تم خدا کی طرف سے
ہو سنانے کے قریب نہ جاؤ (نہا زنیہ) ہو چکا کہ
(ہو میں سے آج) جسے گویا کہ تم نماز میں غافل
ہو اور جب جنات کی حالت میں ہو دیکھیں (نہا زنیہ)
مگر یہ کہ تم مسافر ہو جب تک تم فعل کر لو اگر گرم
مراغی ہو یا سفر میں ہو یا تم سے کوئی نفع یا عبادت
کرے یا ہو یا عیال سے مباشرت کی ہو اور تم کو
پانی نہ ملے یا ہو تو تم کو نہ پانی نہ ملے
جس میں ہو اور ایسے باتوں پر لینا اور شرفائی
حالت کر کے وہ غافل نہ رہو۔

تشریح و تفسیر | اللہ تعالیٰ نے اس نادر ایمانی میں اہل ایمان کو مقدر و احکام کی تعلیم دی ہے جن کا جاننا اور سیکھنا واجب ہے۔

ہمارے اہل ایمان بھائیوں کو محکوم ہونا چاہئے کہ قتل کا یہ گناہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ کفر و شرک کے سوا کوئی اور گناہ اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔

آخر میں یہ بات بھی کہہ دی جائے کہ گناہ کے گلوں میں خود کشی کا جو طریقہ پھیل چکا ہے اس کا اثر اشد ہے۔ ملکوں پر بھی پڑ رہا ہے اور یہ سلسلہ وہاں بھی شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے ہم سارے گزرواؤں کے لئے حذر و تعلیم کی زبان فرماتی ہوئی کہ خود کشی نہ کرے۔ اس لئے فرمایا کہ جو شخص کسی ذریعہ سے خود کشی کرے اسے جہنم کے ساتھ اسے قیامت میں عذاب دیا جائیگا۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص لوبہ (تکوار و فتنہ) کے ذریعہ خود کشی کرے اسے قیامت کے روز زندہ اسی لوبہ کے ساتھ لاکر دوزخ میں ہمیشہ ہمیش کے لئے ڈال دیا جائیگا۔

آپ نے فرمایا کہ جو شخص نہرِ حکار کو دکھائی کرنا ہے تو قیامت کے روز نہرِ نیر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اسے پئے گا۔ دوزخ میں ہمیشہ ہمیش کیلئے ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ جو شخص پہاڑ پر سے گر کر جان دے گا تو وہ اسی طرح دوزخ کی گہرائی میں پہنچے گا۔

ہیں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتی چاہئے کہ ہم مسلمانوں کو کمال کھائیں یا ناقص
قل کریم اللہ تعالیٰ تو ہم پر بہرمان ہیں ایسی وجہ سے جو چیزیں حرام کرنے کے
لائق نہیں وہ حرام فرمادیں۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تشریح و تفسیر

اُشدّ قبالے سے اس نظام ایمانی میں اہل ایمان کو متعدد احکام کی تعلیم دی ہے جن کا جاننا اور سیکھنا واجب ہے

آئینہ سلو نہیں وہ احکام ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ آپ حضرات پہلے اس آیت شریفہ کے الفاظ ذہن میں محفوظ فرمائیں اس کے بعد ان فقہی احکام کو ہمیں سیکھیں اور دوسروں کو سکھا کر آسمان والوں کی نظر میں "عظیم شخصیت" ہونے کا شرف حاصل کریں۔ امام مالکؒ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص دین کا علم یکے بعد دیگرے اس پر عمل کرنا ہے اور دوسروں کو بھی وہ علم سکھائے تو اسے آسمان میں عظیم کبر کرپکارا جائیگا ہے اب وہ احکام ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں،

۱۔ نشہ کی حالت میں نماز کی ادائیگی حرام ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نشہ کی چیز کھانا پینا حلال ہے بلکہ ہر نشہ آور چیز بھی حرام ہے۔ یہ آیت اس وقت سے تعلق رکھتی ہے جب شراب پورے طور پر سرمہ میں لگی تھی یہ حکم اب باقی نہیں ہے تاہم اس لحاظ سے آیت کا حکم باقی بھی ہے کہ اگر کوئی شرابی جواب بھی شراب پیتا ہو، اگر وہ نشہ کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز ادا نہ کرے جب تک نشہ کا اثر باقی رہے۔

۲۔ آیت میں دوسرا مسئلہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص حالت جنابت میں وضو کرے یا غسل نہ کرے نماز چارے جنابت کی حالت میں نماز حرام ہے اور یہی حکم غرض نماز والی غرضوں کا بھی ہے کہ جب تک پاکی کا غسل نہ کر لیں نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور اگر پانی نہ مل رہا ہو یا غسل سے بیماری کا خطر ہو تو غسل کی جگہ تیمم کر لے تب نماز پڑھے اسی طرح ان مذکورہ لوگوں کا مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے ہاں اگر گھبراہٹ سے کسی مسجد میں سے گزرنا پڑے تو گھر سے گھر کے بیٹے یا بھائی یا بھتیجے کے ساتھ گزر جائے۔

۳۔ تیسرا حکم مستقل طور پر تیمم کے لئے وضو اور مسافر اور ایسا شخص جس نے وضو نہیں بھی طریقت سے ٹوٹ گیا ہو وچٹا ہوا یا خون کرنے، درمچ خاؤں ہونے یا کہیں سے خون نکلنے کی وجہ سے) یا جس کو جنابت ہو گئی ہو احکم کی وجہ سے یا سبابت کی وجہ سے۔ یہ لوگ اگر انھیں پانی میسر نہ ہو (ایک میل کی دوری تک پانی نہ ملے) تو یہ لوگ اپنے وضو یا غسل کی ضرورت کو کھینچ کر تیمم کر لیں اسکے بعد وہ مسجد میں بھی داخل ہو سکتے ہیں

اور نماز بھی پڑھ سکے ہیں۔

۴۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرنے والا اپنی دونوں ہتھیلیاں بسم اللہ کہتے ہوئے پاک مٹی پر رکھے، مٹی نہ ہو تو قدرتی پتھر پر تیمم کر سکتا ہے (سنت سے بنایا ہوا مصنوعی پتھر نہ ہو) اس کے بعد اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے چہرہ پر پھیرے اور پھر دوبارہ وہ دونوں ہتھیلیاں مٹی یا پتھر پر رکھے اور انہیں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لے۔

ان احکام کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر رحمت و شفقت کا اظہار یوں فرمایا ہے: **وَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا**

یہ آیت ان لوگوں کے معاملہ میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے نشہ کی حالت میں نماز پڑھ لی تھی اور نماز میں سورہ کافران غلط طور پر پڑھ گئے تھے۔ یہ صورت قابلِ مزا نہ تھی مگر آئندہ کہتے اس سے روک دیا گیا اور انکی یہ غلطی معاف فرمادی گئی جو بے ارادہ ہو گئی تھی۔

اب یہاں پر غسل کا طریقہ بھی بتا دیا جائے، وہ یہ ہے کہ ناپاکی کا غسل اس طرح ہو گا کہ پہلے بسم اللہ کہہ کر اور پاک ہونے کی نیت و ارادہ سے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر پانی بہا لے اس کے بعد دونوں شرٹھا میں پاک کرے، پھر ننانک کے دھونکے طرح دھونکے یعنی تین بار دونوں ہاتھ دھوئے، تین بار لکی کرے پھر تین بار ناک میں پانی دیکر ناک صاف کرے پھر تین بار چوہر دھوئے پھر تین سمیت دابنا ہاتھ دھوئے پھر وہاں ہاتھ دھوئے پھر سر اور گردن کا غسل سمیت مسح کرے پھر نئے تک دابنا پر پھر وہاں پر تین تین بار دھوئے یہاں تک دھو ہوا۔ پھر جس کے سر پر بال ہوں دونوں ہتھیلیوں سے بالوں کا غسل کرے پھر تین بار چوہر دھوئے۔ دونوں کان اندر باہر دھوئے پھر تین کان دابنا ہاتھ (دائیں کوٹ) قدموں تک دھوئے پھر اسی طرح بائیں کوٹ اس طرح دھوئے کہ پورے جسم پر پانی پہنچ جائے ذرا سی جگہ بھی نکلی نہ رہے۔

آخر میں جناب کے بارے میں بھی بتا دیا جائے کہ جناب کے کہتے ہیں، مرد و عورت جب مباشرت کریں، یا خواہ میں احکام ہو جائے تو یہ جناب ہو گئے۔ ان کی اس ناپاکی کی حالت کو حالت جنابت کہتے ہیں۔

بائیسویں نذر

اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اؤلی الامر
حاکم شرعی کی اطاعت فرض ہے
نزاعی معاملات میں کتاب سنت کے
ذریعہ فیصلہ ہونا چاہیے

سُورَةُ نَسَاء (آیت ۵۹) اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا
اللّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي
الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ
فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ
الرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ
بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَذَرُوهُ
حَكْمًا وَ أَسْخِرُوا بَيْنَكُمْ
وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُتَنَازِعِينَ

اسے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کہنا پڑا اور رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا پڑا اور تم میں جہاں حکومت
ہو ان کا بھی کہنا پڑا۔ پھر اگر کسی معاملہ میں تم
ایک دوسرے سے تفرق ہو کر اس کو کتاب اللہ اور
سنت رسول کی طرف سے تفریق کر دیا کرو اگر تم اللہ پر
اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ طریقہ دنیا
میں بھی بہتر ہے اور آخرت میں بھی ان کا انجام
خوش تر ہے۔

تشریح و تفسیر

یہ بات ہمارے اور آپ کے لئے باعثِ فخر و موجبِ شکر ہے
کہ ہم آپ اس آیت میں آئی ہوئی نداء کے مخاطب بننے کے
اہل قرار پائے اور اس اہلیت کا سبب ہمارا ایمان ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور

آیت میں ناطق کا لفظ آیا ہے تفصیل مبحث کی ہے۔ جہاں جائے وہ جگہ غائب کیا گیا ہے۔
اسی طرح آیت میں "وَأَطِيعُوا" کا لفظ آیا ہے جس سے یہاں مباشرت مراد ہے بطور
کتاب یہ لفظ بول گیا ہے۔

ان باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ آگے پیچھے سے جو کچھ بھی نکلے اس سے وضو ٹوٹ
جاتا ہے، سونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ۔ جو شخص پانی (قدر ایک میل) نہ لے کر جو سے یا پانی کو تھوڑے ہی ذرا صاف
ہے لیکن راستہ میں کوئی قطروہ یا بارش کا چھینکا ہو تو اس سے تیمم کر لیتا ہے وہ اس
تیمم کے ٹوٹنے تک اس سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص جسے پانی نقصان
کرنا ہو وہ بھی تیمم ٹوٹنے تک اس سے نماز کی نذر پڑ سکتا ہے۔

معدود شخص جس کا وضو برقرار نہ رہتا ہو پیشاب کے قطرے آتے ہوں تو ایسا
شخص ہر نماز کا وقت ختم ہوئے پر دوسری نماز کیلئے نازہ وضو اور تازہ تیمم کرے گا۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



معمور اور حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی و رسول، اور اسلام کو اپنا دین و مذہب مانتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی بقیم تمام ایمانیات پر بھی ایمان و یقین رکھتے ہیں دایمی جملہ طاعتوں، جملہ کتاب سماوی، تمام انبیاء کرام اور وقتی قیامت اور خدائی فیصلہ و تقدیر پر بھی ہمارا ایمان ہے)

آپ ابھی یہ نہ سمجھ سکے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم مبارک میں اپنے اہل ایمان بندوں کو کیوں نڈا دی ہے؟ تو جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں دو نہایت ہی مہتمم باتوں پر دایات کیلئے نڈا دی ہے جن کے ساتھ ہماری سعادت و ابرین وابستہ ہے۔ پہلی ہدایت قرآن و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے جو شرعی حکم ہوں انکی اطاعت سے متعلق ہے، انھیں کے ذیل میں دینی علماء و حق کی اطاعت بھی آجاتی ہے۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ اختلافی و نزاعی امور کا فیصلہ کتاب و سنت کے حوالہ کر کے اسی کے مطابق ہونا چاہئے۔

اب ہم یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کی اطاعت اور نزاعی امور میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے میں ہماری سعادت و ابرین کیوں وابستہ ہے؟

۱۔ بات تو آپ کو معلوم ہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ جن باتوں کا امر کیا گیا ہو انھیں کیا جائے اور جن باتوں کی نہی ہو، جن سے روک لیا جائے۔ اس میں بحث نہ ہونی چاہئے کہ یہ امر دینی و جوبی میں یا استنبائی؟ ہر امر قابل عمل اور برائی لائق ترک سمجھی جائے۔

آخر تو ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس جن کاموں کا حکم دیتے ہیں یا جن باتوں سے روکتے ہیں وہ اپنے بندوں کی سعادت کی تکمیل ہی کیلئے کرتے ہیں کیونکہ وہی تو بندوں کے پروردگار اور ان کے ولی ہیں اور انھیں خود ہماری ان اطاعتوں کی کوئی حاجت نہیں ہے، تو یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں باتوں کا حکم دیتے ہیں اور انھیں باتوں سے روکتے ہیں جن سے ہم بدبختی سے بچ سکیں اور جن سے ہماری سعادت و ابرین وابستہ ہو۔

اس جگہ ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے اوامر کا

جن باتوں کا ہمیں حکم دیا گیا ہے جتنا اس قدر ضروری ہے اور اس طرح ہمیں وہ تمام باتیں بھی معلوم ہونی چاہئیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روک رکھے۔ ان باتوں کے چاہئے بغیر ہم اللہ تعالیٰ کی طاعت و اطاعت کا تقاضا پورا نہ کر سکیں گے اور جب یہ تقاضا پورا نہ ہوگا تو پھر فلاح و ابرین اور سعادت و ابرین کیسے حاصل ہوگی۔

۲۔ یہی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں بھی ہے کہ اس کے لئے بھی پہلے مرحلہ میں ہمیں یہی واقعیت حاصل کرنی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کن باتوں کا حکم دیا اور کن باتوں سے روک رکھے؟ آپ کے اوامر کا یہاں اور نواہی کیا ہیں؟ یہ بحث نہ ہونی چاہئے کہ ان اوامر میں کون سا امر واجب کے لئے ہے اور کون سا حکم استنبائی ہے اسی طرح نہی کے معاملہ میں یہ تفریق نہ چھوڑی جانی چاہئے کہ کون سی نہی کرہ امت تحریم کیلئے ہے اور کون سی کرہ امت تنزیہ کیلئے ہے۔

حضور ربّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی بھی اگرچہ کتاب اللہ ہی سے مستنبط اور دینی خداوندی ہی پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے بظاہر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی داخل و شامل تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر پیغمبر آپ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہے کہ اس کے بندے رسول کی تسلیم و تشریع کے بغیر صرف کتاب اللہ سے تمام احکام سمجھ نہ سکیں گے اور انھیں کتاب اللہ پر عمل کر کے معاملہ میں بھی رسول ہی کا اتباع کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہی بات اپنی اس آیت میں بیان فرمائی ہے۔

وَأَسْرَأْتُ الْآيَاتِ لِلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ
إِلَّاهَ مَا يَنْزِلُ إِلَيْهِمْ
اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ
وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ
اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی

اس حدیث کے پیش نظر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہر امر دینی کے معاملہ میں ہر مسلمان مرد و عورت کے ذمہ مستقل طور پر ضروری سمجھتی ہے خاص کر ان اوامر

کام کا حکم کسی کو دین تو ان کے لئے یہ بات ملحوظ رہے کہ انکی اطاعت صرف معروف و معلوم تک محدود رہے گی، اسی وجہ سے حضور مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ،

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ
مَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَكَفَرَنِي
قِيلَ لِلْأَمِيرِ فَقَدْ أَطَاعَ عَصَا
مَنْ عَصَى اللَّهَ فَقَدْ عَصَى
کس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔

اور والدین کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،
وَصَلِّ عَلَىٰ خَلْقِكَ اللَّهُمَّ مَعْرُوفًا
وَأَسْمِعْ سَمْعِي مَنْ أَتَابَ رَأْيِي
یہاں تک ان دو بہیم یا نشان باتوں میں سے پہلی بات یعنی اللہ رسول کی اطاعت اور دوسری باتوں میں سے پہلی بات یعنی خدا کا فرمان اور اس میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف توجہ کرنے کی ہدایت کا بیان کیا جاتا ہے۔
۳۔ اختلافی و نزاعی معاملات میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کا حکم جو یہ لگایا ہے اس حکم پر بھی عمل کرنا واجب ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر اس پر عمل نہیں کرتا وہ گناہ و زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے اور غور و فہم سے وہ کفر پر آمادگی کا اظہار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کو خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم ہوں، عالم ہوں یا جاہل سب کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اے اہل ایمان تم کو کسی چیز کے حلال و حرام موسلا، واجب ہونے نہ بیونے میں، جائز و ناجائز ہونے میں کوئی نزاع و اختلاف پیش آجائے تو کتاب اللہ اور حدیث صحیح کی روشنی میں اس نزاع کا فیصلہ کر لیا کرو یا ان علماء سے تحقیق کر لیا کرو جو ان باتوں کی تحقیق و معرفت رکھتے ہوں جو لوگ کتاب و سنت سے ناواقف ہوں ان سے رجوع نہ کرو۔

آیت کے آخر میں إِنَّ لَكُمْ فِي هَٰذِهِ سُوْرَاتٍ لِّتَذَكَّرُوْا سے جو بات فرمائی گئی ہے اس میں درپردہ یہ بات کہہ دی گئی ہے کہ جو لوگ ایسے نزاعی امور میں کتاب و سنت کی طرف

میں توجہ نہ کر کے اپنے ہوں اور ان نواہی میں جو کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہوں۔

خاصہ یہ کہ ان اوامر و نواہی پر غور نہ کرنا اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب ان کا علم اور معرفت نہیں حاصل ہو۔ ان سے ناواقف اور جاہل شخص کیسے عمل کرے گا۔

۳۔ اولی الامر کی اطاعت میں مسلمان اولی الامر اور اہل بیت کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کے لفظ کے ساتھ منکم لکھی ہے قید بحدیثی ہے کہ ان اولی الامر کی اطاعت ہم پر فرض قرار دی جا رہی ہے جو ہم اہل ایمان میں سے ہوں دینی معاملات میں کافر کی اطاعت نہ کی جائے گی۔ سوا اس صورت کے کہ کوئی شخص مجبور ہو جائے اور اسے اپنی جان کا خطرہ یا مالی بربداشت تکلیف کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے مجبوراً اطاعت کی گنجائش ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

إِذَا مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ عَبْدٍ مَّا لَمْ يَحْتَسِبْ
بِالْخَيْرِ مِمَّا نَزَّلَ
پرواوری طرح ممکن ہو۔

اولی الامر کا لفظ امراء شرعی حکام کے علاوہ علماء و الدین، معلم و مربی اور صاحبین کو بھی شامل ہے مگر ان کی اطاعت خدا و رسول کی اطاعت کی طرح مطلق نہیں ہے بلکہ ان میں یہ قید بھی ہے کہ انکی اطاعت اسی وقت واجب العمل ہوگی جب وہ علم معروف اور واقعی شرعاً کام سے متعلق ہو، معصیت اور فحشاء شرعاً کام میں انکی اطاعت نہ کی جائے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ محمّد میں یہاں آیت کی تفصیل بیان فرمائی ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے،

وَلَا يَعْصِي لَكَ فِعْلًا مَّا تَأْمُرُ بِهِ
بِشْرَ مَن مِّنْ عِندِ اللَّهِ
یہ سنو غور تو اس پر کیجیے اطاعت صرف نیک کاموں ہی میں ضروری ہوگی فی معروف و کام کا اگر بالفرض آپ حکم دینگے تو اس میں اطاعت ضروری نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بات صرف اپنے فراموشی کے لئے دیکھا کہ وہ کلام اللہ تعالیٰ کو اس درجہ ناپسند ہے کہ بالفرض کوئی بزرگ کسی کو حکم دے تو اس پر عمل کرے نہ کیا جائے ورنہ حاشا اللہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ذات اس سے بہت بلند و ارفع ہے کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے وہ تو صرف اچھے اور نیک اہل ایمان ہی کا حکم دے گا۔ ہاں اولی الامر سے باندھتے ہوئے کہہ دے کہ کسی ناجائز و معصیت کے

دشمنوں سے ہوشیار اور چوکنا رہنا واجب ہے،
مقابلہ اور سخت مقابلہ کے وقت حکمت عملی
ملفوظ رہنی چاہئے

سُوْرَةُ نَسَاء (آیت ۷۷) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاَيُّكُمْ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اُحْدُثُوْا | اسے ایمان والو! تم اپنی ضمانت رکھو بھیج رہا ہے
چند دُکھ کا لہر ڈالنا چاہتا ہے اور اللہ بڑا عظیم | متفق ہو رہے ہو، یا جتنے ہو کر سکو
تشریح و تفسیر | گذشتہ تشریحات میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے اہل ایمان کو نداء دیکر صرف اسی لئے مخاطب فرمایا ہے
کہ انھیں قبولِ سعادت و کمال کا طریقہ بتا دیا جائے جس سے انکی عزت و قیادت
و اہمیت ہے اور یہ بیان عظیم صرف اسی وجہ سے ہے کہ وہ اہل ایمان اس کے دوست
ہیں اور وہ خود انکا دوست ہے۔

ادھر آپ کو یہی مسئلہ ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نداؤں میں دعویٰ ہدایات
دی جاتی ہیں جن میں اہل ایمان کی نجات و سعادت کا حکم ہوتا ہے یا ایسی ہی ہوتی
ہے جو انھیں بدعتی و شقاوت سے دور رکھے یا ایسی باتوں سے ڈرانا اور خوف
دلانا مقصود ہوتا ہے تاکہ اہل ایمان اچھے کام کرتے اور برے کاموں سے رکھنے
میں پابندی کر سکیں۔

اور یہ کوئی قابلِ تعجب اور نئی بات نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی دوست اپنے دوست کا

رجوع نہیں کرتے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ اور روز قیامت پر انکا ایمان ہی
منج و مستحکم نہیں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر واقعی یہی وجہ ہے تو پھر وہ بچے طور پر یمن
ہی نہیں ہیں۔

آخر میں نفعیت کے انداز میں یہ بھی ارشاد فرما دیا کہ نزاعی امور کا یہ حل جو بتایا
گیا ہے تمہارے لئے دنیا و آخرت دونوں ہی جگہ بہتر و خوشتر ہوگا۔
اللہ تعالیٰ ہی قابلِ حمد و شکر ہے جس نے ہدایت و تسلیم کا یہ انعام فرمایا ہے۔

وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جو حکمت و دانائی کے ساتھ یہ فریضہ انجام دے۔

۵۔ سورہ انفال کی مذکورہ بالا آیت (وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ) کے تحت یہ تیاری ہر حال میں رہنی چاہئے جنگ کا خطرہ ہو یا نہ ہو اسی کو کربا جانے سے صلح مسلمہ:

۶۔ ہماری بات بھی ایک رہنی چاہئے اور ہماری صفت بھی ایک ہی رہنی چاہئے، کیونکہ افتراق اختلاف حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَا تَسْأَلُوهُم مَّا أَفْقَلُوا ۚ أَوَلَمْ تَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنذَرْنَاهُمْ أَنَّ عَمَلَهُمْ فِي الْأَرْضِ لَنَجْزِيهِمْ بِهِمْ خَيْرًا ۚ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنذَرْنَاهُمْ أَنَّ عَمَلَهُمْ فِي الْأَرْضِ لَنَجْزِيهِمْ بِهِمْ خَيْرًا ۚ

۷۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی پابندی اور اس کے فرائض کی ادائیگی ہوتی ہے۔ ان سے ہر چیز کرتے ہوئے زماں جنگ و صلح دونوں میں اللہ رسول کی اطاعت کرنا چاہئے۔ اگر کسی کو یہ ہے اللہ تعالیٰ سزا دیتے ہیں اور یہ سزا بھی شکست کی صورت میں بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔

۸۔ جب دشمن حملہ آور ہو تو دو باتوں کا اہتمام رہے۔

(الف) ثابت قدم رہو، پیٹھ پھیر کر ہرگز نہ بھاگو

(دب) دل و زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو

جس کا حکم سورۃ النفال کی آیت میں دیا گیا ہے، ہم وہیں اسے تفصیل سے بیان کریں گے۔

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى نَبِيِّنَا وَآلِهِ وَتَحَنَّنَ وَسَلَّم وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



چوتھو بیسویں ہزار

جو کام غلطی سے یا غلط فہمی سے ہو جائے
اس کی تحقیق حال ضروری ہے
ورنہ بہت بڑا نقصان ہو سکتا ہے

سُورَةُ نَسَاءٍ (آيَاتُ ١٤) اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا خَرَجْتُمْ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَخَبِّتُوا أَوَّلَ قَوْلٍ لَوْلَا
الَّذِي كَفَّمَا لَكُمْ الشَّلَامَةُ لَكُمُ مَوْتٌ

تَبْتَغُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا فَعِندَ

اللہ معاہدہ کیلئے: ﴿كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ

قَبْلُ قَمَنَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنْ

اللہ کے ان پناہ گزینوں کیلئے ۵ | تحقیق کرو جنگ افریقہ کے کانوں سے خبردار ہے۔

التشریح و تفسیر

کامیابی خیر عزائم کیوں اختیار فرمایا ہے۔ یہ نکتہ بار بار دہرایا جا چکا ہے اس لئے ہم

یہاں نہیں دہرا رہے ہیں۔ ہاں یہ بات مکرر عرض کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

احکام اسلام کی مشروعیت صرف اس غرض سے کی ہے کہ ان ہدایات پر عمل پیرا

ہونیکی وجہ سے اس کے بندوں کے نفوس کی تطہیر و تزکیہ ہو جائے تاکہ وہ اشد ایمانی

کی رضا و مقبولیت کے مستحق ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جن مفائد و اعمال کا حکم دیا ہے، یا جن عقائد و اعمال، انکار و افعال سے روکا ہے وہ صرف اسی لئے ہے کہ اہل ایمان کی رو میں بڑائیوں سے آلودہ و گندی نہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو مکروہ و ناگوار ہوں اور اس کی ناراضی کا سبب ہوں جس کے نتیجہ میں وہ انھیں جنت میں داخلگی کی اجازت نہ دے اور ان پر اپنی رضا و خوشنودی اور اپنی دید کے تمام سے محروم رکھے۔ اس بات کی حقیقت سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملحوظ رہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهُ وَلَمْ يَكُنْ لَزَكَّاهُ سَبِيْلًا
کے شہدے

اسی طرح یہ ارشاد بھی پیش نظر رہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا
الْعِبَادَةَ الَّتِي فِيهَا يَلْبَسُونَ

یہ بات یقینی ہے کہ آخرت میں نیک لوگ جنت میں رہیں گے اور جسے دیکھا ہو کہ وہ لوگ دوزخ میں جلیں گے۔ اس آیت میں اکبراً جن لوگوں کو کہا گیا ہے وہ خدا و رسول کے فرمانبردار ہوں گے جو جنت کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوں گے جو نہ وہ نیک لوگ ہوں گے۔ ان پر کمال نظر بردار رہے بنائے اور ہر دے کے معنی فرماں برداری ہیں۔ اور قار و بدکار دوزخ کی آگ میں جلیں گے جس کی وجہ ان کا کفر اور ان کی معصیت کو شکی ہو گی کہ وہ اللہ و رسول کی نافرمانی کرتے رہے جس کے نتیجہ میں ان کے نفوس گند رہیں۔ وہ سب جو دنیا کی باطنی کامیابی بن گیا، اور اللہ تعالیٰ سے جس سے تفریق ہو جائیں، اس کے لئے وہ جنت تو نیکیوں کا شکار نہ بنے ان غمخیزوں کے لئے جو کھائے وہ تو اسے دوزخ میں ڈالے گا۔ جو عذاب کی جگہ ہے اللہ تعالیٰ ہماری اس سے حفاظت رکھے۔

یہ حقیقت سمجھ لینے کے بعد اب اس آیت کی ہدایت کا مطلب سمجھا سکیں ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ

”اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں کسی ملکہ کا سفر کرو یعنی کسی دشمن کی تلاش میں نکلو تو سوچو کہ تم انھما کسی بات کا فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرو اور جو شخص تم سے سلام طلب کرے تو جلدی سے بدگمانی نہ کرے جو تم سے اس سے یہ نہ کہہ دو کہ

تو سناں نہیں ہے۔ تو نے اپنی جان بچائے کیلئے سلام کر لیا ہے، تم غلامی میں اسے کافر سمجھ کر قتل کر دینا چاہتے ہو شاید تم اس طرح مال غنیمت حاصل کرنے کی نیت رکھتے ہو تو مال غنیمت تو اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت زیادہ ہے۔

تم اس کے مال و اسباب اور اس کے جائزہ و پیش پر رکوں نظر رکھتے ہو۔ خبردار آئندہ ایسی کوئی بات نہ کرنا۔ باطنی اگر بھاری نظر اس کے مال و پیش پر رکھو تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مال غنیمت کی کوئی کمی نہیں ہے نہ اللہ تعالیٰ کو راضی نہ لگا اس کے خزانہ سے غنیمت حاصل کرو اس کو ناراض کر کے غنیمت نہیں منلی گی۔ اور تمہیں اسلام سے پہلے کی اپنی حالت پر نظر رکھیں چاہئے تھی کہ تم نے آج جس شخص کو داری غلامی میں قتل کر دیا ہے، اسلام سے پہلے بھاری حالت بھی تو ایسی ہی تھی اگر اس وقت کوئی تمہارے بارے میں اسی طرح سوچ لیتا اور تمہارے کھلے چہرے اور سلام کرنے کو جان بچائے کا بہانہ سمجھ بیٹھتا اور تمہیں قتل کر دیتا تو تم کیسے لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل و احسان فرمایا کہ تمہیں اسلام کی طرف ہدایت فرمادی۔ اپنی شریعت و دینی احکام جاننے اور سمجھنے کی ذریعہ عطا فرمادی۔

لَا اِیْسَہَ اِغْرَیْسَی کوئی صورت سلنے آئے تو سوچو سمجھ کر فیصلہ کرنا جلد بازی میں کسی کی جان اس طرح نہ لینا۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو اپنا گناہ سمجھ کر اس کی اطاعت و فرماں برداری کسی حالت میں بھی نہ چھوڑو کہ چونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام سے باخبر رہتے ہیں۔

اب اس آیت کا یہ شان نزول بھی بیان کر دیا جائے۔ یہ آیت ایک خاص واقعہ پر نازل ہوئی تھی۔ امام بخاری نے مختصر طور پر اور ہزارے طویل روایت میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریر (مجاہدین کی جماعت) بھیجا جس میں حضرت مقداد بن اسود بھی شامل تھے۔ یہ جماعت مجاہدین جب وہاں پہنچی تو وہاں کے کفار و مشرکین سب پہلے ہی وہاں سے نکل بھاگے تھے۔ صرف ایک ہی شخص اس رستی میں باقی رہ گیا تھا جس کے پاس کافی مال و پیش و ذخیرہ تھے اس نے ان مجاہدین کو دیکھتے ہی کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھ دیا کہ لوگ مجھے مسلمان سمجھ لیں اور میرے اوپر بات نہ اٹھائیں لیکن حضرت مقداد نے جلدی سے اسے قتل کر دیا تو ان کے ساتھی نے

شہادت میں انصاف ملحوظ رکھنا واجب ہے
اور چونکہ خواہشات کی پیروی انصاف میں
رکاوٹ بنتی ہے اس لئے خواہشات
کی پیروی حرام ہے

سُورَةُ نَاَّ (آيَتِ ٣٢)
أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

[illegible]

تشریح و تفسیر آپ کو یہ بات اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ یہ بڑا رحمانی نہایت درجہ ہنرمندانہ ہے کیونکہ جس شہادت دیتا یا فیصلہ کرے اس میں عدل و انصاف بخوبی رکھنے کی بڑی تاکید کرتے ہوئے اس پر عمل یہ ایسا ضروری قرار دے رہی ہے کہ اگر عدل و انصاف قبول و عمل و فکرو

اعتقاد ہر معاملہ میں ہونا چاہیے لہذا جو شخص دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کر رہا ہو تو اسے اپنے فیصلہ میں انصاف ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی معاملہ میں گواہی و شہادت دے رہا ہو اسے اپنی شہادت و گواہی میں انصاف کرنا ضروری ہے۔ کوئی شخص اگر کسی کو کوئی خیر و اطلاع دے رہا ہو یا کوئی حکم دے رہا ہو تو بھی انصاف کے ساتھ ہونا چاہیے کیونکہ یہ عدل و انصاف ایسی چیز ہے کہ زمین و آسمان کی بنیاد بھی اسی عدل پر قائم ہے چنانچہ خود حق تعالیٰ بھی اس آیت میں اہل ایمان کو خدا دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ایمان والو! عدل و انصاف کے ساتھ ہی کلمہ کو دے رہے ہیں جیسا کہ اوپر کی آیت میں ہے کہ اے ایمان والو! عدل و انصاف کو سختی کے ساتھ قائم کرو اس لیے میں جانوں گا۔

مطلب ہے کہ جب لوگوں کے درمیان کوئی محاذ فہل کرنا ہو تو یہ فیصلہ عدل انصاف پر مبنی ہونا چاہیے۔ اور اگر کسی معاملہ میں شہادت دلو گویا دین ہو تو یہ شہادت صرف اللہ کے واسطے دی جائے، کیونکہ اللہ کے کسی بندے کیلئے جو شہادت ہوگی وہ گویا اللہ کے لئے ہوگی۔ لہذا دوائے شہادت میں کسی پر ظلم و جور و انصاف یا ہرگز نہ ہونی چاہیے اگرچہ یہ شہادت خود متبادری ذات کے خلاف ہی پڑی ہو کیونکہ حسب اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہوں لہذا اختلاف انصاف کر کے تم ایسے آپ پر ظلم نہ کرو۔ بات تمہارے سدا و آقا حق تعالیٰ کو تمہارے لئے پسند نہ آئے گی۔

اور اپنی ذات پر یہ نظم شہادت میں خلافت عدل و انصاف کی عظیم کارِ نصاب
کر لینے ہی کی وجہ سے جو کمالِ انجمن بہرِ صورت ہر حال میں عدل و انصاف کو بخود رکھنا
چاہتے تھے جنہیں خود اپنی ذات، اپنے والدین، اپنے اقربا کے خلاف ہی کو ای
دینی پڑے، جنہیں خود اپنے معاملہ میں یہ اعتراض کر لینا چاہئے کہ تم نے یہ کام کیا ہے
یا چھوڑا ہے، اسی طرح اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں بھی یہ
اقرار کر لینا چاہئے کہ انھوں نے یہ کام کیا ہے اور یہ کام چھوڑا ہے، کسی کو بھی اپنے
والدین کی فراہ برداری یا رشتہ داروں سے حسن سلوک کا جذبہ کسی موقع پر بھی
صحیح و واقعی شہادت کو نہ چھپانے پر آمادہ کرے نہ ظلم و جور کے ساتھ اسے بدل دینے
پر آمادہ کرے، اسی طرح گواہی دینے وقت کسی شخص کے غریب یا مالدار ہونے کا بھی
کوئی لحاظ خیال نہ کیا جائے گا جس طرح یہ حکمانہ جو کفرِ نقیضین میں سے کون ہمارا

قرب رشتہ واسطہ کون دوری رشتہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ حق رکھتا ہے کہ وہ فقیر کی غفرت کو جو ہے اس پر احسان فرما دے یا مالدار کی مالداری واپس لے لے لہذا اہل ایمان کو یہیں دیکھنا ہے کہ کون فقیر ہے تو اس پر ترس کر کھا کر غلط گواہی دیدیں یا کون مالدار ہے کہ اس کی مالداری کے باعث اسے غلط گواہی دیدیں یہ تیس سو تالیف ہے کہ سرور کو یہی چاہئیں۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر کے یا شہادت دینے میں انصاف خود
 رکھنے کی طرف اہل ایمان کو متوجہ فرما کر صحیح رہنمائی فرمادی اس کے بعد ایک نہایت
 اہم اور ضروری بات یہ فرمائی ہے کہ دیکھو ان موقعوں پر خواہش نفس کی پیروی ہرگز
 نہ کرنا پسینہ عدل و انصاف کو بالائے طاق رکھ دو اور جو بات تم کو اچھی لگے اور تمہارا
 جی چاہے وہ فیصلہ کر دیا اس کے مطابق گواہی دو۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے
 روک دیا کہ اگر اپنی نام آوری و شہرت کیلئے یا مال حاصل کرنے کے لئے غلط فیصلہ اور غلط
 گواہی دینا۔ اور اس بات سے بھی روک دیا کہ اگر گواہی دینے میں حقیقت چھپانے کیلئے
 گول بول بات بھی نہ کہو اور نہ گواہی دینے سے کہناؤ کہ کچھ بات تو بناؤ اور کچھ بات
 چھپاؤ کہ اس قسم کی شہادت سے بھی انصاف کا تقاضا پورا نہیں ہوتا اور یہ بات صاف
 نہیں ہوئی کہ تم نے فیصلہ و شہادت میں انصاف کیا ہے یا ظلم و زیادتی کر گئے ہو کہ
 تم جو بھی کہی کر رہے ہو وہ عداوت یا بھاری برات سے پوری طرح باخبر ہے۔ اگر یہ بات
 اہل میں بھی رہے گی تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور تقویٰ کی زندگی آسان
 ہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ کے علاوہ ایک دوسری آیت میں عدل و انصاف کو ملوث
کئے کا حکم فرمایا ہے: **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا** (الانعام: ۱۵۸)
اس آیت میں دو حکم بیان ہوئے ہیں کہ ایک تو امانت سے متعلق ہے کہ جن کی
امانت ہو وہ انھیں اسی طرح واپس کر دیا کرو، دوسرا حکم ہے کہ جب لوگوں کے
ریمان فیصلہ کرنے کی ذمہ داری ہو تو وہ فیصلہ انصاف کے ساتھ کرو۔ اور ایک اور آیت بھی
وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ ۚ أَبْطَلْ فَرِاسَ لَكُمْ مَا هِيَ شَرَّالْأَشْيَاءِ فِيمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
لا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ ذَٰلِكُمْ يَنفَعُ الْهَوَىٰ
ہوئے حکم کے مطابق اور لوگوں کی خواہش کی پیروی نہ کرنا

اسی طرح گواہی چھپانے کی بھی ممانعت فرمائی ہے "وَلَا تَكْفُرُوا بِالْعَهْدِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ" اِذَا كُنْتُمْ تُخَالِفُونَ بِأَلْسِنَتِكُمْ مَا يَدْعُو بِوَدْعِكُمْ لِيَكُونَ لِلْإِنسَانِ عَلَى اللَّهِ عَذَابٌ أَلِيمٌ" چھپانے لگا اس کا دل گھنگار جھگا اور اذیتیں لے رہا ہے کاموں کو جاننے والے ہیں۔ ایک حدیث شریف میں بھی جھوٹی گواہی کی شدید ممانعت آئی ہے کہ آپ نے اپنے صحابہ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں پڑے گناہوں کی خبر دوں ؟ ان سب سے بیک زبان کہائیں باں نمودار! آپ نے فرمایا: خدا کے سامنے کسی کو شپک بنانا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ آپ اس وقت نیچے لگائے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: جھوٹ بولنا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ اس بات کو آپ بار بار دہراتے رہے کہ حاضرین نہ کہنے لگے کہ اچھا ہوتا آپ ناموسی اختیار فرمائیے کہیں اس بارے میں کوئی ایسا حکم نہ آجائے جو ناقابلِ برداشت ہو جائے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بہترین گواہ وہ ہے جو گواہی طب کے جانے سے پہلے ہی سچی بات بتا دے۔ اسی بنا پر سمجھا جاتا ہے کہ بدترین گواہ وہ ہے جو گواہی چھپا کر اپنے مسلمان بھائی کو حق سے محروم کر دے۔

آخر میں ہم آپ حضرات کے سامنے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ واقعہ نقل کرتے ہیں جو روایات میں آتا ہے (یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے) وہ واقعہ یہ ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ علیہ وسلم نے ان عبداللہ بن رواحہ کو اپنی خیر کے پاس بھیجا کہ وہ وہاں جا کر ان کے باغوں اور مکتیوں کی پیدوار اور اسکی مالیت کا تخمینہ لگائیں تاکہ اسی حساب سے جزیہ و خراج وغیرہ ان لوگوں سے وصول کیا جائے۔

اپنی خیر پر چڑی تھے جو رہے پیسے کے بعد کو بھی تھے اس موقع پر انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کو کچھ رشوت دیکر اپنے یہاں کی پیدوار اور اس کی مالیت کم لکھو! انہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جب ان کا مقصد سمجھ لیا تو فرمایا کہ سنو میں تمہارے پاس ایسی ہستی کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں جو میرے

نزدیک خدا کی ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے اور تم لوگ میرے نزدیک ان بندگان اور سوروں سے بھی زیادہ مبغوض اور قابلِ نفرت ہو جنہیں تم اپنا

دشمن سمجھتے ہو لیکن تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انصاف کے خلاف مالیت زیادہ لکھو اسکی ہے، نہ تمہاری دشمنی خلاف انصاف کام کر اسکی ہے از روئے انصاف جو مالیت میرے اندازہ میں آئے گی وہی لکھوں گا۔

پس سکرانہ بودیوں نے بے اختیار یہ اقرار کیا کہ اسی انصاف ہی کی بدولت یہ زمین و آسمان قائم ہیں۔

لہذا ہمیں بھی اپنی زندگی میں یہی موقف اور یہی طرز عمل اختیار کرنا چاہیے دنیاوی زندگی میں وہ لوگ میں نہ آئے کہ ہم کوئی ظلم و جور کا طریقہ اختیار کریں۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



نبی و رسول مانتے ہیں انہیں قائلے نے انھیں ایمان کے عنوان سے مخالف فرمایا ہے کہ یہی انکی صفت خاص ہے انھیں اسلئے خطاب فرمایا ہے کہ انھیں اپنے اسی ایمان پر ثابت قدم رہنے کا حکم دے جس کے نتیجے میں ان کے ایمان میں تقویت اور زیادتی حاصل ہوتی رہے اور وہ ایمان کے اس بلند مقام تک پہنچ جائیں جسے یقین کہتے ہیں۔ اور اس آیت کے تحت وہ منافقین بھی شامل ہیں جو کفار میں تو موس بنے ہوئے ہیں اور باطن میں وہ کافر ہی ہیں اور مدینہ شریف میں جہاں یہ سورہ نازل ہوئی ہے وہ بڑی تعداد میں موجود تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کو یہی یہی حکم دیا کہ وہ بھی اپنے دل سے ایمان لائیں کیونکہ صرف ظاہر میں ایمان لانا اور دل سے ایمان قبول نہ کرنا یہ ایمان نہیں ہے بلکہ یہ نفاق ہے اور کفر ہے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان رحمت ہے کہ وہ ان منافقوں کو بھی ایمان کے عنوان سے خطاب فرماتے ہیں انھیں اپنے دل سے ایمان لانے کا حکم دے رہا ہے کہ وہ بھی نیک نیت اور قابل نجات بن جائیں۔

اور اسی طرح یہ آیت ان یہود کو بھی شامل ہے جو بیض اُبیاء و رسل پر تو ایمان رکھتے تھے اور بعض انبیاء کا انکار کرتے تھے چنانچہ یہ بات روایات میں آئی ہے کہ عبداللہ بن سلام اور اسد و امید (جو مکہ کے بیٹے تھے) اور عبدلہ بن قیس اور عبداللہ بن سلام کے بھائی سلام اور ان کے پیچھے سلمہ اور ابی بن یامین۔ یہ سب لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! ہم سب آپ پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کی کتاب (قرآن مجید) پر ایمان لاتے ہیں حضرت موسیٰ اور قزاقہ پر بھی ایمان لاتے ہیں اور اس کے سوا جتنے بھی رسول اور کتا ہیں ہیں ان کا انکار کرتے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمہیں تم سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی کتاب قرآن مجید پر اور اس سے پہلے انبیاء پر کتب پر ایمان لاتے تو بولے کہ ہم یہ ذکر کر گئے اسوقت یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی اس کے بعد وہ سب ایمان لے آئے۔ بہت ہی مبارک رہے یہ لوگ بلکہ یہ شخص مبارک ہے جو انکی طرح دعوت حق کو قبول کر لے۔

آیت شریفہ کا یہ شان نزول اور اس سے متعلق مندرجہ بالا تفصیل جان لینے کے

اپنے ایمان کی تقویت اور
اس پر ثابت قدم رہنے کی فکر و کوشش
واجب ہے اور کفر و شرک دور رہنا ضروری ہے



مُؤْمِنًا كَذَلِكَ (أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ)
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا
بِآيَاتِي وَاتَّقُوا اللَّهَ وَالْكِتَابَ الَّذِي
فُتِّلَ مِنْهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَالْكِتَابَ الَّذِي
أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ
وَالرَّسُولَ وَيَعِصِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ
وَالْأَخِيرَ فَقَدْ حَقَّ صَلَاتُهُ
وَالْأَخِيرَ فَقَدْ حَقَّ صَلَاتُهُ

ہم سب ایمان لائے اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی کتاب قرآن مجید پر اور اس سے پہلے انبیاء پر کتب پر ایمان لاتے تو بولے کہ ہم یہ ذکر کر گئے اسوقت یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی اس کے بعد وہ سب ایمان لے آئے۔ بہت ہی مبارک رہے یہ لوگ بلکہ یہ شخص مبارک ہے جو انکی طرح دعوت حق کو قبول کر لے۔

تشریح و تفسیر
اس آیت شریفہ میں جو خطاب و نذر مذکور ہے اس کے
مخاطب وہ اہل ایمان بھی ہیں جو پہلے کامل الایمان ہیں
جو صدق دل سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور حضرت محمد مصطفیٰ کو اپنا

بعد یہ بات صاف طور پر سامنے آجاتی ہے کہ آیت مذکورہ تین جہتوں کو شامل ہے۔
پہلا طبقہ _____ ہے اہل ایمان اور سچے مسلمانوں کا ہے جو معنوی حلی اللہ علیہ وسلم
کی امت میں ہیں۔

دوسرا طبقہ _____ ان لوگوں کا ہے جو ظاہر میں مومن بنے ہوئے ہیں مگر دل
سے وہ کافر ہیں۔ یہ منافق لوگ ہیں، ایسے منافق اب اس لئے ہیں باقی نہیں رہے چنانچہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی ہے تو اس وقت مدینہ شریف میں ایک
شخص بھی منافق نہ تھا کیونکہ اس وقت تک ان کی بڑی تعداد ایمان لانا چکی تھی اور
اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت میں آچکی تھی اور جو لوگ حالت نفاق ہی میں مرے تو وہ
جہنم رسید ہوئے۔

تیسرا طبقہ _____ ان یہود کا ہے جو مدینہ میں مقیم تھے، انھیں لوگوں میں یہ لوگ
بھی تھے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جن کا ذکر نام بنام اور کیا چاہا جائے۔
اب قرآن مجید کی ہر جگہ یہ پیغمبر ایمانی قابلِ فخر ہے کہ ایک اَمْنُوا کا لفظ کس طرح ان
تین قسم کے لوگوں کو اپنے مفہوم میں لے ہوئے ہے اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ
"قرآن مجید متعدد وجوہ رکھتا ہے"۔

آیت شریفہ ایمان بالکتاب کا حکم دیتے ہوئے دو فقرے اور انکی متحدہ تفسیر دو
تعبیریں آتی ہیں۔

پہلا فقرہ: **وَالْكِتَابَ الَّذِي نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهِ اٰیٰتِہٖ**۔ اس موقع پر کتاب مراد
قرآن مجید ہے اور اس کے نزول کو نَزَّلَ کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا فقرہ: **وَالْكِتَابَ الَّذِي اَنْزَلْنَا مِنْ قَبْلِہٖ**۔ اس سے وہ کتابیں مراد ہیں
جو قرآن مجید سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں (توریت، زبور، انجیل وغیرہ)
نزول کا بیان یہاں لفظ اَنْزَلْنَا سے کیا گیا ہے۔

ان تعبیروں میں جو فرق ہے اس کا کلمہ اَمَّا سے تفسیر واجبِ بلاغت نے یہ بیان
کیا ہے کہ چونکہ قرآن مجید کا دنیا میں نزول تاریخی طور پر حسب ضرورت متواتر
کر کے ہوا ہے اس کی تفسیر نَزَّلَ کے ساتھ کی گئی کیونکہ تنزیل کے لفظ میں تدریج کا
مفہوم بھی شامل ہے۔ اور دوسری آسمانی کتابیں مجبوری طور پر ایک ہی مرتبہ میں نازل

کی گئی تھیں اس لئے اس کے بیان میں اَنْزَلْنَا استعمال کیا گیا کیونکہ انزال کے لفظ
میں تدریج کا مفہوم ملحوظ نہیں ہے۔

آیت کے آخر میں **وَمَنْ يَخْلُقْ بِاللّٰہِ شَیْءًا فَاُولٰٓئِہِمْ اَلْاٰخِرَۃُ** تک وہ ایمانیات
بتلے گئے ہیں جن پر ایمان رکھنا ہر صاحبِ ایمان کی پہلی ضروری ہوتا ہے جس کا بیان
سورہ بقرہ کے آخری کرموں میں بھی کیا گیا ہے کہ اَنْزَلْنَا پر اس کے تمام فقراتوں پر،
اس کی حمد کا ہر کلمہ پر اس کے تمام فقراتوں پر، اور درودِ قیامت پر ایمان لانا ضروری
ہے۔ تقدیر تقاضائے الہی پر ایمان کا ذکر ان دونوں موقعوں پر نہیں ہے، ایمان باللہ کا
ذکر سورہ قمر میں آیا ہے (اِنَّا خَلَقْنٰ شَیْءًا خَلْقًا کَافٍ)۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہئے کہ ایمانیات میں سے کسی ایک چیز کا
انکار بھی موجب کفر ہو تا ہے مثلاً کوئی شخص رسالت پر تو ایمان رکھتا ہے مگر جمیع
انبیاء کسی ایک کی نبوت کا منکر ہے تو وہ کافر ہے۔ کافروں کی پہلی ذرا باریک دہائی
شخص راہ ہدایت سے بہت دور بچاؤ۔ اس آیت کے اس آخری فقرہ میں ایسے شخص
کی پہلی بڑی سخت وعید اور دھمکی ہے جس میں یہ پہلو مضمر ہے کہ ایسے شخص کا راہ
یاب ہونا بہت بعید ہے، ہاں جو گمراہی میں دور تک نہیں گیا ہے اس کے حق میں
یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ راہ حق کی طرف آجائے اور نجات و سعادت سے بہرہ ور
ہو جائے لیکن جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر کے مرتد ہو جائے اس کی گمراہی
دور تک ہے، باقی نسلی کفار کی گمراہی قریب کی ہے اس لئے اگر وہ توبہ حق پہنچ جائے
تو ایمان لاسکتے ہیں۔ **وَاَدْنٰی وَلِیُّ التَّوْبِیۃِ**۔

وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیۡنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیۡنَ



مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنانا حرام ہے

اس سے ڈرایا گیا ہے

مَنْ دَانَ كُفْرًا ——— أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
(آیت ۱۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
الْكَاذِبِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
أَنْ تَرْفَعُوا رُءُوسَكُمْ لِلَّهِ عَنِيبًا
سُلْطَانًا مُبِينًا

تشریح و تفسیر

جو اس کی ذات اور اس کی بایات پر ایمان و عمل کی بابت کسی کو قبول کئے ہوئے ہیں۔
انہیں اے مسلمان! اس آیت شریفہ میں اہل ایمان کو اس بات سے روکا ہے کہ وہ مسلمانوں
کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنائیں۔ دوست بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے دلی محبت
نکرس انہیں اپنے سے بہت زیادہ قریب اور اپنا راز دار بنائیں۔ (جبکہ اگرچہ وہیں نادر
میں تفصیل سے گزر چکا ہے) ان کی رہنمائی و نصیحت قبول نہ کریں (جبکہ باز یوں نادر
میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے) یا ہر معاملہ میں ہر طرح سے اپنے مسلمان بھائیوں کو
چھوڑ کر انہیں کافروں کی نصرت و مدد نہ کیجئے۔ اس آیت مذکورہ کا معنی سورہ

آل عمران میں بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

لَا تَتَّخِذِ الْكَافِرِينَ
أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ
اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ يَتَّخِذُوا
دُونَكُمْ لِلدِّينِ عِدَّةً
وَلَا يَتَّخِذُوا لِلدِّينِ عِدَّةً

اہل ایمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست
بنائیں اور جو شخص ایسا کرے تو اسے کفر کی
واسطہ نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ تم ان
کافروں سے کوئی دُرا در عہد ہو (جسکی وجہ
دینی ظاہر ہے) انہیں انہیں اپنی ذات سے دُرا ہے
جس اور اسی اللہ ہی کی طاعت کو کرنا ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ آیت مذکورہ میں مولا کو کفار (کافروں سے دوستی) کی جو مخالفت
و حرمت بیان ہوئی ہے اس حکم حرمت میں یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ اگر کسی ملکہ اور کسی
وقت کسی شخص کو کفار سے کسی نقصان و خطر کا خوف و خطر ہو تو اس کے لئے یہ گنجائش
ہے کہ وہ دوستی کا مظاہرہ کرنا کرے مثلاً کوئی شخص ایسی جگہ رہتا ہو جہاں کفار کا اقتدار و
غلبہ ہو تو ایسے شخص کیلئے یہ اجازت ہے کہ وہ ان سے اس انداز میں معاملہ رکھے کہ
زبان سے انکی جانبداری و دوستی ظاہر نہ کرے لیکن اس کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ
یہ انداز صرف ظاہر میں ہو ورنہ وہ اپنے ایمان پر قائم و ثابت قدم رہے جیسا کہ
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آیت میں لائے ہوئے لفظ "تقاء" کی
تفسیر میں یہی بات فرمائی ہے کہ زبان سے ان کے ساتھ دوستی ظاہر نہ کرے لیکن اس کے
دل کو ایمان ایمان ہی پر ہو، کوئی ایسی بات بھی نہ کرے جس سے گہر گار ہو اور نہ کوئی
ایسی بات ہی کہے کہ وہ اس قتل کر دیا جائے۔

اس موقع پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ کفار سے مولاۃ دوستی کا یہ حکم مستقل
اور دائمی نہیں ہے بلکہ جب اہل ایمان بالکل خفعت کی حالت میں ہوں اس وقت
تک کیلئے ہے اور صرف اسی حد تک ہے کہ ان سے نرم درو اداری کی بات کی جائے۔
باقی ان سے دلی محبت رکھنا انکی مدد و نصرت کرنا تو یہ بات کسی وقت بھی اس کے
لئے استثناء نہیں ہے جب تک کہ وہ بھی اہل ایمان میں داخل نہ ہو جائیں۔
اب ہم ان دونوں وعیدوں اور دیکھیں گے کہ بیان کرتے ہیں جو ان دونوں
آیتوں (آیت مذکورہ مطلقہ سورہ نساء اور آیت سورہ آل عمران) میں بیان کی گئی ہیں۔

سورۃ نسا کی مذکورہ آیت (جو اس سائنس کی بنیاد پر آئی ہے) ہمیں اللہ تعالیٰ سے یوں تنبیہ فرماتی ہے کہ کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ تم کفار سے محبت و دوستی کر کے اپنے خلاف کھلا بوجھوت اللہ تعالیٰ کیلئے فراہم کرو دے اور اللہ تعالیٰ کو جنت ہو جائے کہ وہ تمہیں اس جہنم کی جزا دینا چاہے دے حالانکہ تم اپنے ایمان کو جو سے اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو پھر کیا ہو گا۔

اگر یہ ناظر ہری ایمان والوں کو دی جا رہی ہے جو فی الحقیقت منافق و کافر ہیں تو اسکا مطلب یہ ہو گا کہ اگر تم لوگ کفار کی دوستی سے باز نہ آئے اور اس منافقانہ روش کو نہ چھوڑو تو پھر اللہ تعالیٰ اسی قرآن میں حقیقت حال ظاہر فرما دیں گے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو تم پر مسلط فرما دیں گے جو تمہیں سزا دیں گے کہ تمہیں ذلیل و رسوا کریں گے یہاں تک کہ تمہیں قتل بھی کریں گے۔

اور اگر آیت کا رخ خالص اور دقیق ایمان والوں کی طرف رکھا جائے تو اس وقت یہ آیت اہل ایمان کو کفار کی محبت و دوستی سے ہمیشہ کیلئے متنبہ کر رہی ہے جہاں بھی ہوا ان کفار سے دوستی و محبت کا مظاہرہ نہ کرنا خاص آدمی سے یا پھر یہ اہل ایمان اگر اس سے متنبہ نہیں ہوتے اور اس مخالفت اور وعید کی پروا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی جس قسم کے عذاب میں مبتلا کرنا چاہے گا منہ کرے گا چنانچہ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی اسی دوستی کے نتیجہ میں انہیں جس کیسے کیسے سزا دی ہے کہ عذاب سے دوچار کیا تھا کہ وہ لوگ وہاں قتل بھی کئے گئے وہاں سے مارے اور پھیل گئے یہی گئے اور انہیں کو اہل ایمان سے خالی کر لیا گیا اور یہ سب اسی لئے ہوا تھا کہ وہاں کے مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستی کی تھی اور ان سے مدد و نصرت کے طالب ہوئے تھے۔

اور یہ صرف انہیں ہی نہیں ہوا بلکہ اہل ایمان کے ساتھ یہ جو تنگ صورتیں دوسرے متعدد دنگوں میں بھی پیش آئیں گی کیونکہ ان لوگوں نے بھی اہل کفر سے دوستی نہ کرنے کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ ان کفار کی مشابہت اختیار کی انکی معاشرت انسانی ان سے محبت و دوستی بڑھائی ان کی مدد و نصرت کی ان کے کچے میں رہے یہاں تک کہ پھر ان لوگوں نے انہیں ذلیل

و بے عزت کیا۔

اور یہ مسلمان آج تک ہر جگہ بے عزت و ذلیل ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی والی زندگی اختیار کر لی ہے یہ مسلمان خدائی قانون چھوڑ کر اب انہیں کافروں کے قوانین اپنانے بیٹے ہیں اور اس کا منشا بھی اہل کفر کی محبت و دوستی ہے۔ اب اس خدائی روئے کو دیکھئے جو سورۃ آل عمران کی آیت میں دی گئی ہے اور اسی معنوں میں اور بظہر بظہر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرانے یعنی وہ تمہیں اپنی سزا اور عذاب و عتاب سے ڈرانے، اگر تم اس کے احکام کی تعمیل نہ کی اور تم با توں سے منع کیا اور روکا ہے اس سے نہ باز آئے یعنی کافروں سے بے تعلقی نہ رہتی اور ان کی محبت و دوستی کا دم نہ چرتے رہے، اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف اپنے کافروں سے دوستی کی نصرت و مدد کرتے رہے تو پھر اللہ کے عذاب سے بھی ڈرے کہ جو کونیکہ جو شخص اللہ کے دشمنوں سے دوستی کر رہا ہے تو پھر لو کہ وہ بالواسطہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ولائت و دوستی کی رسی ٹوٹ کاٹ رہا ہے تو ایسے بندے کے لئے آپ کیا کہیں گے کہ با تو یہ صورت بھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی گواہی اور دوست تھا یا اب وہی اللہ اس کا دشمن ہو گیا ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی حالت سے بچا رہا ہے کہ) ایسے شخص کا انجام یہ ہوتی ذلت، کمزوری و پسندی کے سوا اور کیا ہو گا؟ اور یہ شخص بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جائیگا جس طرح اس کے سوا دوسرے لوگ جائیں گے اور جس کی حاضری اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتی ہو اور وہ ایسا ہو کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کی ہو اس کی حکم عدولی بھی کی ہو اسکی اطاعت کی پابندی سے نکل گیا ہو اب اسے وہ چہرہ محبوب ہیں جو اللہ کو ناپسند ہوں اور وہ چہرہ جس سے انکار و ناپسند ہوں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند و محبوب ہوں وہ اللہ کے دشمنوں کو دوست بنانا اور اس کے دوستوں کو دشمن سمجھنا ہو تو سمجھ لیجئے کہ اس کی واپسی کیسی ہوگی اور کہاں کے لئے ہوگی؟ یہ تو دنیا کی ذلت و رسوائی اور آخرت کا عذاب ہوگی۔

لہذا ہم اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اس کے احکام کی پابندی

اور روکی ہوئی باتوں سے پرہیز و اجتناب کی زندگی اختیار کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح صاف صاف نفلوں میں ہمیں مولا سے کفار سے ڈرایا ہے اور جس طرح اسکی خلافت و رزق پر مشرک کیلئے توبہ ہمارے لئے کی گئی گذر باقی رہ جاتا ہے؟ جواب یہی ہے کہ نہیں ہمارے لئے اب کوئی عذر باقی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا برا انجام ہمیں مختلف ملکوں میں دکھائی دیا ہے کہ کفار کو ہم پر مسلط کر دیا ہے جنہوں نے ہمارے ملکوں کو نوآبادیات قرار دیکر ہمیں خوب لوٹا ہے اور طرح طرح کی ایذا و رسائیوں کی ہم پر پیش کی ہے، آئندہ یہ تاریخ پھر نہ دہرائی جاسکے اس سے پہلے ہی ہمیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کر لینا چاہیے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



اٹھائیسویں نذر

عہد کی پابندی اور اس کا پورا کرنا واجب ہے

آیت میں مستثنیٰ جانوروں کے علاوہ بقیہ

جانوروں کا حلال رکھنا اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے

{مُؤْمَرَةٌ مَا شَاءَ} [آیت (۱)]

اے ایمان والو! عہد کو پورا کرو، تمہارے لئے تمام چاہئے اور اللہ، اچھے بھینس، بکری وغیرہ حلال کر دیتے گئے ہیں سوا ان کے جن کا ذکر آگے آتا ہے لیکن شکار کو حالت احرام میں حلال نہ سمجھ لینا، بلکہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں وہ حکم کریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا
بِالْعَقُودِ الَّتِي بَعَثْنَا فِي الْأَنْعَامِ
وَالْأَمْوَالِ عَلَيْكُمْ حُكْمًا فَخُذُوا
الْقِسْمَ وَأَنْتُمْ حُرٌّ مِّنَ اللَّهِ
يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۝

تشریح و تفسیر | اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی اپنے اہل ایمان کو یاد دلائی ہے جو اس کی ذات اور رفیع جلال سے ملاقات پر ایمان رکھتے ہوں اور اس کے رسول پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کیلئے جو وعدے فرما رکھے ہیں ان پر ایمان رکھتے ہوں کیونکہ وہی دوست ہند سے تو اس کے فرماں بردار ہیں اور وہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی ان وعیدوں پر ایمان رکھتے ہیں جو اس نے اپنے دشمنوں کو دی ہیں یہ دشمن تمام اہل کفر و شرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کو ایمان کے فرائض سے نڈھال دی ہے اس لئے کہ اس نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ وہ انھیں ایسے احکام کا پابند کرے جس پر صرف اہل ایمان ہی قدرت رکھتے ہیں کیونکہ ان کے ایمان کی وجہ سے انھیں حیات کامل ملنی ہوئی ہے اور اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت و دوستی

کے مستحق رہتے ہوئے ہیں۔ آپ کو کچھ مشکوک ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں کس بات کا
ملکف و پابند بنا رہے ہیں؟ اس کا جواب بھی سن لیجئے: اللہ تعالیٰ اس آیت کے
ذریعہ اپنے مومن بندوں کو ایک بہت بڑی بات کا ملکف و بنا رہے ہیں اور وہ
ہے عقد و عہد کی پابندی کہ اگر خدا انھیں پورا کرنا۔ ان میں سے پہلے خبر فرماتے
عہد رہے؟ وہ عہد جو خود اللہ تعالیٰ کے اور تمام نبی آدم کے درمیان ہوا تھا،
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل میں اس الفاظ کے عہد کا مطالبہ فرمایا ہے۔
وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَاقِبُ ﴿۱۰۱﴾

اور اسی سورۃ مانگہ میں یوں یاد دلایا ہے :

اور یاد رکھو اللہ کے انعام کو جو تم پر ہے اور اس کے
 اس عید پر چمان کو جو تم پر ہے اس سے باندھا تھا
 جب چہنے پہنچا تھا کہ چہنے سا اور چہنے کی حالت
 کی، اللہ کے دروہجک الشرفائی رولوں کی بات
 ماننے لے۔

اللہ کی جس نعمت کو اس آیت میں یاد دلایا گیا ہے وہ نعمت اللہ پر ایمان و اسلام اور اس کی عبادت میں کیفیت احسان ملحوظ رکھنا ہے۔

اور اس کے ساتھ کہ جو عبد و عبادت کے لیے ہے کہ اگر خدا کے لیے یہ عبد یا عبادت کرے وہ صرف
اسی ایک اللہ کی عبادت کرے جسے کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے، لہذا جو شخص
سبحی لا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ کی شہادت دیتا ہے تو اس شہادت
کے ذریعہ وہ گو یا اللہ کے لیے سے ایک عبد ایمان کر لیتا ہے کہ وہ صرف خدا کے واحد
ہی کی عبادت اس طریق کے مطابق کرے گا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
لیکھ آئے ہیں اور ان تمام احکام کی پابندی کرے گا جو آپ کے ذریعہ آئے ہیں۔
اسی طرح جب کوئی شخص کوئی نذر مانگے تو وہ بھی اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ سے
ایک عبد و عبادت کر لیتا ہے، لہذا وہ عبد بھی اسے پورا کرنا ضروری ہے، روزے کی
نذر مان ہو تو روزے رکھے، نفل نماز پڑھے کی نذر مان ہو تو نماز پڑھے، سرحدی
چھائی کی نذر مان ہو تو سرحد کی حفاظت کا فریضہ ادا کرے، عہد کی نذر

ہو تو جسدِ دے اور اگر گزری کر کے سے عاجز ہو تو کفارہ ادا کرے (یعنی یا تو دس
فقیروں کو کھانا کھلائے یا پانی کو پئے اور دو کلو گولیاں یا اس کی قیمت فقیروں کو دے
یا تین روز رکھے) اور اس کے بعد بھی اگر اتنی مال سے نہ ہو تو استغفار کرے

اور جس طرح اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو نباہنا اور پورا کرنا ضروری ہے اسی طرح لوگوں میں باہم جو عہد و پیمان محدود شریعت میں کئے جائیں ان کا بھی پورا کرنا واجب و ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمام ہی عہدوں کے انکار کا حکم دیا ہے خاص کر جن عہدوں میں قسم بھی کھائی گئی ہو ان کا پورا کرنا اور بھی زیادہ ضروری ہے یا ان عہدوں کا پورا کرنا بھی زیادہ ضروری ہے جو انسانی حقوق سے تعلق رکھتے ہوں یہ حقوق نیک یا باخیر و فوجت کی وجہ سے جو حق حاصل ہوا ہو اسی طرح امانتوں کا بھی۔ حالانکہ اگر کسی شخص کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس امانت کی واپسی اس پر واجب ہے امانت میں خیانت کرنا اور امانت کو ضائع یا چاک کرنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَوَدُّوا
الْأَماناتِ إِلَى أَهْلِهَا (سورة نساء)

اورشیرایا :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مُخْلِصٌ لِلْغُلَامِ الْكَافِرِينَ ۝ (سورة انفال)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ کافر بچوں کو بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عقود کے افکار کو جو حکم دیا ہے اسے سمجھنے کیلئے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کبار تابعین میں سے ہیں، جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ تقریباً گنتی چلے ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ عقود مراد لہین دین اور خیرہ و فرتو کو جو سچے معنی آدمی خود اپنے زمرہ واجب کر لیتا ہے مثلاً خیرہ و فرتو، اجارہ اور اگر کاملاً ملحد کجاح و ظلمان، کھٹک بٹری اور مناسبات وغیرہ کے زمرہ جو حقوق واجب ہو جائیں انھیں بھی نورا کرنا ضروری ہے۔

حضرت حسن بھریؑ کی پندرہ سو سالہ تاریخ کے عقود و عہود کو شامل ہے اسے بھی لڑنا

یاد رکھا جائے۔

آیت شریفہ مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے لئے ان جانوروں کو چھوڑ کر جن کا ذکر آگے کیا گیا ہے بغیر تمام جو اپنے تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں اور ان جو پاؤں سے مراد اونٹ، گائے، بکری، بھینس، بکری، بکری ہے اور جن جانوروں کو اس جفت کے حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اور جنہیں حرام ٹھہرا گیا ہے وہ یہ ہیں،

میت (مردار) مختلف (جن کا کھانگوں کا رائج یا یہ) موقوفہ (جو کسی شریعت میں منع ہے) مرتد (جو اوستے سے لگ کر مر جائے) نظیمہ (جو کسی محکمے سے مر جائے) اور جس کو کسی درندے نے کھا کر چھوڑ دیا ہو اور اگر وہ جانور زندہ ہو اور زخم کر لیا جائے تو حلال ہے، ان جانوروں کی حرمت اسی شمار میں چند آیات کے بعد بیان کی گئی ہے، اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہیں جو پرستش گاہوں پر ذبح کئے جائیں یا جو غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کئے جائیں جیسے وہ جانور جو بتوں کیلئے ذبح ہوں یا قبروں پر ذبح کئے جائیں یہ سب حرام ہیں۔

آیت مذکورہ میں حلال جانوروں کا گوشت حلال ہونے کا انعام بیان فرماتے ہیں کہ ساجد ایک قیدی لگا دی ہے "عَنْزِلُ نَحْلٍ الْعَيْنِ وَ أَنْتُمْ حَرَّمَ" یعنی یہ حرام کی حالت میں شکار کا گوشت اپنے لئے حلال نہ ہو لیتا۔ شکار کا گوشت ویسے تو حلال ہے لیکن حالت احرام میں اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ شکار کا فعل اور مشغلہ ایسا مشغلہ ہے جس میں انسان کچھ اس طرح شغوک اور مشغول ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اسے غفلت ہو جاتی ہے بعض اوقات نماز بھی بروقت پڑھنا دشوار ہو جاتا ہے اور حالت احرام اللہ تعالیٰ کے سامنے اظہارِ عبودیت کی ایک خاص صورت ہے اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد سے غفلت بہت بڑی غفلت ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے حالت احرام میں شکار کرنے، یا شکار کا پستہ نشان بنانے یا شکار کا گوشت کھانے ان سب باتوں کو حرام کر دیا کہ اس کی یاد میں خلل نہ پڑے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چتر کھنے والے جانوروں اور پرندوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ تو جو جانور قرآن مجید میں یا زبان

رسالت سے حدیث شریفہ میں حرام قرار دیئے گئے ہیں ان سب کا گوشت حرام ہے۔ شکار کے ہونے حال جانوروں کا گوشت اگرچہ ویسے تو حرام نہیں ہے لیکن حالت احرام میں یہ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح اور دوسرے جانور حرام ہیں جبکہ حرم قرآن و حدیث میں بیان کر دی گئی ہے۔

آیت مذکورہ کا نام اس فقرہ پر ہے "إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ" اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں حکم دیتے ہیں کسی کو اس میں چون و چرا کی گنجائش بالکل نہیں ہے وہ جس چیز کو چاہیں مباح و جائز رکھیں جسے چاہیں منع فرما دیں جسے چاہیں حلال یا حرام کریں وہ جسے مباح کرنا چاہتے ہیں اسے مباح رکھتے ہیں جسے حرام قرار دینا چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں اس میں کسی انسان کو دخل دینے اور اپنی رائے پیش کرنے کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔

اب ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم ان احکام سے واقف ہوں تاکہ اللہ و رسول کے احکام کی پابندی کر سکیں کتنا خالص ایمان یہی ہے کہ ہم اپنی باگ و دودار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ہاتھ میں دیدیں اور ان کی مرضی کے مطابق زندگی گذاریں۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے جنکی حرمت منوخ ہو چکی ہے
انہیں چھوڑ کر بقید شعائر کی حرمت کو برقرار رکھنا
انہیں حلال نہ سمجھنا ضروری ہے
احرام سے حلال ہو جانے کے بعد
شکار حلال ہے
نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون واجب اور
گناہ و ظلم میں متعاون حرام ہے

سُورَةُ مَائِدَةٍ (آیت) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا
شُعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشُّعْرَ الْمُحَرَّمَ
وَلَا الْهَيْئَةَ وَلَا الْفُلُوكَ وَلَا
أَجْنَاسَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَنْتَعُونَ
فَقَسَلًا مِنْ رَبِّهِمْ فِي سَبِيلِ
وَرَادَ اِحْلَاكُكُمْ فَأَسْلَفُوا
يَحْرِمُكُمْ مَسَافَتُهُمْ وَأَنْ
حَسَنٌ وَكَمْرَيْنِ الْمُسْجِدِ الْحَرَامِ

اے ایمان والو! خدا تعالیٰ کی نشانیوں کی کھینچ
ذکر اور نہ قابل احترام مہینوں کی اور نہ حرم
قربانی ہو گیا ہے جانوروں کی اور نہ جانوروں
کی جن کے گھون میں سے پیسے ہوتے ہیں اور
نہ ان لوگوں کی جو بیت الاحرام کے قصد سے جا رہے
ہوں پیسے رب کے نفل و رزق کے طالب ہوں
اور جس وقت تم احرام کھول دو تو شکار کر لو اور
ایسا نہ کرو کہ کسی قوم سے برائی اسو سے ہے

اَنْ تَحْتَمِلُوْا اَعْلٰی الْبُرْ
وَالْعُقُوْیْ وَلَا تَعَاوُنُوْا
اِلَیْ شَرٍّ وَّالْعَدُوْا وَانْ
اللّٰهُ رَاٰنَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ
(سورہ مائدہ)

اگر انہوں سے تم کو مسجد حرام ہلنے سے روک
دیا تھا تو یہ بات اس کا باعث بن جائے کہ تم
جسے چاہو ذکر جہاد تم نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے
کی ممانعت کرتے رہو گناہ اور زیادتی میں ایک
دوسرے کی اعانت نہ کرو اللہ سے ڈرتے رہو
یقیناً وہ سخت سزا دینے والے ہیں۔

تشریح و تفسیر

اس آیت شریفہ میں متعدد اہم ہدایات بیان فرمائی گئی ہیں
جنہیں ذیل میں ہم نمبر وار بیان کرتے ہیں۔
۱۔ اللہ تعالیٰ سے جن چیزوں کو قابل احترام سمجھنا ہے انکی بے حرمتی کر کے
انہیں حلال نہ بناؤ۔ یہ شعائر اللہ و تمام باتیں ہیں جو دین میں فرض یا واجب قرار
دی گئی ہوں یا انکی نہی و ممانعت فرما کر انہیں حرام قرار دیا گیا ہو و دوسری صورتوں
میں ان احکام کی خلاف ورزی شعائر اللہ کی باہمی قرار پائیگی لہذا نماز، روزہ، حج
وعمرہ، زکوٰۃ و جہاد وغیرہ میں سے کسی چیز کا بھی ترک کرنا اور چھوڑ دینا حلال نہیں ہے
اسی طرح والدین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ یا رشتہ داروں سے رشتہ داری بنانا
بھی شعائر اللہ کے تحت آتے ہیں ان کا ترک بھی حلال نہیں ہے۔

اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں جیسے سود، زنا، جھوٹ، فریب، بھڑکی
خیانت، گالی کھوج، کسی کو بے عزت و بے آبرو کرنا وغیرہ کو حلال سمجھنا بھی شعائر اللہ
کی باہمی سمجھا جائیگا۔

۲۔ ان شعائر دین میں سے بعض شعائر کا احترام باقی نہیں رہا ہے بلکہ
منسوخ ہو گیا ہے جیسے اشہر شرم (رجب، شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ) کا احترام پہلے
ضروری تھا ان مہینوں میں قتال حرام تھا لیکن یہ حکم اب باقی نہیں رہا ہے اب اگر
کسی دقت کوئی دشمن ان مہینوں میں آمادہ جنگ ہو جائے گا تو اہل ایمان کو بھی مجاز
ہوگئی ہے کہ وہ اس سے جنگ کر سکیں ہیں۔

اسی طرح حج کے موقع پر ایسا بھی ہوتا ہے کہ حج کی قربانی والے جانور لوگ
اپنے ساتھ لیکر جاتے ہیں اور اس بات کی نشانی کہتے ہیں کہ یہ قربانی کے جانور ہیں ان

گنگاوں میں کوئی پٹہ وغیرہ ڈال دیتے ہیں کہ لوگ ان جافظروں سے تعرض نہ کریں، ایسے مسلمانوں کو بھی اس بات کی تاکید کرنی چاہیے کہ وہ شرکین کے ایسے جافظروں کا احترام نہ کرنا چاہئے۔ لیکن یہ حکم بھی بعد میں منسوخ ہو گیا ہے اور اب تو شرکین کا مذاق خود داخل مسجد حرام اور اراضِ حرم میں ممنوع ہے جب وہ خود داخل نہیں ہو سکتے تو اب ان کی بدی (قربانی کے جافظروں) کیلئے وہاں داخل ہوں گے۔

پہلی اس جائزہ کو سمجھتے ہیں جو حج کی قربانی کیلئے صحیح کریم اللہ اپنے ساتھ لیکر جاتا ہے اور تمام کافرانہ عقائد کی مٹنے سے۔ قربانی کے جائزہ کے اگلے میں جو پہلو فیوض انسانی کے طور پر دیکھتے ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ یہ کیا جائزہ ہے۔

۳۔ یہ بات بھی گولڈن راجی کہ جو شخص حج کیجیے آپا ہو اس سے کوئی تفرقہ اور روک ٹوک نہ کی جائے مگر اب کافر و مشرک کا اوص حرم ہی میں داخلہ ممنوع ہو چکا ہے ان کے علاوہ اہل اسلام میں سے کسی حج کو نواسے کو نہ روکا جائے گا۔

۴۷۔ چوٹی دایت ہے کہ جو شخص حج و عمرہ سے فارغ ہو جائیگی وہ سے احرام سے باہر ہو چکا ہو وہ اب شکار کرنا یا شکار کا گوشت کھانا چاہے تو اب اس کے لئے آواز ہے احرام کی حالت میں یہ باتیں ممنوع نہیں۔

۵۔ پانچویں حدیث یہ ہے کہ دشمن پر بھی کوئی زیادتی نہ ہوونی چاہئے لہذا اگر کسی شخص کا کوئی دشمن ہو تو یہ بات جائز نہیں ہے کہ اس پر ظلم و جور کرے ہاں اگر وہ ظلم و مادی کر رہا ہو تو انتہائی بدلہ اس سے لیا جاسکتا ہے اس سے زیادہ ظلم کرنا

چاہت نہیں ہے کہ لالچو منگے کہ جسے جو ہدایت دی گئی ہے اس کا مطلب یہی ہے اور یہ صورت مسلح ہر ایک کے موقع پر پیش آتی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ عموماً مکہ مندرستہ تشریف لے جاتے تھے اور کفار مکہ کے آپ

کو روک دیا تھا اس واقعہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بات سے ڈرایا ہے کہ ان کفار کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے ساتھ ظلم و ستم نہ کرنا۔ ہاں یہ صلیبیوں کو ہے ایسی کوئی غلطیات نہ ہوئی ہیں۔

۶۔ چھٹی ہدایت یہ ہے کہ مسلمانوں میں نیکی اور تقویٰ کی باتوں میں باہم تعاون رکھنا واجب ہے نیکی اور بھلائی سب مل کر پھیلا نیکی کو شش کریں، نیکی

کے پیچھے کام ہیں وہ اس تعاونِ باجمہ کے ساتھ ہونے چاہئیں، حدیقات کی رقم بیا
 اداوار باجمہ کا چند دفعہ وہ ان میں تعاونِ باجمہ کے جذبہ سے کام کیا باجمہ نے فریاد
 کو تشریح کیا، دیکھتے ہی ان کے ساتھ مل کر دیا جائے، یہی ہے کہ کام کا تہ
 اور تقابلی میں تعاونِ باجمہ سے کہ ان کے اصول کی اطاعت کی جائے ان
 کے اداوار دہائی کے مطابق مل کر کرتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر رہے

تعاون گویا قیامت دین میں تعاون ہوگا بلکہ اگر کسی وقت دین کا کوئی فخر و واجب چھوڑ دیا گیا ہو یا کوئی حق ترک ہو یا جو باوجود مسلمانوں پر واجب ہو گا گدھ اس واجب کو نہ کہنا کر کے نہ کھنڈا کر کے دوسرے کا تعاون کرے کوئی کلمہ کا سامنے مسلمان

یاسی کو نام دے کر ہے ایک دوسرے کا حق و سب کو قاضی جو اس کا ہے
 جمعی طور پر اسے واحد اور ملت واحد ہیں اگر کسی ایک مسلمان کا حق ارا جا رہا ہے
 تو امت کے ایک فرد کا حق ارا جا رہا ہے اس کا حق دلائے کیلئے سب کو قاضی
 کرنا ضروری ہے۔

۷۔ ساتویں بات یہ کہ گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون کرنا حرام ہے
گناہ سے عزم رہا یہاں پر تمام کہا کرتے ہیں جیسے زنا، منو، چوری، غیبت، تہلیل، و اجابت
کافرانہ اور دوسرے حرام کاموں کا انتساب نہ کیا جائے و شادی کی تقریبات میں

کھانے پینے اور پہننے میں یہ وہ گناہ ہیں جن میں کسی طرح کا تعاون جائز نہیں ہے۔
ناپس چیزوں کے ایجاد کرنے میں تعاون جائز ہے۔ انھیں استعمال کرنے میں تعاون جائز ہے اور غلامی، رافضی، جہوریت، سیکولرزم، گولگول، حائل، سرزد، ادا، ک، حائل،

انکی عزت و ابرو دیکھنے والے ان پر زنا دہی کی جیسے یاں کا مال زبردستی حاصل کیا
جیسے تو ان تمام صورتوں میں جو شخص کسی نظر کر یا جو اس کا ساتھ نہ دیا جائے

اور اہل ہوسے کو بھی منع فرمایا ہے۔

یہ روکن جس کی ممانعت اس آیت میں کی گئی ہے۔ اس کی طرف مائل ہونے اور اس کے ظلم پر راضی رہنے سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

۸۔ اُنہوں نے دایت اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے کی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ**۔
تقویٰ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے سامنے ساتھ اولی الامر حاکم شرعی کی بھی اطاعت کی جائے۔
اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرنے اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے بچنے کی صورت میں تقویٰ پایا جائے گا۔
إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس بات سے ڈرایا ہے کہ تم لوگ ان آیات پر عمل کیلئے آمادہ نہ ہوئے تو پھر سچو لوگ اللہ تعالیٰ سے بہت سخت سزا دینے والے ہیں۔ قیامت میں جب سزا سنائے اسکی تو شرمندہ ہونا پڑے گا اس وقت شرمندگی سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اسلئے ہمیں اللہ کے عذاب سے ڈرنے رہنا چاہئے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تیسویں نذر

وضو کی فرضیت اور اسکی کیفیت کا بیان

غسل جنابت کا وجوب و اوقافض وضو

او کیفیت تیمم کا بیان

سُوْرَةُ الْاٰیٰتِ (آیت) اَمُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ
اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْكُمْ
وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَتَافِقِ وَامْسَحُوا
بُرُُوْسَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَتَيْنِ
وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْبُؤْاْ وَاِنْ
مِنْكُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَاءَ
اَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ اَوْ اَدْلَمْتُمْ
النِّسَاءَ فَلَكُمْ تَيَمُّنٌ وَاَمَّا وَاَنْتُمْ
صٰغِدُوْا اَطْلُبُوْا فَاَمْسَحُوْا بِوُجُوْكُمْ
وَاَيْدِيَكُمْ بِمِنْهٖ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُخَلِّفَ
عَلَيْكُمْ مِنْ خَلْقٍ وَّلٰكِنْ يُّوَسِّدُ
بِتَخَلُّفِكُمْ وَاِلَيْكُمْ يَنْصَبُ عِلْمٌ
فَلَكُمْ تَسْلُوْةٌ ۝

اسے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھو تو اپنے چہروں کو دھو اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہیں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو ٹخوں سمیت (دھو) اور اگر تم ناپاک کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص بیت کلمہ سے آیا ہو یا تم میں سے کسی نے عورت کی جو کچھ تم کو ہانی نہ لے تو تم پاک بننے سے تیمم کر لیا کرو اپنے پیروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اللہ تعالیٰ تم کو تسکین میں ڈالنا نہیں چاہتے وہ تم کو پاکتہ عبادت رکھنا چاہتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ تم پر اپنا انعام پورا کر دیں تاکہ تم اس کام شکر و اکرہ۔

تشریح و تفسیر

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے متعدد معلومات کی تعلیم دی ہے جو تمام مسلمانوں کیلئے بہت ہی ضروری اور کارآمد ہیں امید ہے کہ یہ تعلیمات آپ کو حاصل ہوں گی۔ اگر چاہیں تو اب انہیں زمین نشین فرمائیں کیونکہ جیساکہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو پاک صاف رکھنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنے ان دوست بندوں سے راضی رہیں اور جب وہ راضی ہو گیا تو پھر ان کا داخلہ جنت اور آخرت کی کامیابی بھی جہلمن مرد و عورت کیلئے آسان ہو جائیگی۔ اب ہم ان باتوں کو یہاں بیان کرتے ہیں جو ہر مسلمان کیلئے جید ضروری ہیں اور اس آیت شریفہ میں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ پہلی چیز یہ بتانی گئی ہے کہ جو مسلمان اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہو کر اس سے مناجات اور عرض معروض کرنا چاہتا ہو، غار کی صورت میں قرآن مجید کی تلاوت اور قیام اور رکوع و سجود کرنا چاہتا ہو تو اس کے لئے وضو کرنا فرض ہے بشرطیکہ وہ نہایت کی حالت میں نہ ہو (جنابت کی صورت میں صرف وضو کافی نہ ہو گا غسل کرنا بھی ضروری ہو گا جیسا کہ آگے آ رہا ہے)۔

۲۔ آیت شریفہ میں وضو کے فرائض بھی بتائے گئے ہیں کہ چار ہیں۔ پوچھنا، دھونا، کھینچنا، دھونے۔ چوتھائی شکر کا مسح کرنا، منگوٹھ سمیت دونوں پاؤں دھونا، وضو کا طریقہ احادیث میں پاؤں بیان کیا گیا ہے کہ پیچھے گئے تک دونوں ہاتھ تین بار دھوئے پھر تین بار کھلی کرے پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور ناک صاف کرے، پھر تین بار پورا چہرہ دھوئے (دیشانی سے لیکر چھٹی تک) اور ایک کان کی لوسے لیکر دوسرے کان کی لوٹکے۔

پھر کھینچوں سمیت دونوں ہاتھ دھوئے پیچھے دھونا ہاتھ دھوئے پھر بائیں دھوئے پھر دائیں سمیت چوسے سر کا مسح کرے (مع صوف ایک بار کرے) پھر منگوٹھ سمیت دونوں پاؤں دھوئے۔ پیچھے دھونا پاؤں پھر بائیں پاؤں دھوئے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استنبہ کے علاوہ یہ کلام میں دانت سے ابتدا پسند فرماتے تھے۔

۳۔ تیسری بات جنابت کی صورت میں غسل کا مکہ بہت کہ جب شخص غسل کرے، جب وہ شخص کھلا جاتے ہیں تو اسے پوری سے مباشرت کی ہو (یعنی اس کا عضو

خاص عورت کے مقام مخصوص میں داخل ہو گیا ہو۔ غسل جنابت کیلئے صرف دخول ہی کافی ہے پوری مباشرت اور انزال کی مشروط نہیں ہے، اسی طرح جب وہ شخص بھی ہے جسے خواب میں باولہیہ ہی اتمام و انزال ہو گیا ہو یہ لوگ جب کھڑے ہیں مرد ہوں یا عورت غسل جنابت کا طریقہ ایسے کہ آدمی پیچھے دونوں ہاتھ منگوٹھ تک تین بار بارادہ غسل دھوئے پھر کھینچے کہ دونوں مقامات دھوئے پھر وضو کرے جیسے نماز کیلئے وضو کرتے ہیں جس کا بیان ابھی ابھی اوپر ہو چکا ہے۔ پھر سر کے بالوں کے جڑوں میں ہاتھ میں پانی لیکر غفل کرے اور اس طرح بالوں کو تر کرے ٹھنڈا پانی بہانے کی صورت میں غرض ہے کہ ٹھنڈک نقصان کر جائے اور زکام ہو جائے پھر کانوں سمیت پورا سر تین بار دھوئے پھر بدن کی داہنی کرٹھ سر سے پاؤں تک اور پھر بائیں کرٹھ سر سے پاؤں تک دھوئے اور اس بات کا اہتمام کرے کہ جن مقامات تک پانی آسانی سے پہنچتا ہو ہاں پانی پہنچالے جیسے نفل میں انگلیوں کے نیچے حصہ اسی طرح ناف میں رانوں کی جڑ میں پانی پہنچالے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں غفل وضو کے وقت کر لیا جائے۔

۴۔ نوافل وضو۔ جس کا بیان اُنْجَبَاءُ اَحَدٍ مِنْكُمْ ہے کیا گیا ہے کیوں کہ بیت الخلاء سے انیکام مقصد یہی ہے کہ وہاں سے مٹی، پاؤں دھو کر کے آجائے یا ہوا خارج ہوئی ہے تو ان صورتوں میں اگر وہ پیچھے سے وضو نہ کرے تو وضو کر لیا جائے اور اگر پیچھے ہی سے ہے وضو نہ کرے تو اب نماز پڑھنے لگے اسکو وضو کرنا ضروری ہے اسی طرح سے طواف کیلئے اور تہران شریف کو کھاتہ لگائے کیلئے وضو ضروری ہے۔ اگر ایسی نیند آجائے کہ اسے ہوا خارج ہونے کا احساس بھی نہ ہو یا کسی چیز کا سہارا لے ہوئے سو جائے تو ان صورتوں میں بھی وضو لوٹ جائے۔

۵۔ پانچویں بات نیکم کی فرضیت ہے کہ اگر کسی وقت کسی شخص کے پاس کھانے پینے کی ضرورت سے راند پانی موجود ہو اور اس پاس ایک میل تک نہیں پانی نہ ہو یا پانی کچھ غافلہ ہے لیکن وہ انہیں سسکا کر راستے میں کوئی خطرہ ہے یا وہ شخص مر رہا ہے اور وضو کرنے سے مرض کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے تو یہ لوگ وضو کی جگہ تم کریں گے۔

۶۔ تیم کا طریقہ : یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں مٹی پر اسے مٹی نہ ہو تو پتھر پر ہاتھ مارے، ساتھ ہی ساتھ بسم اللہ بھی کہے اور یہ ہتھیلیاں ایک بار چروہ پر بھیسلے پھر دوبارہ اسی طرح دونوں ہتھیلیاں مٹی یا پتھر پر اسے اور کچھوں سمیت دونوں ہاتھوں پر بھیسلے۔ تیم ہوگیا اگر عمدہ دوی و جبوری میں غسل کی جگہ تیم کرنا ہو تو اس کا بھی یہی طریقہ ہے۔

(نوٹ) اکثر فقہاء جن میں فقہائے احناف بھی شامل ہیں تیم کھینچنے دو بار مٹی پر ہاتھ مارنا ہی صحیح سمجھتے ہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کا یہ لطف و احسان قابلِ غور ہے کہ اس نے اہل ایمان کو وضو یا تیم کا پابند بنانے کے بعد اس طرح ان کی دل جوئی بھی فرمادی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حرج و تکلی میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ دھڑھرت تمہاری عبادت و پاکیزگی کیلئے یہ حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنی دماغی دونوں ہی طور پر پاک و صاف رہو۔ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ تم کو زندگی بھر کے متعلق ضروری احکام کی ہدایت فرما کر اسلامی تعلیمات کی تکمیل فرما کر تم پر اپنی نعمتوں کا اتمام بھی فرمادیں جو تمہارے لئے دلائل میں ہر قسم کی سعادت اور حقیقی راحت و مسرت کا ذریعہ ہے۔

آخر میں یہ بڑے کام کی بات بھی سن لیجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے وضو کیا اور وہ خوش تمام سنتوں اور ادا داب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سترہ مرتبہ طور پر وضو کیا پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کلمہ شہادت کے ساتھ یہ دعا پڑھی:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَا اَشْرُكَ لَهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنَ الشُّعْرَاءِ الْمُبْرَكِيْنَ وَاجْعَلْهُ مِنِ الْمُتَّقِيْنَ

تو اس شخص کیلئے جنت کے آسمانوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

یہ دعا یاد رکھیں اور اسے اپنا معمول بنالیں، یہ بڑا قیمتی خزانہ ہے

وَسَلِّمْ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(۳۱)
اَلْتَيْسُوْنِ دَارَ

فیصلہ کرنے اور شہادت دینے میں عدل

واجب ہے

بُغْضُ وَعَدَاوَتُ كَيْوَجِبُ سَهْ نَا انصافِی حَرَامُ

اللہ کا تقویٰ ضروری

سُورَةُ مَائِدَةٍ (آیت ۵۸)
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الظَّالِمِيْنَ الرَّجِيْفِ
يَسْجِدُ لِلّٰهِ الْمُرْسَلُوْنَ الْمُرْسَلِيْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا
قَوْلَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذْ قَالَ لِلْعَالَمِينَ
اذْكُرُوا مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِ قَدْ جَاءَكُمْ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ
لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اِيَّاهُ اِنَّمَا هُوَ اَقْرَبُ
لِلْعَالَمِيْنَ اذْكُرُوا اَللّٰهُ حَيُّ لَا يَـُٔوْدُهُ
شَيْءٌ سُبْحَانَ اَللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

تشریح و تفسیر
اس سے پہلے بچہ بیویوں نماز میں بھی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو عدل و انصاف کا حکم فرمایا تھا اب اس آیت میں

تقریباً ویسے ہی الفاظ میں اسی طرح عدل کا دوبارہ حکم فرمایا ہے اس سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نزدیک عدل و انصاف کی اہمیت و ضرورت کو غفلت شان کس درجہ بڑھی ہوئی ہے یہاں تک کہ زمین و آسمان کا قیام بھی اسی عدل و

شخص کی بدولت ہے، اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے دوبارہ اس آیت میں دی ہوئی نکتہ کی طرت توجہ فرمائیے کہ اس نذر میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام احکام پر عمل و آراء کر کے کا عمل دیا ہے جو اس نے عادات و اخلاق اور آداب سے متعلق اپنے مومن بندوں پر فرض کئے ہیں اس مقصد کیلئے انھیں تو اہم کے القاسم یا دفرمایا ہے جو مباح کا مقصد ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ جو شخص تمام حقوق و ادب بات ادا کرنا ہو۔

اور تو آجین کے ساتھ لئے فرمایا تاکہ شرک کی لٹی ہو جائے یعنی ان حقوق و واجبات کی ادائیگی کی خدمت اللہ تعالیٰ کے کیلئے ہو اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان حقوق و واجبات کی ادائیگی میں عدل کا ہونا ضروری قرار دیا ہے اسی طرح شہادت و گواہی میں بھی عدل و انصاف کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ بہت سے حقوق کی صحیح طور پر ادائیگی کیلئے شہادت و گواہی بھی درکار ہوتی ہے تو اگر شہادت میں عدل کو ملحوظ نہ رکھا جائے گا تو بہت سے حقوق ضائع اور پامال ہو جائیں گے۔ شہادت و گواہی میں یہ فرق بھی نہ ہو گا کہ جس کیلئے شہادت دی جا رہی ہے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ وہ ملحد ہے یا فاجر؟ کوئی بھی جو اس کی گواہی میں عدل و انصاف ملحوظ رکھا جائے گا کیونکہ اللہ کے بندے تو سب ہی ہیں جس طرح مسلمان اللہ کا بندہ ہے، کافر بھی تو اسی کا بندہ ہے۔ ہے تو اللہ تعالیٰ اس بات کی اجازت کسی کو نہیں دینگے کہ وہ آپس بندے کی کوئی حق تلفی کرے کہ ظلم کرے گواہی میں عدل و انصاف ملحوظ نہ رکھنے میں خاص نکتہ یہی ہے کہ اجماعی طرح سمجھ لینا ہے۔

اب اس کے بعد اس بات پر غور کیجئے جو اگلے فقرے میں ارشاد فرمائی گئی ہے کہ
 کسی قوم نے دشمنی تم کو اس بات پر برسرِ آراء نہ کرے کہ اس کے ساتھ اناقصانی
 گزرتی رہی یا فلاں کی عداوت و دشمنی کا یہ تھا یا غرض نہ ہونا چاہئے کہ ان کے معاملہ
 کا فیصلہ کرنے یا ان کے معاملہ کی گواہی دینے میں ان پر نظر و اناقصانی کی گرفت ہو۔

فیصلہ اور شہادت کے موقع پر عدل و انصاف کا اس حد تک اہمیت دی گئی ہے کہ چونکہ کاغذی یا فیکٹل یا تو قہور وار کے خواہے اپنے اقرار کو جسے وہ تاہے یا تو مل کواموں کی کوایں پر جواب ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ جسے آقا ضائع انصاف کو بخاندہ رسبے اسلئے اللہ تعالیٰ نے عدل کیلئے ایک بار حکم دینے کے بعد منکر و کفر و اورین لائن لائن لیا

فرانسیس کے بعد ہی "رائیڈ لٹ" فرکر سب سے کھل کر ہاکی فرمادی اور "ہو آؤمٹ ہٹنٹ" کی فرم اس کا ایک اور خاتمہ بنا دیا کہ عدل بخوشی سے بہت ہی قریب کی دیکھنے والی چیز ہے جو اس زندگی کی ولایت و دوستی کا خاص رکن ہے کیونکہ ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اولیاء اللہ ہی مومن ہو جتے ہیں جو سچی ہوں اور جو لوگ فاسق و خارجہ اور کافرو مشرک ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔

اس کے ہر وہ چیز جس کو صحت اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دل میں پیدا ہو سکے اسے اختیار کرنا واجب ہے جس کی پابندی کیلئے بار بار تاکید و حکم فرمایا گیا ہے اس میں کسی طرح کی کمی نہ ہونی چاہئے۔

ہماری اس شریع کی صحت اس بات سے بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دی ہوئی ہدایت کو حکمِ تقویٰ پر ختم فرمایا ہے ارشاد فرمایا ہے:

قوتی موجود ہو گا تو تمہارے لئے خدا اور رسول کے چلنا اور دینی اور دنیاوی احکام پر عمل کرنا آسان ہو جائیگا جس کا تمہیں مکلف بننا گیا ہے۔ احکام کی تکلیف خدا تعالیٰ کے قوتی کی برکت سے آسان ہو جائیگی خاص طور پر اس آیت میں دیتے ہوئے حکم دفعہ اول و ثانیہ میں، عدل کا لفظ رکھنا، برعل آسان ہو جائے گا۔

اب ہم کو یہاں پر بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ اگر شرعی کا خوف و تقویٰ جو بندوں کو دوائے حاجات اور دوائے حقوق و امانات کہیئے، ایجاز تا اور ارادہ کرنا ہے تو خوف و تقویٰ ایسی چیز نہیں ہے جس کا حاصل کرنا ہمارے اختیار میں نہ ہو بلکہ اسے طلب کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے اس کی طلب و تحصیل کا طریقہ مندرجہ ذیل باتوں کا ہر دم مستحضر رکھنے اور ہر وقت اس کے لئے فکر و توجہ کرنے سے حاصل ہوا جائے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مکمل کھردہ وقت و دل میں استغفار رہنا چاہئے مگر اسے کوئی صورت اور کوئی چیز عاجز و بے بس نہیں کر سکتی ہر چیز اور ہر صورت پر اسے قدرت حاصل ہے۔

۲۔ یہ بات ہر وقت مستحضر اور پیش نظر رہنی چاہئے کہ ہم انسان اپنے ہر کام اور اپنی ہر ضرورت میں اپنی کمزوری و بے بسی کو جو ہے اللہ ہی کے محتاج ہیں حتیٰ کہ سانس

۳۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور کافروں کو جس جس سزا سے عذاب فرمایا ہے ہر وقت اسے مستحق کر رکھیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو جس جس طرح عذاب و سزا کا اور تباہ کیا ہے اسے یاد کرتے رہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جس طرح دنیا میں بھی عزت و کمال اور سزا کی پرفائز و کامیاب ہوتے ہیں اور آخرت میں ان کیلئے جو کچھ کامیابی و انعام متوقع ہے اسے یاد کرتے رہیں۔ یہ ذکر دل و زبان و دلوں سے ہونا چاہئے۔ صحتِ زبان کی تذکرہ کار انہیں ہے جب دل میں خدا کا خوف پیدا ہو جائیگا تو اللہ تعالیٰ ان کو تقویٰ بھی آجائے گا اور اعتقادات و عبادات و معاملات بر شریعت و دین میں خدا و رسول کی اطاعت ہوئے گی کہ ہر شعبہ میں خدا و رسول کی معیت و نافرمانی سے گریز اور اجتناب ہوئے گا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخر میں اس طرح خبر دہرائی فرما دی ہے: **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ**۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں۔

مہارت کا یہ معاملہ ہے۔ جو شخص اپنے ہر کام کے وقت یہ مراقبہ کرنا رہے گا تو وہ حقیقی معنی میں متقی اور ائمہ قیام کے دوست ہو جائے گا جسے نہ کوئی خوف ہوگا نہ رج و جمح ہوگا نہ فقر و غنا۔ آمین

وَسَدِّمْ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(۳۴)
بسیویں تدار

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کر نیکی لئے

انہیں یاد کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے

اور اللہ کا تقویٰ اور اس پر توکل و

اعتماد کا حکم

{ سورۃ مائدہ }
[آیت ۱۱]

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے اس فہام کو یاد کرو
 کہ تم پر جو ایسا ہے جبکہ ایک قوم نے ارادہ کر لیا تھا کہ
 تم پر کفر ثابت و رازی کر دیا سو اللہ تعالیٰ نے انکی دست داری
 کو ختم کر رکھا اور اللہ تعالیٰ سے شہر وادار ایمان
 والو! کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی ارادہ کر رکھا تھا کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا
بِعَهْدِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ لَبِثُوا
إِنَّا لَنُكَلِّمُكُمْ فِيهِمْ وَلَكِنَّ أَيْدِيَهُمْ عَنِ
وَأَلْفُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَمِنْهُمْ
الْمُؤْمِنُونَ

2020

تشریح و تفسیر | گزشتہ صفحت میں ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ کی بار بار تشریح جس طرح کی ہے اور اس کے کچھ خاص کلمات ہم نے جس طرح متوجہ کیا ہے اس سے بات آپ پر انہی طرح ظاہر ہو گئی ہے کہ ان آیاتِ خدائیں اللہ تعالیٰ کا خاص مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کو جو احکامی نواہات اور قیامت میں اس کی طمانت پر ایمان و یقین رکھتے ہیں، ایسے امور کیلئے رہایت دینا جو توں سے اہل ایمان کے اخلاق و آداب اور دولت و کمالت کو

قوت و کمال حاصل ہوا اور جو دنیا و آخرت میں انکی سعادت و نجات کا سبب بنیں کیونکہ
 اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان بندوں کا ناک و پروردگار ہے اور ہر ملک اپنے مملوک و
 ظلم کی سعادت و کمال ہی کا ارادہ لیکر تاجہ چٹا چڑا ہوا اس آیت میں آئی ہوئی مذہر پر
 غور کے ساتھ توجہ فرمائیے اور دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ خدا کس لئے دی ہے؟
 اس کی یہ غدار اس عظیم نعمت کی یاد دہانی کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نعمت
 فرمائی ہے اس طرح گویا ہر مومن مرد و عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم
 نعمت کا شکر ادا کرنا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ شکر گزاری اسی وقت دل سے ہو سکے گی جب
 شکر ادا کرنے والے کو وہ نعمت بھی معلوم ہو جس پر وہ شکر ادا کر رہا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ
 نے بھی اس نعمت پر شکر کا حکم دینے کے بعد ہی متنبہ اس نعمت کا ذکر بھی اس طرح فرمایا۔
 کہ جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کا پختہ ارادہ کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انکی دست
 درازی کو فیتہ روک دیا اور وہ دست درازی نہ کر سکے ان کا وہ سارا منصوبہ ہی ناکام
 ہو گیا۔ کفار کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ کئی بار تیار کیا گیا
 اور ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو روک دیا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہ گئے۔
 آپ کے قتل کر نیکیے منصوبوں میں سے ایک منصوبہ تو غورث بن امارت کا مشہور قصہ
 ہے جو بخاری شریف میں بھی مذکور ہے کہ:

غورث اعرابی نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ کے موقع پر سفر اور جنگ کا
 مکان دور کر نیکیے لئے ایک درخت کے سایہ میں آرام فرماتے تھے آپ کے رفقاء حضرات صحابہ
 بھی مشرق و جنوب کے نیچے سایہ میں مکان دور کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اپنی تلوار مبارک و درخت کی شاخ میں لٹکا دی تھی اور آرام فرما رہے تھے غورث اعرابی
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجھو آجھو اور اپنی تلوار درخت سے آکر نہام سے باہر
 نکال کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور بولا "مَنْ يَنْفَعُكَ هَٰذَا" کون تم کو
 بھوت بچائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "اللہ عز وجل بچائے گا" غورث
 اعرابی نے وہی جملہ تین بار دہرایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار سے یہی جواب دیتے رہے
 کہ مجھے اللہ عز وجل بچائے گا:

غورث اعرابی پر آپ کے اس پُر اعتماد جواب کا اور اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کا کچھ

اگر آپ کا کہنا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار جھوٹ کر گر گئی اور وہ چپ چاپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے قریب بیٹھ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ اس کی طرف سے پھرنایا اور اپنے صحابہ
 کرام کو بلا دیا اور یہ سارا واقعہ سنایا اور وہ غورث اعرابی آپ کے قتل ہی میں بیٹھا ہوا تھا۔
 آپ نے اسے کوئی سزا دی نہ کچھ کہا، یہو سکھائے کہ کچھ لوگوں نے جو آپ کے قتل کا ارادہ
 رکھتے تھے اسے اسی مقصد کیلئے بھیجا ہوا تھا۔ ہرے کہ اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کا اس معجزانہ طور پر قتل سے بچ جانا ایضاً اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت تھی جو اس وقت آپ
 کو زندہ سلامت بھی کر سکا ان لوگوں کو مرمت ہوئی۔

ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ قبیلہ بنو نضیر کے یہود سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
 معاہدہ فرمایا تھا جس کی رو سے انھیں مدینہ میں قیام کی اجازت دیدی تھی مگر اسی سلسلہ
 میں ایک بار آپ قبیلہ بنو نضیر میں تشریف لے گئے تھے اس موقع پر ان یہود نے ایک
 سازش پیسلے سے تیار کی تھی اور منصوبہ یہ تھا کہ جس دوران آپ وہاں تشریف فرما
 رہیں آپ کے اوپر بھی اوپر سے گرا دی جائے اور نونو باشندہ اس طرح آپ کو ختم
 کر دیا جائے۔ آپ حسب نظام وہاں تشریف لے گئے اور گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ تین
 نے بذریعہ وحی انکی سازش سے آپ کو مطلع فرمایا اور بالکل اچانک اپنے اصحاب کو ساتھ
 لیکر اس جگہ سے اٹھ گئے اور وہ منصوبہ ناکام ہو گیا ان کی اس سازش نے انکے دل
 میں پھپی ہوئی عداوت دشمنی کو بے نقاب کر دیا تھا اس لئے ان لوگوں سے کسی
 قسم کے معاہدہ کا کوئی سوال ہی نہ تھا آپ نے انھیں مدینہ خالی کرنے کا حکم دے دیا
 اور وہ لوگ وہاں سے بچھل دیتے گئے اور شام میں جا کر آباد ہوئے۔

ایک تیسرا قصہ ایک بار یہود نے باہر مشورہ سے سازش کی اور آپ کی جان لینے
 کیلئے آپ کو زیر کھائے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو ان کے منصوبہ
 سے باخبر فرمایا اور اپنا شہادت سے محفوظ رہ گئے۔

اس قسم کے یہ عین واقعات ہوتے ہیں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی بے ہوا زندگی کی
 حفاظت فرمائی اور آپ کے وجود مبارک کی نعمت حضرات صحابہ اہل ایمان پر اس
 وقت تک کیلئے اپنی رحمتی جب تک اللہ تعالیٰ نے اپنے دین و شریعت کی تکمیل نہ فرمادی
 تکمیل دین جب ہوگئی جس کا اعلان اس آیت میں ہو گیا "اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ"

وَأَعْمَتُ عَلَيْهِمْ نَصِيحَتِي وَرَحْمَتِي لَكُمْ وَبَيَّنَّا آيَاتِكُمْ فِي دِينِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ
 دین کو پورا کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر دیا
 اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وقت موعود پر اپنی ناسوتی زندگی پوری کر دی اور آپ
 کے چہرہ شریف میں ہی آپ کی وفات ہو گئی اور وہیں آپ دفن ہو گئے بعد میں اپنے اپنے
 وقت آپ کے اصحاب سے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں دفن
 کر دیئے گئے۔

ان مذکورہ بالا نعمتوں کی یاد دہانی فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے
 ایمان والو! اللہ کی اس نعمت کو جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے قتل کے
 منصوبوں سے حفاظت فرمائے کی شکل میں تم پر کی گئی ہے اس نعمت کو برابر یاد
 کرتے رہو جب ایک قوم نے تم پر دست دلائی دوست اندازی کا پکا ارادہ کر لیا تھا اور
 اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تمہیں نقصان پہنچانے سے روک دیا تھا۔

یہاں ایک خاص نکتہ قابلِ لحاظ اور لائقِ غور ہے کہ واقعات سے تو یہ بات
 ثابت ہے کہ ان شریروں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر دست دلائی کر کے آپ کی
 حیات مبارک کو ختم کرنا چاہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے عوان یہ اختیار فرمایا کہ وہ دشمنانِ خدا
 اور اعداءِ دین تم مسلمانوں پر دست درازی کرنا چاہتے تھے جسے ہم نے روک دیا۔ اس
 عوان میں یہ اشارہ ہے کہ اہل ایمان تمہارا تقاضا ہے ایمان ہی ہے کہ ایسے مواقع میں
 تم میں ہر شخص آپ پر خدا ہو جائے خواہ مرد ہو یا عورت اسلئے تم تو یہی سمجھو کہ گو ہاتھ
 ہی آپ پر خدا ہو جائیگی تو بت اری تمہی ہماری رحمت سے وہ موقع نہیں آیا گا ابتداری
 ہی جان بچا دی گئی۔ اسی وجہ سے ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے:

أَلَمْ يَجْعَلْ أَذُنَ ابْنِ مَرْيَمَ سَمْعًا وَآبَاؤَهُمْ أَعْيُنًا وَرَأْسَهُمْ فِئًا وَنَحْشَهُمْ كِفًّا
 انہی نے آذان کو سننے کی آواز بن دیا اور ان کے آباء کو آنکھ بن دیا اور ان کے سر کو
 فٹ بن دیا اور ان کے پیچھے کو کھنکھ بن دیا۔

انہی میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تقویٰ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے وَاتَّقُوا اللَّهَ
 اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ میں اس کی خوشنودی و ضرر کا حصول
 ہوتا ہے اور اہل ایمان کو اس کی وہ ولایت حاصل ہو جاتی ہے جو حیاتِ دنیوی
 اور حیاتِ آخری دونوں ہی زندگیوں میں سعادت کا سبب ہوتی ہے لہذا ہمیں

اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔
 دوسرا حکم اہل ایمان کو توکل کہنے سے فرمایا گیا ہے کہ اہل ایمان اپنے ہر معاملہ میں
 صرف اللہ تعالیٰ ہی پر توکل و اعتماد اور بھروسہ رکھیں اس کے سوا کسی دوسرے پر
 ہرگز ہرجز اعتقاد نہ کریں کیونکہ غیر اللہ ہی پر اعتقاد کرنے سے ذلت و ناکامی اور بربادی
 کا منت دیکھنا پڑتا ہے۔

ضرورت ہے کہ اہل ایمان اس اہم نکتہ پر اچھی طرح غور کریں تو انہیں خود اندازہ
 ہو جائیگا کہ آج ہر طرف جاری ذلت و ناکامی اور بربادی کی بہت بڑی وجہ
 یہی ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قوت و قدرت پر اعتقاد کرنا بالکل چھوڑ
 دیا ہے اور جہاں سارا اعتماد صرف مادی اسباب پر ہے یا ان انسانوں پر ہے جو مادی
 وسائل کے ذریعہ اندوز ہیں۔

خدا ہر جہہ کہ جب ہم نے اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کے افعال کو نکال دیا تو اللہ تعالیٰ
 نے بھی اپنی قدرت و قوت کا ہاتھ ہمارے سروں پر سے اٹھالیا جس کا انجام ذلت و
 ناکامی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ لہذا اسے ہر وقت دلنشین رکھنا چاہئے کہ یہی ہر
 سعادت کا زینہ اور ہر قسم کی نعمت کی کنجی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپکو اس کی توفیق عطا
 فرمائے۔ آمین

وَسَلِّمْ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کا حکم اور اس کا وسیلہ طلب کرنے کا حکم، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا حکم

{سورہ مائدہ آیت ۲۳} اَتَقُوْا لِلّٰهِ مِنَ النَّفْسِ الْوَحِيْمِ ۝۲۳ شِعْرَ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا ۱ | اسے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ اللہ کو اتَّقُوا ۲ | اللہ کی وسیلہ کی تلاش کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرو ۳ | فی سبیلہ تَقَاتِلُوْا ۴ | اور سب کے تم کا سیلاب ہو جاؤ۔

تشریح و تفسیر | ہر آدمی عنوان سے کہ جاتی ہے اس کا خاص نکتہ بار بار دہرایا جاتا ہے کہ آپ کے ذہن میں یقیناً محفوظ ہو گا کہ اس کا راز یہی ہے کہ وہ اپنے ایمان کی بدولت اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نذر اور اپنے خطاب خاص سے نوازا ہے کیونکہ اس کے ایمان نے اسے ایسی زندگی بخش دی ہے جس کی بدولت وہ اللہ تعالیٰ کے ہر خطاب کو سن بھی سکتا ہے اور سمجھ کر اس پر عمل پیرا بھی ہو سکتا ہے اور کافر تو جیسے مردہ ہے کہ نہ تو وہ کوئی بات سن سکتا ہے نہ سمجھتا ہے نہ اس پر عمل کرتا ہے اور یہ بات بھی آپ کو ضرور یاد ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نذر اور ہر خطاب کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کو

یا تو کسی کام کا حکم دینا چاہتے ہیں یا کسی کام سے انھیں روکنا اور بچانا چاہتے ہیں یا انھیں کوئی خوش خبری دینا یا ڈرانا مقصود ہوتا ہے اور یہ بات بھی یقیناً ذہن نشین ہوگی کہ جن کاموں کا حکم دیا جاتا ہے وہ ایسے کام ہوتے ہیں جن سے اہل ایمان کے قلوب و نفوس کا تزکیہ ہوتا ہے اور جن کاموں سے روکا جاتا ہے وہ ایسے ہوتے ہیں جن سے نفوس آلودہ اور خراب ہوتے ہیں۔ بشارت پر جو امور مشتمل ہوتے ہیں وہ اہل ایمان کو نیکیوں کی طرقت، نعت و ستائش ہیں اور اگر کہیں اہل ایمان کو ڈرایا جاتا ہے تو اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اللہ کے بندے گناہوں کے ارتکاب سے بچتے ہیں جن سے نفوس گندے اور آلودہ ہوتے ہوں۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کیا حکم دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے،

اسے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس ڈر اور خوف کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ خوف تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری پر آمادہ کرنا ہے گا اور اس کی طاقت ہی ایسی چیز ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے غضب و عقاب سے دنیا و آخرت میں محفوظ رکھ سکتی ہے۔

آیت مذکورہ میں تقویٰ کے حکم کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کو ایک ایسی چیز کا بھی حکم دیا ہے جس کی وجہ سے انھیں دنیا و آخرت میں بلند درجات اور عالی منازل عطا مل سکیں اور وہ چیز ہے تقرب بالوافل جسے آیت شریفہ میں قَاتِلُوا الْكُوفِرَ کے جملہ میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی نفل عبادات (نفل نماز و روزہ و نفل صدقات اور نفل حج و عمرہ و نفل ذکر و دعا وغیرہ) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں لگے رہو۔

اس تشریح کے مطابق اس آیت میں آئے ہوئے لفظ وسیلہ کی تفسیر جملہ عباداتِ نافلہ سے کی گئی ہے کہ نفل عبادات کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ اور ذریعہ بناؤ۔ اس موقع پر اس نفل جملہ کا ازالہ بھی ضروری ہے جو بہت سے لوگوں نے لفظ وسیلہ کے غلط سمجھا لیتے ہوئے لوگوں میں پھیلا دی ہے جس کی وجہ سے یہ کہ چوتھی امت مسلمہ میں عام طور پر دینی تعلیمات کے معاملہ میں جہالت کا غلبہ ہے اس لئے بہت سے ایسے اعمال و افعال جن میں شرک کا تقویر کام کر رہا ہے وہ وسیلہ

(۲) بزرگوں کا قرب حاصل کر شکی نیت سے اس کے نام پر قربانی کرنا اور یوں کہنا کہ یہ قربانی ان فلاں بزرگ کی روح کیلئے ہے۔ اور اگر قربانی سے تعرب اللہ تعالیٰ ہی کا منظور ہو بزرگوں کا تعرب اور خوشنوی مطلق منظور نہ ہو صرف ان کے نام ایصالِ ثواب کرنا ہو تو یہ صورت بھی جائز ہے مگر پہلی صورت مآحولہ وہ **لَعَنَ اللہُ** میں داخل اور حرام ہے۔

(۳) بزرگوں کے نام کی تذکرہ ناما بھی شرک ہے کیونکہ فقہار کی تصریح کے مطابق مذہب بھی عبادت ہے اور ہر قسم کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی چاہئے نیز اللہ کے لئے شرک ہے۔ مثلاً یوں تذکرہ نامی کہ اسے فلاں بزرگ اسے سید بابا، اگر اللہ تعالیٰ نے میری مراد پوری کر دی تو آپ کے لئے ایک بکرا ذبح کروں گا یا آپ کے مزار پر مومن بنی جلاؤں گا یا کبھی ثمرت پر برہمنی چادر چڑھاؤں گا۔ یہ سب نذر میں حرام و ناجائز ہیں۔

(۴) بزرگوں کی قسم کھانا فلاں بزرگ کی قسم فلاں بزرگ کے سر مبارک کی قسم وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی شرک میں داخل ہے کیونکہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کی کھائی جانی چاہئے۔
(۵) بیادوں اور مرثیوں کو بزرگوں کی قبروں اور مرادوں پر برکت کیلئے لے جانا اور انکی قبروں پر لوٹنا اور دعائیں کرنا اور ان سے شفا طلب کرنا۔ یہ تمام بائیں شرک کے شاخ سے خالی نہیں ہیں۔

جسے ان لوگوں نے توسل کا نام دیدیا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ توسل ہے جو اس کے نیک اور بزرگ بندوں کے ذریعہ حاصل کیا جا رہا ہے۔
ہماری ان باتوں کو یاد رکھئے اور ان سے بچتے اور یہ جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ عظیم توسل نیک کلموں کی ادائیگی اور طاعات و عبادات میں کثرت کر کے کیا جاتا ہے

قرہ سے کرغل میں لائے جاسے ہیں۔ اور جہالت کی وجہ سے حقیقت حال سے بے خبر ہیں۔ جہالت کی حد یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ قرآن شریف جو کتاب ہدایت ہے اور ہدایت انسانی کیلئے نازل کیا گیا ہے وہ اب صرف مردوں پر پڑھا جاتا ہے اور پھر طاقتوں میں رکھ دیا جاتا ہے۔ حدیث شریف بھی اگر پڑھی جاتی ہے تو صرف تبرک کے طور پر پڑھی جاتی ہے اس سے مسائل نہیں سیکھے جاتے۔ اسلامی اخلاق و آداب کی تشکیل اس سے حاصل نہیں کی جاتی۔

جن امور پر شرک کو لوگوں نے وسیلہ کا مصداق قرار دیدیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) جو حضرات وفات پا چکے ہیں ان کو پکارنا، ان سے دعا کرنا، ان سے استغاثہ اور مدد چاہنا۔ مثلاً ان سے یوں کہنا کہ اے فلاں بزرگ! میں آپ کا اور اللہ کا محتاج ہوں میرے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کیجئے یا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرو کیجئے کہ میری حاجت و ضرورت پوری ہو جائے۔

متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل تک کر دیا ہے اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قتل کرنے کیلئے کئے اور کیسے کیسے منصوبے بنائے تھے۔ اور نصاریٰ کا حال تو اس سے بھی بدتر ہے کہ انھوں نے خدائے متعالیٰ کے سوا دوسروں اور حضرت مریم و حضرت عیسیٰ (کو بھی) الہ بنالیا اور انکی عبادت کرنے لگے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں ان اہل ایمان کو تدار دی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول پر اور قیامت میں اس سے ملاقات جو سنے پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

اے میرے اہل ایمان ہندو جو اللہ کو اپنا رب اور اسلام کو دین اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی و رسول مانتے ہو، جو ہندو نصاریٰ کو تم لوگ اپنا دوست نہ بنالینا کہ تم ان سے محبت اور انکی مدد و نصرت کرنے لگو کیونکہ یہ لوگ تمہارے رب کے بھی دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں تو پھر تم کس طرح ان سے دوستی رکھ سکتے ہو؟ کیا تم ایسے لوگوں سے دوستی کرو گے جو تم سے دشمنی رکھیں اور تم انہوں سے محبت رکھو گے جو تم سے بغض و دشمنی رکھیں اور کیا تم ایسے دشمنوں کی مدد کرو گے جو تمہاری شکست کے خواہاں ہوں؟

یہ تو اس معاملہ میں غور کا ایک پہلو ہے اب دوسرا پہلو بھی دیکھو اور کہو کہ یہودی بھی شخص اپنے یہودی بھائی کا دوست ہو تاکہ اسے اسی طرح عیسائی اپنے عیسائی بھائی کا دوست ہو تاکہ۔ تو پھر کیسے یہ بات درست ہوگی کہ ایک نصرانی دوسرے نصرانی کی دشمنی کیسے؟ تمہارے دوستی کر لے یا ایک یہودی کسی دوسرے یہودی کے خلاف تمہارے دوستی کر لے؟ اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ بات بالکل ناممکن ہے اور کسی صورت میں بھی اس کی گنجائش نہ نکل سکے گی۔

لہذا اسے اہل ایمان اس بات سے ہوشیار رہو اور ان ایسے دشمنوں اور اپنے رب کے دشمنوں کو اپنے دین اور اپنے نبی کے دشمنوں کو ہرگز ہرگز دوست نہ بناؤ کہ تم ان سے محبت رکھو اور ان کی نصرت کرو کیونکہ ان سے تمہاری یہ دوستی تم کو کفر کی حد تک پہنچا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ اسی خط کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ظاہر فرمادیا ہے :

وَمَنْ يَكُنْ لِلدِّينِ قَدْرًا فَقَدْ كَفَرَ بِهِ
اور جو شخص ان میں سے ہو گیا وہ کفر میں بھی انھیں بٹھا ہو جائیگا اور اللہ اور اہل اور اہل ایمان کی دشمنی میں بھی وہ انھیں بٹھا ہو جائیگا جس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے بھی محروم ہو جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کج سمجھ دیتے ہیں انہیں جو (جان بوجہ کر) اپنا نقصان کر رہے ہوں جیسا کہ خود آیت میں بھی یہ ارشاد موجود ہے "إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ"

جو شخص اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی کرنا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی سے دشمنی کر رہا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کو دشمن بنالیا تو اس نے اپنی جان پر آپ ہی نظر کر لے کیونکہ ظلم کی حقیقت یہی ہے کہ کوئی چیز اپنے عمل میں استعمال نہ کی جائے۔ تو جو شخص ظالم و کافر ہو وہ دشمن کی دوستی کا عمل نہیں ہے اس سے دوستی کرنا دوستی کو بے عمل رکھنا ہے لہذا اس سے دوستی کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

لہذا اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے ٹھکانا چاہئے اور اللہ کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی رکھنی چاہئے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! یہودی و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہود اہل میں یہ غور تو رکھنا چاہئے کہ نفوذ بائبل و تمہاری پانچواں کتاب نہ ہو جائیں۔ جب ہم اس طرح ان سے دوستی کا معاملہ رکھ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایمان کے بعد کفار اور بدعت کے بعد گمراہی سے ہیں محفوظ رکھے۔

آپ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جس قسم کی مولا (دوستی) ہم پر حرام کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان کفار کو دل سے جانیں اور اس محبت کا زبان سے اظہار بھی کریں اور ان سے مل کر ان کے ساتھ کھڑے بھی ہوں اور ان کے ان دشمنوں کے مقابلہ میں ہم انکی مدد بھی کریں جو کہ خود ہمارے مسلمان بھائی ہیں اس قسم کی محبت و دوستی صرف مسلمان کے ساتھ ہونی چاہئے۔ کافروں کے ساتھ ایسی دوستی جائز نہیں ہے۔ لہذا مؤمن تو مؤمن ہی سے محبت کرے اور وہ محبت نہ ان کے بھی ظاہر کرے اور اپنے عمل سے بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو اور اس کی مدد بھی کرے۔ موت و زندگی سب ان کے ساتھ ہو کیونکہ اسلام ایمان اور احسان کے کمال سے بھائی ہے، اللہ تعالیٰ کی دوستی میں بھی بھائی ہے اور کافر چاہے

فرائی میں اس تمام ذمات کا محور بندوں کی ہدایت میں اضافہ اور ان میں کمال و سعادت حاصل کر نیکی طلب ہے کہ وہ دارین میں کامیاب رہیں۔

چنانچہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ اب اپنے مومن بندوں کو اس سلام سے مزین فرما رہا ہے اور لوگ کہہ کر پھر ذکر و شریعت اختیار کرنے سے بھی ڈار رہے ہیں حالانکہ الیہ الہی ہوتا ہے باں اگر کچھ غلط باتوں سے جو سکتی ہے تو یہ خطر ہے کہ یہ لوگ یہودیت و نصرا نیت کا شکار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ میں اپنی حفاظت میں رکھیں اور اسی خطرہ کی کھال سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ ابھی اوپر تین سو تیس ہزار میں یہود و نصرا ن کے مولا اور دوستی حرام کی ہے اور فرمایا ہے:

لَا تَتَّخِذْ لِلْكَافِرِ وَالْمُنَافِقِ وَلَا يَتَّخِذْ لَكَ دُوسْتًا

کیونکہ یہی دوستی تمہارے یہودی اور نصرا ن بننے کا ذریعہ ہے جو جائیگی (اور ہم بھی یہی دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اپنے قریبی اہل کفر و شرک سے تعلقات اور دوستی زیادہ بڑھاتے ہیں اسی کے نتیجہ میں پھر انہیں ناجائز تعلقات اور شادیاں بھی ہو جاتی ہیں اسلئے اس دوستی کو مٹو لی نہ سمجھنا چاہئے۔ آگ کی چنگاری بھی وہی کام کر جاتی ہے جو دیکھا لگا رہ جاتا ہے، اسلئے یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ جو ان لوگوں سے دوستی کرے گا وہ انہی کی ہو جائیگا۔ اسی وجہ سے کبھی کبھی یہ صورت پیش آتی ہے کہ کوئی شخص نمودار شریعت اسلام سے مزین ہو کر یہودی ہو گیا ہے یا نصرا ن ہو گیا ہے اب اس آیت کی نادر کیطرت توجہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے صاف طور پر یہ بات بتادی ہے کہ اسے مسلمان! تم میں سے جو شخص بھی اسلام قبول کرے وہ تمہارا بیٹا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے کوئی نقصان نہ کرے گا خود اپنا ہی نقصان نہ کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایسے لوگوں کو مشرب بہ اسلام کر دے گا جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہوں گے (اس کا دین چھوڑ کر کہیں اور نہیں جائیں گے) اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھے گا (کہیں اور جاتے نہ دے گا)

اب یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس برکت و نعت و ابرقار کی ذمت کیسے آتی ہے تو کبھی کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ان کے ساتھ ہر وقت اسلئے بیٹھنے بیٹھنے سے غیر شعوری طور پر ان کے اعتقادات و خیالات کو دل ہی دل میں پسند کرتا اور

اپنا آئینہ یہاں تک کہ پھر پوری طرح ان کے اعتقادات کو دل سے قبول کر لیتا ہے۔ اسکی صورت یہی ہوتی ہے کہ انکی محبت و دوستی میں اسے اتنا غلو ہو جاتا ہے کہ انکی دینی مجلسوں میں شرکت کرے گھٹنا ہے ان کے عادات و خانوں میں بھی جا سکتا ہے اور سماجی و معاشرتی تقریبات کی شرکت تو سب سے جھجھک ہوتی ہے حالانکہ انکی کوئی بھی تعزیر ایسی نہیں ہوتی جس میں ان کے مذہبی رسوم و روائے کی پابندی نہ ہوتی ہو اور یہ شخص رفتہ رفتہ ان چیزوں کو پسند کر لے گا کہ ان کے نظریے دیکھتے دیکھتے ان کا عقیدہ بھی ہو جائے اور پھر انھیں اپنی پوشاک پہننا۔ انھیں لوگوں کے کھانے کھانا کھانے کیلئے وہی طریقے اختیار کرنا اور جو کام وہ کریں وہ کرنا جو کام وہ ناپسند کریں وہ ناپسند کرنا شروع کر دیتا ہے اور یہ سب ابتدائی باتوں ہی دوستی میں اور

تفریق ہو جائے اور یہ سوچ کر کیا جاتا ہے کہ آدمی وہاں چھاپے جو ہر سو اس میں اپنی عادت ہو کر ان میں مکمل مل کر رہے اور آخر میں یہ گھلنا ملنا اس حد تک پہنچ جاتا ہے جیسے دودھ میں شکر مکمل مل جاتی ہے کہ اسے دودھ سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

پھر مسلمان کے دل میں معاملہ خطرناکی کا پورا احساس ہونا چاہئے اور ایسے طریقوں سے مکمل پرہیز کرنا چاہئے جن سے فکری و اعتقادی اور عملی ارتداد کا خطرہ ہو کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سخت غضب و عقاب کا سبب ہے۔

اس آگاہی کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی صفات بیان فرمائی ہیں یہ چند صفات ہیں۔

(۱) پیشی صفت تو یہ بیان کی گئی ہے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہوتے ہیں اور عجب بھی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔

(۲) دوسری صفت انکی یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کے حق میں نہایت نرم اور بڑے ہی مہربان ہوتے ہیں۔

(۳) یہ کہ کافروں کے مقابلہ میں وہ سختی سے شدت رکھنے والے ہوتے ہیں۔

اور یہ دونوں صفات (یعنی اہل ایمان کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ اور اہل کفر کے مقابلہ میں شدت اور سختی کا معاملہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور

آپ کے چہرہ کو کام کے بارے میں بات سنانی لگی ہیں۔ حضرت قرآن نے فرمایا ہے :

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل میں بہت شدت والے اور باہم دُشمن مہربان رہتے ہیں۔

(۳) چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں یعنی جب اور جہاں ضرورت پڑے تو وہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد بھی کرتے ہیں، اللہ کے دین کی سر بلندی کیلئے جو بھی حکم ہو تا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ لہذا اگر کہیں ضرورت پڑتی ہے تو آوازِ حرب جو بھی میسر ہو سنبھال کر جہاد کھینچتے۔ مشکل چڑھتے ہیں اور اس سے انکا مقصد مال و دولت یا نام و نواز نہیں ہوتا بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا کے لئے کرتے ہیں کہ جس طرح بھی ہو سکے اللہ تعالیٰ کی دین اور دینداروں کی مدد و نصرت کریں۔

(۵) پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ کسی بھی حق بات کا اعتقاد رکھنے میں یا حق بات پر عمل کرنے میں کسی ملامت کو نہ مانیں کی ملامت کی مطلق پروا نہیں کرتے نہ انہیں اہل کی پروا ہوتی ہے کہ حق پر چلنے سے کوئی دشمن ہو جائے گا یا کسی سے مقابلہ کی فوج آجائے گی وہ اپنے کام اور اپنی دین میں لگے رہتے ہیں ان کو اپنے ملکی صورت اور ایمان کی قوت پر اعتماد و اطمینان ہوتا ہے (اہل ایمان میں پائی جانے والی ان عقول اور نشانیوں میں سے یہ آخری صفت جس پر اللہ تعالیٰ نے صفاتِ مؤمنین کے خاتمہ پر بیان فرمایا ہے۔ یہ صفت آج کل اگر بالکل ختم اور مستحکم نہیں ہوتی ہے تو سبب حدنا دور و قریب ضرور ہو چکی ہے)

آیت کے خاتمہ پر اللہ تعالیٰ نے شاید اسی وجہ سے یہ فرمایا ہے :

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ
یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے ان صفات سے نوازتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے اور بڑے مہربان ہیں

یہ مذکورہ بالا صفات یقیناً ایسی ہیں کہ خلافتِ سالے کے سوا کوئی بھی کسی انسان میں یہ صفات پیدا نہیں کر سکتا اور ان صفات سے متصف اور ان کے مستحق صرف اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور اولیاء اللہ ہی ہو سکتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا

فضل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنا فیصل ایسے ہی لوگوں پر متوجہ فرماتے ہیں جو صدق دل سے اور پورے شوق و رغبت کے ساتھ اسے طلب کریں اور اس کے لئے جو راستہ مقرر ہے اس پر چلیں۔ اب شاید آپ یہ سوال کریں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل عظیم کس طرح طلب کیا جائے؟ تو اس کا جواب نہایت مختصر اور صاف ایک ہے وہ یہ کہ صدق دل سے اور رسول پر ایمان لایا جائے کہ ایمان کے تقاضوں پر عمل بھی ہو سکے اور کفر و شرک اور شیطان و دلچسپیوں کا سختی سے انکار کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا تَكُن مِّنَ الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنِ أُولَٰئِكَ يَفْعَلُونَ
اور مگر ایسی ایک دوسرے ممتاز ہو چکے ہیں لہذا انہیں شیطان سے بیزار ہو کر اللہ پر ایمان لے آئے تو ان سے بہت ہی سنبھلاؤ ملے گا جو ان سے کہلائے
اللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ
یہ تو انہیں ہے اللہ تعالیٰ ہندو لے جانے والے ہیں۔ اللہ پر ایمان لائے اور شیطان سے بے اعتقاد و بیزار ہونے کی صورت یہی ہے کہ وہ کلمہ شہادت نکال دے زبان سے اقرار کرے اور اس کلمہ کے جو عملی و اعتقادی افعال سے ان کے مطابق اپنی زندگی گزار دے۔

آخر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت بیان کر دی جائے جو آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمائی تھی تبصرہ ابن کثیر میں مشند امام احمد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے غلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات باتوں کا حکم دیا ہے :

میکے توش سے محبت کرنا اور ان کے قریب رہنا اور دنیاوی معاملات میں اپنے سے کم درجہ کے آدمی پر نظر رکھنا، اپنے سے زیادہ درجہ کے آدمی کو نہ دیکھنا اور خدا تعالیٰ کا شکر کرنے کی توفیق ہوتی رہے) جتنا دینی کرتے رہنا اگرچہ تم سے قطع رحمی کی جائے۔ کبھی شخص سے کچھ مانگا نہیں۔ ہمیشہ سچ بات کہنا چاہے کہ وہی کیوں نہ لگے۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کرنا۔ لا تَحْزَنْ وَلَا تَحْزَنْ وَلَا تَحْزَنْ سے

اہل کتاب یا اور جو لوگ اللہ کے دین کا مذاق اڑاتے ہوں ان کی دوستی کا تعلق رکھنا حرام ہے

مُسُوْرًا مَّا مَدَّكَ { آیتان (۵۸-۵۹) }
أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسے ایمان دلو! اہل لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی
الَّذِيْنَ يَتَّبِعُ الْفِتْنَةَ اَدَاةٌ لِّتَكْفُرْ هُوَ اَدَاةٌ
لِّعِبَادِيْنَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الْاَكْثَرِ
مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اَلْكَفَرُ اَوْ لِسَاءٌ
وَالْفُتُوْرُ اَللّٰهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ
وَ اِنْ اَنْكَرْتُمْ اِلَى الشَّلٰوَةِ الْفِتْنَةِ وَ هَا
هِيَ وَ اَلْعِبَادَةُ اَوْ لِسَاءٌ يٰ اَنْتُمْ قَوْمٌ
لَّا تَعْقِلُوْنَ ۝

اور جب تم نے ان کی پیروی کی تو یہ اسے پہلے
بنالغیہ ہیں یہ سب اس لئے ہے کہ وہ ایسے لوگ
ہیں جو بالکل ہی عقل نہیں رکھتے۔

تشریح و تفسیر
آپ کو یہ تک لوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم
نذر کی رو سے اہل ایمان کا کافروں سے دوستی و
محبت کا تعلق حرام قرار پاتا ہے جیسے وہ اہل کتاب میں سے ہوں جیسے یہود و

پڑھتے رہنا کہ عرش کے نیچے کے خزانہ کی دولت ہے۔
اب اگر کوئی شخص آیت میں ایمان کی گئی صفات مومنین کو اپنے لئے اور حضرت
ابوذر رضی اللہ عنہ کو کی گئی اس وصیت پر عمل پیرا ہو جائے تو وہ کمال کی بلند چوٹی
تک پہنچ گیا۔ و سلام علیہ۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ



نصاری یا غیر اہل کتاب میں سے ہوں جیسے جوس و آتش پرست یا بت پرست مشرکین میں سے ہوں۔ اور اس موقع پر ان سے دوستی حرام ہو چکی وچ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین حق دین اسلام کو نبی مذاق اور کھیل کی چیز بنائے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین کسی سے قبول ہی نہیں کریں گے جیسا کہ فرمایا ہے :

وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ إِنَّ الشَّامِ لَا يَمْلِكُ شَيْئًا
فَلَنْ يَنْفَعَكَ شَيْئًا وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ
وَمِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

اور جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا تو وہ قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسران میں ہوگا۔

اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اس آیت شریفہ کا موجب نزول یہود و نصاریٰ میں سے بعض کفار کے استہزاء اور مذاق اڑانے ہی سے نصیحت رکھنا ہے کیونکہ روایات میں یہ بات آئی ہے کہ منافقین اور یہود جب اذان سننے سے تو مٹنے اور مذاق اڑاتے تھے اور مؤذن کی آواز کی نقل اٹا کر کہتے تھے، بعض بدعت یوں کہتے کہ یہ نوح یا نوحہ گندے کی آواز ہے اور بعض اذان کی طرح آواز بلند کر کے مسخوڑ کر دے اور کھلوا کر کہتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ مایہ نازل فرمائی اور اہل ایمان کو ان مسخوڑوں کی دوستی سے منع فرمایا جو شاعر اسلام (اذان) کے ساتھ اس طرح مسخوڑہ بن اور مذاق کرتے ہوں جب بھی انھیں اس کا موقع مل جائے اور اور ان کے قریب کوئی ایسا مسلمان موجود نہ ہو جس سے وہ ڈرسے اور خوف کھائے ہوں تو وہ یہ حرکتیں کر گزرتے تھے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا میں ایسے لوگوں سے دوستی کی ممانعت فرمادی اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ تم لوگ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ کا یہ تقویٰ ہی ایمان کی علامت و نشانی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے وہی ڈرسے گا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان و یقین رکھتا ہو اور اس کے احکام کی پابندی کرتا اور ممنوع و حرام چیزوں سے اجتناب بھی کرتا ہو۔

منہج منوعات و محرمات کے یہود و نصاریٰ کی دوستی و موالاۃ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کا تقویٰ رکھنے والا وہ دشمنانِ خدا و رسول و دشمنانِ اسلام

واہل اسلام سے دوستی کیے رکھے گا جو اس طرح اسلام اور شاعر اسلام کا مذاق اڑاتے ہوں۔

ان یہود و نصاریٰ کے علاوہ دوسرے مشرکین، کفار سے دوستی بھی حرام ہے جیسا کہ خود اس آیت میں بھی مَالِكُ الْكُفْرَانِ کا فقرہ شامل ہے اور اس سے پہلے سورۃ آل عمران کی آیت میں تو یہ مطلق طور پر کفار کو دوست بنانا شکی ممانعت آجلی ہے۔ اس کے بعد یہی آیت میں ان یہود و نصاریٰ کے اس مسخوڑہ بن کا بیان بھی کر دیا گیا ہے کہ جس وقت تم لوگ نماز کیلئے لوگوں کو نداء (اذان) دیتے ہو تو یہ (مشرکین) لوگ اسے ہنسی کھیل بنا لیتے ہیں۔

اس طرح آیت میں اذان کے ساتھ ان کے مسخوڑہ بن کا ذکر کیا گیا ہے اور اذان دین اسلام کا ایک اہم شعار ہے اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا دین ہی کے ساتھ ہنسی مذاق ہے کیوں کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کی توحید و کبریائی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اعلان ہوتا ہے اور اسلام کی اشرف ترین عبادت کیلئے لوگوں کو بلایا جاتا ہے۔ ان میں سے کون سی بات ایسی ہے جس کا مذاق اڑایا جائے مگر یہ لوگ تو ان لوگوں میں سے ہیں جو بالکل ہی عقل نہیں رکھتے ان سے ایسی بے عقلی کی حرکتوں کا عہدور بالکل موجب تعجب نہیں ہے۔

آخر میں یہ بات مناسب ہے کہ کسی موقع پر اذان کا حکم بھی بتا دیا جائے تو مکمل ہو جائے کہ اذان مطلق درجہ میں تو فرض کفایہ ہے کہ اگر کسی ہستی میں جہاں مسلمان رہتے ہوں بالکل ہی اذان نہ دی جاتی ہو تو وہاں کے مسلمان گنہگار ہوں گے لیکن اگر کسی مسجد میں ہی اذان ہو جاتی ہو تو فرض کفایہ کی ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، ویسے احناف کے نزدیک اذان سنت ہے لیکن سنت ہونے کے ساتھ ساتھ اذان شاعر دین میں سے ہے اور اگر کوئی شخص ہمارے کے بغیر نماز ادا کرنا ہو تو اذان سنت ہے لیکن حالتِ غریب اذان کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

مختصر حصے صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث موطا میں مروی ہے آپ نے فرمایا کہ مؤذن کی اذان کی آواز جتنی دور تک جائے گی اتنی دور تک اذان کا سننے والا

خدا و انسان ہو یا جن ہو وہ اس مؤذن کیلئے روز قیامت گواہی دیگا۔ اور اقامت ہر نماز یا جماعت کیلئے سنت موکدہ ہے اور مسئلہ تو یہی ہے کہ جو شخص اذان دے وہی اقامت بھی کہے لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اقامت کہدے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے تاہم بہتر یہی ہے کہ مؤذن سے اجازت لیکر دوسرا شخص اقامت کہے۔

اذان کے الفاظ یہ ہیں :-

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
سُبْحَانَ عَلَى السَّمٰوٰتِ ، سُبْحَانَ عَلَى السَّمٰوٰتِ
سُبْحَانَ عَلَى السَّمٰوٰتِ ، سُبْحَانَ عَلَى السَّمٰوٰتِ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ
اقامت کے الفاظ یہ ہیں :-

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
سُبْحَانَ عَلَى السَّمٰوٰتِ ، سُبْحَانَ عَلَى السَّمٰوٰتِ
سُبْحَانَ عَلَى السَّمٰوٰتِ ، سُبْحَانَ عَلَى السَّمٰوٰتِ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ
یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ آیت مذکورہ بالا اِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ کا جو فقروا یا ہے اس میں صلوة سے مراد جو وقت نمازوں کی اذان ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

سینٹیونی نذر

اللہ تعالیٰ نے جو عہد و پیمان چیزیں حلال فرما رکھی ہیں انہیں زبردستی حرام ٹھہر لینا حرام ہے
دین میں اس قسم کی زیادتی حرام ہے

{ مَوْرَدُ مَا دَرَدَ }
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسے ایمان واوا اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حرام فرمائی ہیں ان میں سے کسی چیز کو حرام نہ کر دو اور حدود سے آگے نہ چھو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے بچنے والوں کو ایسے نہیں کر سکتے اور خود بخود ہی جو چیزیں مذکور ہیں ان میں سے حلال و مرغوب چیزیں کھاد اور اشیاء دور جہیز میں ایمان رکھتے ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
مَا أَحْسَنَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا
إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ
وَصَلُّوا إِيمَانًا وَرَقَبَةً
حَدَّ لَا خَلِيفَ وَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَسْمُ رَبِّهِ مُؤْمِنُونَ
تشریح و تفسیر

اس آیت میں وہی ہوئی ہدایت کی تشریح کے لئے آیت کا شان نزول معلوم ہو جائے۔ ان دونوں آیتوں کا شان نزول مع بخاری شریف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ حضرت معاویہ سے تین صاحبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خدمت میں

۱۸۰
 اُنہیں اپنے اوپر غلام نہ کرو۔ طہیات سے مراد صرف لذیذ دھم دھیز میں نہیں بلکہ ایسی تمام چیزیں جو شرعاً طہیاتی اندی، گھٹاؤنی یا بُری نہ ہوں وہ سب طہیات کا مصداق ہیں بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوتی چیزوں میں سے نہ ہوں۔
 ہیں اللہ تعالیٰ کی حرام رکعت پر ایمان رکھتے ہوئے یقین رکھنا چاہئے کہ اس نے جس چیز کو حرام سے ملے حلال کیا ہے اس میں بھی بیماری بھلائی اور مصلحت پوشیدہ ہے اور جن چیزوں کو حرام کیا ہے اس میں بھی بیماری بھلائی اور مصلحت پوشیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک لفظ "مُتَدَرِّج" بھی استعمال فرمایا ہے۔ یہ لفظ "اعتدال" کا اسمِ فاعل ہے۔ اعتدال کہتے ہیں مقررہ حد و حدود سے تجاوز نہ کرنے کو مثلاً چیزوں کی حرمت و حلال کا فیصلہ اپنے ہاتھ میں لے لینا، مالا مال کام قانون ساز حقیقی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے وہ جو چاہیں حلال کریں اور جو چاہیں حرام کریں۔

کوئی ولولہ ہونہ تو جہلہ ہی فیصلہ ہی مسئلہ

کونسی اولاد ہو تو حلال ہے۔ (بی بی علیہ السلام)

جو وہ از ان سے تو حلال ہے جو وہ رد کے تو حرام ہے

اس لئے حلال چیز کو حرام کر لینا یا حرام چیز کو حلال کر لینا عذر شرعی سے عجاوہ ہے عجاوہ
 کر نیوالوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے ہیں اسی طرح کھاتے پیتے پہنتے ہیں یا
 عورتوں سے لمبی لینے مباشرت و مجامعت میں مد سے ٹرہ جانا، فصول خرچی کرنا
 وغیرہ سب بھی اعتدال میں شامل ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں کھاتے پیتے
 کی اجازت دی ہے اس وقت فصول خرچی کی ممانعت بھی فرمادی ہے۔ ﴿لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَكُمَا
 جہاں کھنا پیانا ہے وہیں﴾ وَلَا تَسْرِقْ ذَوَا الْقُرْبَىٰ ۖ لَكُمْ ذِكْرُ الْمُنَافِقِينَ ﴿بھی فرمادیا ہے
 کہ کھاتے پیو اور اس وقت فصول خرچی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت کر نیوالوں کو پسند
 نہیں فرماتے۔ اس وقت کا مطلب یہ ہے کہ نفع کی مد سے عجاوہ کر کے نقصان کی حد تک
 پہنچ جائے اور حق سے عجاوہ کر کے باطل کی حد تک پہنچ جائے۔

یہ دریافت کرنے کے آپ کا گھر میں کیا محول ہے بھر کتنی شب بیداری فرماتے ہیں کتنی نماز میں پڑھتے ہیں کتنے روزے رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ جب ان لوگوں کے آپ کے معمولات بتائے گئے کہ آپ الیسا ایسا کرتے ہیں تو اسے سن کر ان لوگوں نے اسے کم سمجھا کرتی عادت تو کچھ زیادہ نہیں ہے پھر خود ہی بھی کیا کجا بھلی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا برابری؟ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی معاف فرما کر آپ کی بخشش فرمادی ہے اسلئے ہیں تو آپ نے زیادہ جی عبادت کرنی چاہئے تو آپ

ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو برا زندگی بھر روزے رکھتا رہوں گا وہ بیان دوسرے نے کہا کہ بھائی میں تو برا زندگی بھر روزے رکھتا رہوں گا وہ بیان میں انظار نہ کروں گا۔ میرے صاحب ہوسے کہیں اپنی بیویوں سے قرمت نہیں کروں گا۔ ان سے الگ ہی رہا کروں گا اور اب کوئی شادی بھی نہ کروں گا۔

ابھی وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر پہنچے کہ آپ بھی تشریف لے آئے اور ازواج مطہرات سے ان لوگوں کے آنے کی غرض اور سبب کی بات چیت ہی اس کے بعد ان سے اس کی تصدیق بھی چاہی کہ کیا تم لوگوں نے ابھی ایسا ایسا کیا ہے؟ اور اس کے بعد فرمایا کہ سنو: ہم تم لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف و خشیت رکھنے والا ہوں لیکن اس کے باوجود میرا معمول یہ ہے کہ روزے بکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، فطرا کر لیتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو نا بھی ہوں اور غور توں سے شادی بھی کرتا ہوں اور ان باتوں کو خدا کے خوف و خشیت کے خلاف بھی نہیں سمجھتا، لہذا جو شخص میرے طریقے سے بٹ کر کوئی طریقہ اختیار کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اس موقع پر یہ دو دلائل آتے ہیں نازل ہوئے کہ اسے دو لوگو! چنانچہ اقبال کو اپنا رب اور پروردگار سمجھنے، پورا راستہ کلام کو اپنا دین اور اپنی شریعت سمجھنے، جو جس کے عباد و سرکوفی دین یا شریعت اللہ تعالیٰ کے یہاں قابل قبول ہی نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی و رسول سمجھنے، جو جن کے سوا کسی دوسرے کا اتباع اور اقتداء نہیں کیا جاسکتا۔ تم ایسی چیزوں کو بغضیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کر رکھا ہے کھانا، پینا، سونا، آرام کرنا، نکاح و شادی کرنا وغیرہ وغیرہ

شراب، بھوا اور بُت وغیرہ اور قرعہ کے تیروں کی حرمت کا بیان

{ شَوْصَرٌ وَمَا نَدَى }
آعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَلْمَآءُ الْحَمِیْمُ
وَالسَّبِیْرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْخَزْرُ لَا تُحِلُّ
وَلِیْسَ مِنْ شَرِبِ الشَّیْطَانِ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
وَلَعَلَّكُمْ تَقْلِبُوْنَ ۝ لَا تَسْخَرُوْا مِنْ
اَشْیَآءٍ اِنْ یُّوَفَّ بِهَا عَقْدٌ ۚ وَ
اَلْبَعْثُ اَفِی الْخَبْرِ وَالْعِیْرُ یُکَلِّفُ
عَقْرٌ ۚ وَکَیْفَ اَللّٰهُ وَعِیْنَ الصَّلٰوةِ وَتَجَلُّنْ
اَنْتُمْ مُنْتَعِبُوْنَ ۝

تشریح و تفسیر
یہ بات گذشتہ صفحات میں بار بار مختلف الفاظ میں دہرائی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کیلئے ایمان کی وہی حیثیت ہے جو اس کی روح کی ہے لہذا جو شخص صاحب ایمان ہوگا تو کچھ نہ کہ وہ زندہ ہوگا اور اس بات کا اہل ہوگا کہ اسے کچھ حکم دیا جائے تو وہ تعمیل کرے کسی چیز سے روکا جائے تو اس چیز سے باز رہے اور یہ بات اس کے کمال ایمان کو جو ہے ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف کافر کا حال تو یہ ہوتا ہے جیسے وہ کوئی مرد ہے جو نہ مست ہے نہ کھتا

انشقاع سے جب یہ فرما دیا کہ وہ جسے تھما کر غولوں کو پسند نہیں فرماتا تو ہم ایسی بات کیسے پسند کر سکتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں۔ ہم نے حلال چیز اپنے اوپر اسی لئے حلال کرنی چاہی تھیں کہ ہم اس طرح اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کریں مگر یہی بات اس کی ناراضی کا سبب بن گئی۔
اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذہن نشین رکھئے کہ لکھاؤ اور صدقہ بھی دو پہنوں مگر اسراف و فضول غریبی اور اچھے لباس کا گھنڈہ گر نہ ہو، اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر تم پر دیکھنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بخاری شریف میں ہے کہ جو چاہو لکھاؤ اور جو چاہو پہنو لیکن دوسری عادتیں تم میں نہ آئے پائیں ایک فضول غریبی دوسری گھنڈہ اور غرور۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ سفید لباس پہنا کر یہ بات تمہارا ہے اور مردوں کو کفن بھی سفید کپڑوں کا پہناؤ۔ بعض بزرگوں سے متول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طب کی یہوری بات آدمی آیت میں بیان فرمادی فَصَلُّوا اَوْ اَتُوا بِرِکَاظٍ شَرِّیْ ۙ

اب اوپر مذکورہ آیت (۹۰) کے ان فقروں پر غور فرمائیے وَکَلَّوْا اِجَارَۃً لَّکُمْ اللّٰهُ عَلَیْہِا یعنی جب ان حضرات نے اپنے آپ ہی اپنے اوپر غور توں کو اور کھالے اور سوتے کو حرام کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمائیے ہوئے ان کی بھائی فرمائی اور اس سبب انہیں اجازت دینے کیلئے حکم کے الفاظ میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو روایہ اور وہ حلال بھی ہے تو تم اس میں سے جو کچھ چاہنا ہو کھاؤ۔

اس آیت میں جو کچھ ذکر دیا گیا ہے یہ نعمت ان لوگوں کیلئے نہیں ہے جنکے بائیں آیات نازل ہوئی تھی بلکہ بعد کے تمام اہل ایمان (مرد و عورت) کیلئے جس حکم کے وہ وہ و شراب سے بچاؤ نہ کیا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں جس پر وہ ایمان بھی رکھتے ہیں۔

اس آیت میں ان مناسبتی صوفیوں پر بھی روئے جو تصوف اسی کو سمجھتے ہیں کہ گداری اور اٹھ سہن لینے شادی نہ کریں سادہ رہیں کر رہیں۔

یہ بات جان لینی چاہئے کہ اس طرح حلال چیزیں حرام کہلنے سے ہوجاتی ہیں ہوجاتی ہیں ہوجاتی ہیں اگر ظہار کرے گا تو یہی حرام ہو جائیگی کفارہ ظہار اور اگر ظہار کرے گا بعد ہی ہوگا کہ کفارہ نہ ہوگا

وَسَلَامٌ عَلٰی الْاَنْبِیَآئِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ہے نہ کھتا ہے نہ نقل نہ کھتا ہے۔ اسی وجہ سے اسی وقت احکام شرعیہ کا مکلف بنایا جاتا ہے۔ جب وہ ایمان لے آئے اور اس طاق ہو جائے کہ اسے شرعی احکام کا مخالف و مکلف بنایا جاسکے۔

اب اس اثر میں سیدنا کریم مرتبہ ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس نماز میں اپنے دوست و ایمان مند کو چار چیزوں کی حرمت بتا کر ان سے بچنے کی نذر داری ان پر ڈالی ہے یعنی شراب، عجز، بے وقوفی اور قسے و سلفے تیرا اب ان چاروں کو پیشہ و مشغولہ ہم یہاں کہتے ہیں۔

۱۔ عجز و بے وقوفی شراب، ہر وہ چیز شرک و مصادق ہوگی جو عقل پروردگار سے آدمی اپنے ہوش و حواس میں نردہ جائے، جو بولے اسے یا نہ کر سکے، نہیں باتیں شائیں سمجھ سکے، کبھی کبھی بری بری باتیں بولنے لگتا ہے اور غلط اور بے کام کرنے لگتا ہے۔

۲۔ مقیہ۔ اس کی اصل صورت تو یہ ہے کہ تیروں کے ذریعہ ہوا کھینچا جائے مگر عام جو کبھی میسر نہ کئے۔ لہذا مگر کھیل جس میں بارجیت کی صورت ہو وہ میسر ہے اور عام ہے (آج کل لائٹری کی دباؤ ڈالو جس کی دباؤ بڑی طرح پھیل رہی ہے بہت سے علماء بھی مسابقت و مسابقت کر کے جو کسے کے کاروبار میں تعاون دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھیں)

۳۔ انقباض۔ بڑوں کی کوتاہیاں یا انکی تصویریں جو فخر و سرور پر جا کھینچے بنائے ہیں۔ عبادت کی مختلف صورتیں جو ہو سکتی ہیں انکی عبادت کی جائے، انھیں باوجود بے برکت حاصل کی جائے۔ ان کے پاس تفتیشی بیچا جائے، انکی قسم کھانی جائے، انکی نذر دانی جائے۔ یہ سب ہی باتیں مسلم ہیں۔

۴۔ ازلام۔ زلم کی جمع ہے۔ یہ تیرہ سوئے تھے ان کے ذریعہ جاہلیت کے دو میں آپس میں قسمت کا مال معلوم کر سکتے تھے۔ زمین تیرہ سوئے تھے ایک پر کھانا ہوتا تھا دوسرے پر رب سنے حکم دیتے دوسرے پر کھانا ہوتا تھا تیسرے رب سنے تھے رو کا ہے: تیسرا تیرہ سو اور خالی ہوتا تھا۔

جب کوئی شخص کہیں سفر میں جائے کہ ارادہ کرنا کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا

یا اور کسی کام کا ارادہ کرنا تو ازلام رکھنے والے کے پاس آتا تو اسے اپنے کام اور قسمت دریافت کرتا تو وہ ان تیروں کو ایک جمعی میں ڈال دیتا اور انھیں جمعی کے اندر کر دیتا پھر ان میں سے ایک ایک تیر نکالتا تو اگر "اسکونی زنی" (میرے رہنے جھگو جھگو رہنے والا تیر نکال آتا تو وہ شخص وہ کام کر لیتا جس کا اس نے ارادہ کر رکھا ہوتا اور نکالتی زنی" (میرے رہنے جھگو جھگو رہنے والا تیر نکالتا یا سادہ پہل تیر نکالتا تو اسے پھر جمعی میں ڈال کر یوں بار بار اس وقت تک نکالتے رہتے جب تک اسکونی زنی (جھگو میرے رہنے حکم کیلئے) والا تیر نہ نکلتا۔

اسلام نے اس قسم کے تمام خرافات اور توجہات کو حرام کیے انھیں جڑ سے ختم کر دیا، اسی قسم کا ایک طبع رمل کے نام سے رائج تھا یا قرعہ الایمان نام سے بھی کوئی طریقہ مروج تھا، بالکل سچ کے نزدیک استغفار اور فال نکالتے تھے (سچ کا استغفار تو رافضی میں اب بھی رائج ہے)

اسلام نے ان تمام باتوں کو حرام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید نے ان سب چیزوں کو نجس اور گندگی قرار دیا ہے۔ یہ حرام چیزیں اگرچہ ظاہر میں گندہ اور نجس نہ دکھائی دیتی ہوں لیکن حقیقت میں اور شریعت کی نظر میں نجس اور گندہ کی ہی ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے بچنے اور دور رہنے کا حکم دیا ہے اور ان سے دور رہنے ہی بڑی صلاح و کامیابی کی امید بھی دلائی ہے اور بالکل ایمان اس حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح امید دلانا دوسروں کی یقین دہانیوں سے کہیں بڑھ کر اور قابل اعتماد ہے پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں حاصل ہونی والی صلاح و کامیابی کا کچھ بچتا ہے؟ اس کامیابی کا مطلب مختصر طور پر صرف دو نقطوں میں کچھ لیتے کہ مومن دوزخ سے نجات پا کر جنت کے داخلہ میں کامیاب ہو جائے گا (یہاں تک تو آیت منہ کی ششدری علی اب آیت براہی ششدری ملاحظہ ہو)

دوسری آیت میں شراب نوشی کی ایک نہایت اہم برائی اور بڑا نقصان بتا کر جوے اور حرمت شراب کی علت کثرت بھی اشارہ کر دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ وہ اس شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے دیرین باہر بعض و عداوت پیدا کر دے تمہیں آپس میں لڑا دے اور خود تباہ دیکھے اور

شراب میں بے ہوش و مست کر کے قبیل اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ اے تم بتاؤ کہ کیا تم ان چیزوں سے باز آ جاؤ گے؟ اللہ تعالیٰ نے اس طرح میں ان تجس چیزوں میں شیطان کے عمل سہول و ترغیب سے آگاہ و باخبر فرمایا ہے کہ اس کا مقصد تمہارے درمیان عداوت و بغض پیدا کرنا اور تمہیں آپس میں لڑانا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکنا ہے۔

ابن زاب یہ حکم ارا کام ہے کہ ہم شیطان لعین کو اس کے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے دیں اور ان تحریکات سے مکمل پرہیز کریں، شراب نہ پیئیں، نہ تبا کر کریں، نہ اس کی تجارت کریں۔ اسی طرح جو سہ کی تمام صورتوں سے پرہیز کریں بہت سے کھیلوں میں بھی جو سہ کی صورت اختیار کر لی جاتی ہے، مرد و شطرنج، چوسر، ناش، لوڈو، کیرم وغیرہ ان سب سے بھی اجتناب کریں۔

اسی طریقہ سے ہم شیطان فتنہ سے بچ سکتے ہیں اور ہم میں باہم محبت دوستی پروان چڑھ سکتی ہے اور ہم نماز و ذکر اللہ کے پابند ہو سکتے ہیں جو حمارے دین کا ستون، مرکز کی قوت اور عبادت کا مینار ہے اور جس کے ذریعہ فواحش و منکرات سے بچ سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں یسین دہائی کی آیت کا خاتمہ اس سال پر ہے کہ تم لوگ کتاب تو باز آ جاؤ گے، حضرت عسہ فاروقی جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو جواب میں پکارتے تھے ہاں ہاں اسے جیسا کہ رب ہم رک گئے باز آ گئے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

انتالیسویں نذر

اللہ تعالیٰ اپنے محرم بندوں کو حج و عمرہ کے احرام کے موقع پر شکار ظاہر فرما کر اور ان کا شکار آسان فرما کر آزماتے ہیں

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

{سورہ مائدہ ۱}

وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْأَلُكُمُ اللَّهُ فِي شَيْءٍ مِنْ الصَّالِحَاتِ إِنَّهُ أَكْبَرُ مِنْكُمْ
وَسَأَلَكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ
يَعْلَمُ ذَلِكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کچھ شکار کے ذریعہ تمہاری آزمائش کریں گے جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیچے پہنچ سکتے ہوں گے (وہ آزمائش سب سے ہوگی) تاکہ اللہ تعالیٰ (تمہاری) تعریف میں ہی، بات جان لے کہ کون اسے بد رکھے اور کون اس کے بعد جو سہ بڑے اس کے

تشریح و تفسیر
اس آیت شریفہ اور نذر رحمانی میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایک نہایت ہی اہم بات کی اطلاع دی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کا امتحان بھی کبھی کبھی لیتے رہتے ہیں اور وہ یہ دیکھتے ہیں کہ غائبانہ طور پر کون اللہ تعالیٰ سے واقعی لڑتا

ہے جسے ایک دوسری آیت میں یوں فرمایا ہے :

إِنَّ الَّذِينَ يُخَسُّونَ كَيْفَ يُخَسُّونَ
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنے مقامات تک پہنچائے دنیا میں انکی بزرگی اور کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ ہی فرما رہے ہیں کہ وہ اپنے مومن بندوں کا امتحان لیں گے جس کی صورت یہ ہوگی کہ حالت احرام میں جبکہ شکار ان کے لئے حرام ہوتا ہے شکار ان کے ہاتھوں اور نیزوں کی پہنچ تک ان کے بالکل قریب پھرتے ہوں گے کہ اگر وہ چاہیں تو ہاتھ سے یا نیزے سے انھیں پکڑ سکتے ہیں لیکن احرام میں وہ شکار نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ یہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ بن دیکھے کون لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔

مقتد ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جنھیں لوگ اپنے کھانے کیلئے شکار کرتے ہوں جیسے ہرن، نیل گائے وغیرہ یا ان سے چھوٹے جانور جیسے پرندے اور خرگوش وغیرہ، فرماتے ہیں :

اسے وہ اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ ہر اور روز قیامت اس کی ملاقات پر اس کی کتاب اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ جو تمہارے رب اور تمہارے ولی بھی ہیں وہ کچھ شکار تمہارے قریب اور سامنے لا کر تمہارا آزمائش کریں گے۔ چنانچہ عمرہ حدیبیہ کے احرام کے وقت اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا بھی تمہارا شکار ان کے چاروں طرف چھائے ہوئے تھے۔ اونٹوں کی اودوں اور بالائوں میں گھسے رہتے تھے کہ وہ ہاتھ سے بھی پکڑے جاسکتے تھے یہ موت کہیں دیکھی نہیں گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حالت احرام میں شکار کرنے اور اسے قتل کرنے سے منع فرمایا کہ جب تک احرام نہ کھل جائے شکار سے دور رہو۔ یہ جانور اتنے قریب تھے کہ اگر چاہتے تو اپنے ہاتھوں اور نیزوں سے انھیں بہت آسانی سے پکڑ سکتے تھے مگر یہ صفت آزمائش تھی یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھنا اور جانتا چاہتے ہیں کہ بن دیکھے اس سے

کون ڈرتا ہے۔ چنانچہ حضرات صحابہ اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے، انھوں نے ثابت کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے واقعی ڈرتے ہیں اور وہ لوگ اس بات کے اہل ہیں کہ ان پر بڑے بڑے کاموں کی ذمہ داریاں ڈالی جائیں کیونکہ آنے والے زمانہ میں انھیں دنیا میں قیادت و سیادت کرنی تھی۔ وہ لوگ بنی اسرائیل جیسے نہیں تھے جنھیں ہفتہ کے دن چھلی کے شکار سے روک لیا گیا تھا اور سب اللہ تعالیٰ نے انھیں آزمایا کہ چھلیاں اور دونوں میں غائب رہتیں اور ہفتہ کے دن دریا میں خوب آجائیں اور ان کے منہ میں پانی آنے لگتا تو پانی کے قریب کھڑے ہو کر چھلیاں ان میں روک لیتے اور ان کو پکڑ لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں پکڑ لیا اور صورت تبدیل کر کے بندھن پر بنا دیئے گئے پھر مر گئے ان کا سلسلہ انھیں پر ختم ہو گیا تھا۔ اور اہل ایمان کا حال بنی اسرائیل جیسا نہ ہوا اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حضرات جنھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک نصیب ہوئی تھی ان کا جب امتحان لیا گیا تو یہ لوگ بالکل کامیاب ہوئے تھے لیکن اب کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے محرمات کو مختلف حیلوں اور تانوں کے ذریعہ محال کر دینا چاہتے ہیں (جیسا کہ سود اور انشورنس وغیرہ کے مسئلوں میں دیکھا جا رہا ہے اور اب وہ لوگ جوئی حقیقت جلالت اجتہاد و استنباط سے بالکل غاری ہیں وہ صریح نفی و وعیدات کو نظر انداز کر کے اجتہاد کی مشق کر رہے ہیں اور نفی کے خلاف فتویٰ کی جارہا ہے کہ (ہاں لکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے خاتمہ پر یہ صاف وعید شدید بھی ذکر فرمادی ہے کہ اس اعلان حرمت کے بعد بھی اگر کوئی شخص حد سے تجاوز کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ عذاب کبھی دنیا میں ہوتا ہے اور کبھی آخرت میں ہوتا ہے اور کبھی دونوں جگہ ہوتا ہے جیسا جرم اور جیسا جرم ہو ویسا ہی عذاب ہوتا ہے اور اگر کوئی جرم قابل معافی ہوتا ہے تو اسے معاف بھی فرما دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ مسئلہ معلوم رہنا چاہئے کہ حرم کے اندر تو شکار محرم (احرام والے) پر بھی حرام ہے اور بغیر حرم پر بھی حرام ہے یہ حرمت تو

اس مقام کے احترام کے قائل سے ہے۔ یہ حرم دو ہیں۔ ایک حرم مکہ مکرمہ اور دوسرا حرم مدینہ منورہ۔ حرم مکہ مکرمہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم مکہ کو حرام فرما دیا ہے تو اب قیامت تک حرام ہی رہے گا نہ اس کی گھاس چرائی جائے گی نہ وہاں پناہ لینے والے جانور کو بھیجا یا جائے گا نہ وہاں شکار کیا جائے گا اور حرم مکہ کے حدود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ مل کر مقرر و متعین فرما دیئے تھے اور مدینہ منورہ کے حرم کی حد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر مقرر فرمائی ہے کہ مدینہ عامرہ ہے لیکر تو رنگ حرام ہے نہ یہاں شکار کیا جائے نہ گھاس چرائی جائے حرم مکہ کی طرح برابر برابر۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ اسی سلسلے میں ہیں یہ بات بھی جان لینی چاہئے کہ پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں حل و حرم دونوں ہی جگہ اور حرم و غیر حرم دونوں کے لئے قتل کرنا اور مارنا جائز ہے اور وہ پانچ جانور یہ ہیں جو آپ کی اس حدیث میں مذکور ہیں جو بخاری شریف میں مروی ہے آپ نے فرمایا:

”خَمْسٌ قَوَامٌ يَقْتُلْنَ فِي الْحَيَةِ وَالْعَرَمِ“ پانچ شریر جانور ہیں جو حل و حرم دونوں ہی جگہ مارے جاسکتے ہیں، سانپ، کالا کوا، چوہا، کھٹنہ والا کتا اور چیل۔ اسی طرح وہ جانور بھی ہیں جنہیں ایذا رسانی میں اشتراک کیوجہ سے انہیں کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے جیسے بچھو، شیر، پیتا، تیندو، بھیڑ یا فقہائے اسلام کا یہ متفقہ فتویٰ ہے۔

آپ حضرات کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش دونوں ہی طریقوں سے کرتے رہتے ہیں کسی کام کو کرنے کا حکم دینے میں بھی آزمائش ہوتی ہے اور کسی کام کے منع کرنے اور روکنے میں امتحان ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو شرعی ذمہ داری قبول کرنے کیلئے ان کی تربیت اور تیاری بھی کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اور محبت اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

لہذا جس آپ کو اس کے ہر امتحان و آزمائش پر صبر کرنا چاہئے یہ آزمائش کبھی بھوک اور خفا کی شکل میں ہوتی ہے کبھی خوف اور ڈر کی صورت میں ہوتی ہے، کبھی صحت دیکر آزمائے ہیں، کبھی بیمار کر کے چاہتے ہیں، کبھی عزت دیکر امتحان لینے میں کبھی ذلت دیکر آزماتے ہیں۔ ہمیں ہر آزمائش اور ہر امتحان پر تسلیم و رضا کے ساتھ صبر کرنا چاہئے، ہر حال میں اسے یاد رکھیں، اس کا شکر کرتے رہیں۔ کامیابی کا راستہ یہی ہے۔

وَسَلِّمْ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ

احرام کی حالت میں شکار کرنا حرام ہے اور جو شخص حالت احرام میں دانستہ شکار کرے اسکی جزا کا بیان

{سورۃ صافات آیت ۹۵}

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ
وَأَنفُسَكُمْ حُرِّمَ قَتْلُكُمْ وَنَفْسِكُمْ
مَنْعُومَ الْخَيْرِ وَالْإِنْفِاقِ وَالْقَتْلِ وَالْقَتْلِ
بِحُكْمِهِ وَتَوَاعُظُكُمْ وَتَوَاعُظُكُمْ
الْقَتْلِ وَتَوَاعُظُكُمْ وَتَوَاعُظُكُمْ
أَوْ عَذَابٌ ذَلِيلٌ جَبَانِيٌّ وَتَوَاعُظُكُمْ
أَوْ عَذَابٌ ذَلِيلٌ جَبَانِيٌّ وَتَوَاعُظُكُمْ
عَذَابٌ ذَلِيلٌ جَبَانِيٌّ وَتَوَاعُظُكُمْ
عَذَابٌ ذَلِيلٌ جَبَانِيٌّ وَتَوَاعُظُكُمْ

اور اللہ تعالیٰ اس سے زبردست انتقام لیں گے
اور اللہ تعالیٰ اس سے زبردست انتقام لے سکتے ہیں۔

تفسیر و شرح

ابھی ابھی اوپر آتا لیوں نماز میں اللہ تعالیٰ کی آزمائش کا ذکر ہوا ہے جس میں عمرہ حدیث کے موقع پر سامنے آنے والی آزمائش کا حال بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس موقع پر کس طرح شکار کرنے جانے کے لائق جانوروں کی افراط اور بہتات بھی گزر گیا حال کان حضرات میں سے کسی نے بھی کوئی جانور شکار کیا ہو، حضرات صوابی و دہلوی جماعت اس وقت کے ہونیوالے امتحان میں کامیاب ہو گئی تھی اور اللہ تعالیٰ ان سب ہی سے راضی و خوش ہو گئے تھے لیکن یہ دین اسلام عارضی و دینی تو نہیں ہے یہ تو قیام قیامت تک کے لئے آیا ہوا دین اسمانی ہے اس کی تعلیمات نہ تو اب منسوخ ہو نیوالی ہیں نہ ان میں کوئی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے علم قدیم و ذاتی کے طور پر اہل اسلام جس طرح قیامت تک اسلام سے وابستہ رہیں گے اور ان میں جیسا کچھ انحراف و ضعف بھی آتا رہے گا ان باتوں سے پوری طرح باخبر تھے، اسے یہ بھی معلوم تھا کہ فقیر رب بنی کچھ زمانے بعد ایک دن ایسا بھی آسکتا ہے جس میں اہل ایمان اپنا مقام و مرتبہ اور اپنی بزرگی و رتبہ بھول جائیں گے اور پھر انھیں کی نشوونما سے ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو عبادت احرام میں شکار کرنے کی معصیت و فسق میں بھی مبتلا ہو جائیں گے اور یہ صورت صبر غفلت اور جہل کے قلب یا جانیکل وجہ سے اور جہل یا ایمانی و محبت اسلامی کی کمی اور کمزوری کی وجہ سے ظہور پذیر ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے اس چالیسویں نماز میں اہل ایمان کو اس کی طرف توجہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ اسے ایمان والو! شکار کو نہ مارو اور ناخالیکہ تم حالت احرام میں ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حج و عمرہ کا احرام باندھنے والے پر شکار کرنا حرام قرار دیدیا خواہ حل میں ہو یا حرم میں دونوں کا ایک حکم ہے۔ حکم کا مطلب یہ ہے کہ تم جب احرام کی حالت میں ہو۔

شکار حرام ہو نیکی وجہ امتحان و آزمائش نہیں ہے بلکہ حرمت کی علت یہ ہے کہ شکار ایک لالین کام اور از قبیلہ لہو و لعب ہے اور جو شخص حج و عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہے وہ گویا اسے عبادت میں لگا ہوا ہے تو عبادت عبادت

میں بائیں طرف بھی کام اور دوا و لعب کی مشغولی کیسے روا رکھی جائے۔ یہ شخص جو احرام باندھے ہوئے ہے ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص نماز پڑھنے میں مشغول ہو تو وہ اس وقت نہ بول سکتا ہے نہ جنس سکتا ہے نہ کھانسی سکتا ہے۔ کوئی بھی ایسا کام نہیں کر سکتا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہو تو اسی طرح یہ محرم بھی ہے اس نے بھی احرام باندھنے کے بعد نماز احرام کا سلام پھیر کر جیسے ہی **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ** کہہ دیا تو اب اس کی بھی نیت بند نہ گئی۔ جب تک حج و عمرہ سے فارغ نہ ہو گا کوئی ایسا کام نہ کر سکے گا جس سے احرام (یعنی حج یا عمرہ) کی نیت ٹوٹ جاتی ہو اور عمرہ یا حج نامہ ہو جانا ہو۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے محرم کیلئے شکار حرام فرمادیا اور شکار کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر دوا و لعب جو ناجائز و حرام ہو وہ سب محرم پر حرام ہیں، پھر شکار بھی کا ذکر کیوں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ محرم حالت احرام میں ایک طرح کا مسافر ہی ہوتا ہے جسے کھانے پینے کا بندوبست خود ہی کرنا پڑتا ہے اس لئے یہ فطری بات ہو گی کہ وہ ایسی حالت میں شکار کو اپنا کھانا بنانا مجوز نہ کرے اس صورت کے پیش نظر شکار کی حرمت کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمادیا۔

لہذا کسی مسلمان مرد و عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کے بھی آلہ سے اور کسی بھی طرح کوئی شکار کرے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اس شکار کی سزا جزا بھی مقرر فرمادی ہے کہ جو شخص کسی شکار کو مارے اور شکار کی جان لے لے تو اس کی جزا یہ ہے کہ اسی جیسا جانور خرید کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرے اور یہ قربانی حرم میں ہونی چاہئے مثلاً اگر کسی شخص نے شتر مرغ کا شکار کیا ہے تو اس کے بدلہ اونٹ کی قربانی کرنی پڑے گی اور جس نے نیل گائے کا شکار کیا ہو تو اسے گائے کی قربانی کرنی ہو گی۔ جس نے برن شکار کیا ہو تو ایک بکری کی قربانی کرے اور جس جانور کا مثل یا نوا جانوروں میں نہ ملتا ہو تو اس کی قیمت ملو اگر قیمت صدقہ کرے گا اور اس قیمت کا فیصلہ دوا سے عادل اشخاص کریں گے جنہیں اس قسم کے معاملات کا تجربہ ہو۔

اور عادل کا مطلب یہ ہے کہ صاحب ایمان ہو۔ گناہ کبیرہ سے تو بچنا ہی ہوتا ہے طور پر گناہ صغیرہ سے بھی بچنا ہو۔

یہ شکار بھول کر کیا گیا ہو یا دانستہ۔ دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم ہے ہاں اگر یہ صورت ہوئی کہ کسی اور چیز کو مارا یا ہتھا اور شکار کا جانور شکار بھول کر یہ صورت خطا رہی ہے۔ اس کا بھی حکم صاحب معارف القرآن نے یہی نقل فرمایا کہ شکار دانستہ کیا جائے۔ غلطی سے ہو جائے یا بھول کر کیا جائے سب کا ایک ہی حکم ہے (معارف القرآن جلد سوم)

یہ جزا کا جو رسم میں قربانی کیا جائے گا۔ کفارہ صد ایک تو یہ ہوا چاہے تو یہ کفارہ ادا کرے۔ دوسری صورت کفارہ کی یہ ہے کہ اس جانور کی قیمت کا نقد وغیرہ خرید کر محتاج اور فقیر لوگوں پر تقسیم کر دے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ اس قیمت کا جتنا نقد ہو اس کا صاب کر لے اور ہر نصف صاب غلہ کے بجائے ایک روزہ رکھ کر کفارہ ادا کر دے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ ہم نے محرم کے شکار کرنے کی یہ جزا اسلئے تجویز کی ہے کہ اسے اپنی حرکت کا مزہ بھی چکھنے کو مل جائے۔

آخر میں یہ لطف آمیز اعلان بھی ہے کہ اس سے پہلے جو کچھ غلطی ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ نے پچھلی غلطیاں معاف فرمادی ہیں لیکن آئندہ ایسی غلطی معاف نہ ہو گی اس کیلئے یہ وعید و تنبیہ بھی سن لو کہ جو شخص آئندہ ایسی حرکت دوبارہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے سخت انتقام لے لیں گے اور اللہ تعالیٰ تو سخت سے سخت انتقام لے سکتے ہیں۔

اس وعید شدید کے پیش نظر بعض حضرات نے یہاں تک کہہ دیا کہ آئندہ اگر وہ ایسا کرے گا تو ذرہ ادا کرنا بھی کام نہ رہے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی بدلہ لیں گے لیکن جہور فقہاء کے نزدیک محکم مسئلہ یہ ہے کہ وہ جب شکار کرے گا تو نہ یہ واجب ہو گا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد رہے گا۔ اس لئے بات بہت ڈرنے کے لائق ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کی برصعیت و افراتنی سے ڈرتا رہا ہوں چاہے وہ حرم اور احرام کا شکار ہو یا اور کچھ ہو "اللّٰهُمَّ احْفَظْنَا وَفَا تَحْرَقُوا سُبْحَانَكَ لَا تَعْصِيكَ" و سَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْعُقَدِیْنَ وَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

پوچھا کہ سوچ سمجھ کر پوچھا کرو ایسی باتوں کے متعلق سوال نہ کیا کرو اگر ایسا جواب
الشرعاً لے کی طرف سے آجائے تو تمہاری ناگواری کا سبب بن جائے۔
مثال کے طور پر اوپر مذکور روایت میں آیا ہوا سوال ہی دیکھ لیں کہ جس شخص
نے سوال کر کے اپنی ولدیت کی تحقیق کرنی چاہی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے بتا دیا تھا کہ نکاح کا سبب ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اس موقع پر اگر
جواب میں کسی دوسرے شخص کا نام بتا دیا جاتا تو اس شخص کی نسب حیثیت
سبب ذلت اور عار بن جاتی خود اس شخص کیسے بھی بلکہ اس کی ماں اور اس
کے خاندان کی پرنامی کا سبب بن جاتی اور یہ ذلت و عار اس وقت تو دور ہو جاتی
جب تک اس وقت کے موجود سارے ہی لوگ دنیا سے اٹھ نہ جائے بلکہ ایسی
باتیں تو کبھی ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہو کر بہت دنوں تک چلتی رہتی ہیں۔
اور اسی قسم کا سوال ان لوگوں کا بھی تھا جنہوں نے حج کی فرضیت کا حکم
آسنے پر یہ سوال کر لیا تھا کہ یہ حج اسی ایک مرتبہ کیسے فرض ہو اسے یا ہر سال کے
لئے فرض ہو اسے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں صرف ایک بار فرض ہے اور اگر میں
اس وقت جواب میں یہ کہہ دیتا کہ ہر سال فرض ہے تو ہر سال فرض ہو جاتا اور
جب فرض ہو جاتا تو پھر تم انکار اور کفر کرنے لگتے۔ آیت شریفہ میں اِنَّ تَبَدُّلَ لِّكُلِّ
شَيْءٍ كُنتُمْ كَاٰمِلِيْنَ ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے:
وَ اِنَّ تَبَدُّلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ كُنتُمْ كَاٰمِلِيْنَ
یعنی اگر تم لوگ زمانہ نزول کے وقت سوال
کر گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بیان
فرادیں گے۔

وہی کے ذریعہ وہ بات تم کو بتا دی جائیگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بیان
فرادیں گے۔ اور اگر تم لوگ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ہی سوالات
شروع کر دو تو اس صورت میں تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شیع اور تنگی
میں ڈال دو گے جس سے آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ کو انوریت میں ڈالنا بھی جنت
حرام ہے لیکن اب تک تم لوگ جو پوچھ کر چکے ہو اللہ تعالیٰ نے اسے
معاف فرما دیا ہے اس پر مواخذہ نہیں فرما رہا ہے اللہ تعالیٰ تو صاحب تم بخشش

سے ہی اس نے اپنے علم و مغفرت سے درگزر فرما دیا ہے۔
دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کی اسی قسم کی غلطی کا ذکر
فرمایا ہے کہ تم سے پہلے بھی ایک قوم نے ایسی ہی لائینی دے کر فائدہ سوال کئے
تھے۔ یہ وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسے سوالات کئے تھے اور انہیں پھر
ایسے احکام دیئے گئے جو وہ کرنے کے اور نافرمانی پر آمادہ ہو کر اس کا انکار ہی
کر بیٹھے اور پھر ہلاک ہو گئے۔ ان کی ایسی حرکتوں کی مثال میں ان کا یہ سوال
ذکر کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمائش کی تھی
کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیں کھلم کھلا دکھا دیجئے؛ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے سوال کے
جواب میں پہلی کا کرا کا ہوا اور وہ بس دیکھتے ہی رہ گئے۔ یا دوسری مثال قوم بلع
کا سوال تھا کہ انھوں نے حضرت ہارون سے فرمائش کی تھی کہ اس پہاڑ سے ایک گاہن باغی
نکال دیجئے تو ہم آپ کو بچہ بیان لیں گے چنانچہ ان کی فرمائش پوری ہوئی اور اسی طور
پر اوشی نکال دی گئی تو اسے ذبح کر ڈالا جس کی یاداش میں ہلاک کر دیئے گئے۔
اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے توارمین کا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ
ہمارے لئے مادہ (خوان نعمت) آسمان سے اتار آ کر میں کھانا پکانا بیڑا کرے
تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ اچھا شک ہے ہیں تمہاری فرمائش منظور
ہے ہم خوان نعمت تم پر نازل کر دیا کریں گے لیکن اس کے بعد (پھر کیا ہو سکتا
ہے وہ بھی من لوکر) اگر تم میں سے کسی نے بھی کفر اختیار کیا تو پھر میں اسے ایسا
سخت عذاب دوں گا کہ سارے عالم میں سے کسی کو بھی دیا عذاب میں نہ دوں گا۔
(چنانچہ یہی ہوا کہ مادہ نازل ہوا انھوں نے ماریت کے خلاف بجا کر رکھ لیا جس
کے نتیجہ میں بند را در سور بنا دیئے گئے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہئے)

اس لئے ہمیں یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہئے کہ اس قسم کا غلو جسے
تجاوز اور بے فائدہ سوالات کہنا مسلمانوں کے شایان شان نہیں ہے۔ دیکھئے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: آپ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں سب سے
بڑا جرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی بات یا بات مستحکم دریافت کیا جو
مسلمانوں پر حرام نہ تھی لیکن اس کے پوچھ لینے کے نتیجہ میں حرام کا حکم آ گیا۔

حضور اقدس خدا والی دای و جمع السالین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ باتیں حرام کی ہیں، ہاں کی نافرمانی، بچوں کو زندہ درگور کرنا، بچوں کے جینے دینے کے اندیشے میں فیصلہ نہ کرنا، گتے کے تحت نشہ بندی کر لینا بھی اسی ذیل میں آتا ہے باقی بچوں کی تعلیم و تربیت کا فلسفہ بیان کرنا نفسانی حیلہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین باتوں کو مکروہ قرار دیا ہے۔ قیل و قال کرنا (دغیبی احکام میں) جھٹ کرنا، سوالات کی کثرت کرنا اور مال کو ضائع کرنا (اصول و فصول تحریری کرنا،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تکلیف و تربیت اور انھیں دین کے ادب سکھانے کیلئے فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کچھ فرائض (مقہوری احکام) مقرر کئے ہیں تو انھیں اپنی بے علی سے ضائع نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ نے دینی احکام کی کچھ حدیں مقرر فرمادی ہیں ان حدود سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں حرام فرمادی ہیں تو ان کا ارتکاب کر کے ممانعت کو پامال نہ کیا کرو اور کچھ باتوں سے متعلق سکوت اختیار فرمایا ہے محض تم پر رحمت فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو مجبور نہیں ہیں لہذا ان کے بارے میں سوال نہ کیا کرو کہ شفقت میں پڑ جاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ وہ سبے نادمہ کوئی کام نہ کیا کرے۔ اخیر میں یہ بات یاد رکھئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر معاملہ میں ادب ملحوظ رکھنا چاہئے، جب تک اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نہ آئے سکوت اختیار کرنا چاہئے۔

اور حضور پر لاہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ملحوظ رہنا چاہئے، آپ جن باتوں کی دعوت دے رہے ہیں آپ کی دعوت قبول کرنی چاہئے اسے ہرگز رد نہ کریں۔ اسی طرح اہل علم و علمدار کے ساتھ ادب کا معاملہ رکھنا چاہئے کہ ان سے

سبے نادمہ سوالات نہ کریں، جو مسئلہ کچھ بھی طرح معلوم ہے (ان کا امتحان لینے کی غرض سے) ان سے دریافت نہ کریں۔ اور جو کام کرنے کا ہم ارادہ ہی نہ رکھتے ہوں اس کے متعلق ان سے کچھ باتوں دریافت نہ کریں۔ لوگوں سے روئے پیٹے کا سوال نہ کیا کریں، زاور کوئی چیز کسی سے مانگیں، ان سے ایسا کام نہ کہیں جو وہ ٹھیک سے نہ کر سکتے ہوں، سکوت و صبر کے ساتھ ذکر و شکر میں مشغول رہیں یہی ہدایت و کمال کا راستہ ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مومن کو اپنے نفس کی اصلاح کا حکم اور
ایمان و عمل صالح کے ذریعہ اسکی
تطہیر اور یہ تبادینا کہ دوسروں کی
گمراہی سے اسے نقصان نہ ہوگا
اگر وہ خود ہدایت پر ہے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

{سُورَةُ مَائِدَةٍ
آيَةُ ۵۱}

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اعْلَمُوا أَنَّكُمْ
لَا تَقْضُونَ مِنْ صَلَواتِ اللَّهِ إِلَّا مَا هِيَ
إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا خَبِيرٌ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝
اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ سے اپنے حقیقی اور
مخلص بندوں کو جو اس پر اور اس کی تمام تعلیمات

پر کامل ایمان رکھتے ہیں یہ ضروری و اہم ہدایت فرمائی ہے کہ اے ایمان
والو! تم اپنی فکر کرو کہ تم راہ سے بے راہ نہ ہو سہ پاؤ، اپنے نفس کی اصلاح
میں لگے رہو، گناہوں اور معاصی میں مبتلا نہ ہونے سے اس کی حفاظت کرتے

رہو تاکہ تمہارا نفس پاک و صاف اور راستہ رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و
رضا حاصل کر سکے۔ تم دوسروں کی اصلاح کے چکر میں اس طرح نہ چپس جاؤ کہ
خود اپنا نقصان کر بیٹھو، تم تو یہ بات جان لو کہ جو شخص گمراہ رہے ہی کا فیصلہ
کر چکا ہے اس کی گمراہی سے تم کو کوئی نقصان ہرگز نہ پہنچے گا بشرطیکہ تم خود
گمراہی سے بچتے ہوئے راہ ہدایت پر گامزن رہو کیوں کہ ہر شخص اپنے کے کا
پایہ دائرہ دار مقرر کیا جائے گا اور کسی دوسرے کی برائی کوئی دوسرا نہیں
اٹھائے گا جو برا کرے گا اس کا بدلہ اس کو ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا وہ
اپنی کسی کو حامی و نا ضرر نہ پائے گا۔

لہٰذا اگر اہل معرفت کے تقاضے پورے کر دیں گے تو جو شخص کوئی معروف
چھوڑ رہا ہو گا اسے اس معروف کی طرف متوجہ بھی کریں یا اگر کوئی شخص کسی منکر
کا ارتکاب کر رہا ہو تو ہم نہیں عن المنکر کے تقاضے سے اس منکر پر تکیہ بھی کر سکتے
اور اسے اس برائی سے روکیں گے بھی کہ یہ ان دونوں حکموں پر عمل بھی ضروری
دین سے ہے اس عمل کا ترک کرنے والا راہ یاب نہ کہا جائے گا کیونکہ ہدایت
کامل کی صورت یہی ہے کہ ہم خود بھی ہدایت پر رہیں اور اہل المعروف و نبی عن
المنکر کا فریضہ بھی انجام دیتے رہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ توہیں ارشاد فرمایا ہے

مسلان مرد و مسلمان عورتیں آپس میں ایک
دوسرے کے دو دینی دوست ہیں، نیک باتوں
کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے
ہیں، ہمارے ایک باہمی بندہ ہیں اور زکوٰۃ
دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا
مانتے ہیں، ان لوگوں پر ضرور اللہ رحمت کرے گا
| یا مسند اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے حکمت والا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ
أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ
وَالْيَقِينِ وَعَنِ الشُّرْكِ
وَالْعُقُوبَةِ وَالزُّكُوفِ وَالْطُّغْيَانِ
اللَّهُ وَسْءُ سُوءٍ أَذْلَ لِقَاءٍ يَذَرُكُمْ
اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

تو کیا حقیقی دوستی جس کا تقاضا محبت و نصرت ہی ہوتا ہے وہ اس طرح بھی
ہو سکتی ہے کہ کوئی مسلمان اپنے کسی بھائی کو دیکھے کہ وہ ایسے معروف کو چھوڑ رہا

ہے جس کے ترک پر اسے عذاب ہو سکتا ہے اور وہ اسے اس کے لئے امر بالمعروف
کافر فیض ادا کرے اس کو عذاب سے بچائے گی تدبیر نہ کرے۔ اسی طرح نبی عن
المنکر کا فریضہ بھی وہ ضرور ہی ادا کرے گا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ سَأَى مِثْلَهُ مُنْكَرًا فَلْيُعَذِّبْهُ
مَنْ سَأَى مِثْلَهُ مُنْكَرًا فَلْيُعَذِّبْهُ
مَنْ سَأَى مِثْلَهُ مُنْكَرًا فَلْيُعَذِّبْهُ
مَنْ سَأَى مِثْلَهُ مُنْكَرًا فَلْيُعَذِّبْهُ
مَنْ سَأَى مِثْلَهُ مُنْكَرًا فَلْيُعَذِّبْهُ
مَنْ سَأَى مِثْلَهُ مُنْكَرًا فَلْيُعَذِّبْهُ
مَنْ سَأَى مِثْلَهُ مُنْكَرًا فَلْيُعَذِّبْهُ
مَنْ سَأَى مِثْلَهُ مُنْكَرًا فَلْيُعَذِّبْهُ
مَنْ سَأَى مِثْلَهُ مُنْكَرًا فَلْيُعَذِّبْهُ
مَنْ سَأَى مِثْلَهُ مُنْكَرًا فَلْيُعَذِّبْهُ

اس کے علاوہ ایک اور اہم بات قابلِ کاغذ ہے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر کو بالکل ہی ترک کر دیا جائے تو ہمداری اپنی ہدایت بھی نکل نہ ہو سکے گی
کیونکہ چاہے کوئی ایسے گھر میں ہو یا کسی عام مجمع میں ہو اور ہر جگہ امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کو ترک کیا جا رہا ہو تو زیادہ مدت نہ گذرے پائے گی کہ ہر جگہ دن
میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا اور سب ہی لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی
اطاعت چھوڑ بیٹھیں گے اور یہ صورت حال جب زیادہ حد سے بڑھ جائیگی
تو اللہ تعالیٰ کا عذاب سب کو آئے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

چنانچہ اس حقیقت کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ
إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الْمُنْكَرَ وَلَوْ
يَكْفُرُونَ بِهِ يَأْتُوا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
أَنِّي يَكْفُرُونَ بِهِ يَأْتُوا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
أَنِّي يَكْفُرُونَ بِهِ يَأْتُوا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
أَنِّي يَكْفُرُونَ بِهِ يَأْتُوا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
أَنِّي يَكْفُرُونَ بِهِ يَأْتُوا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
أَنِّي يَكْفُرُونَ بِهِ يَأْتُوا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
أَنِّي يَكْفُرُونَ بِهِ يَأْتُوا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
أَنِّي يَكْفُرُونَ بِهِ يَأْتُوا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
أَنِّي يَكْفُرُونَ بِهِ يَأْتُوا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

اب امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حدیث شریف بھی کان کھول کر سن لیجیے
وہ حضرت ابی امیہ اشجائی سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
کے پاس حاضر ہوا اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ اس آیت سے متعلق
کیا طرز عمل رکھتے ہیں؟ انھوں نے پوچھا کس آیت کے متعلق پوچھ رہے ہو؟
میں نے یہی آیت (مذکورہ بالا) پڑھ دی۔ وہ بولے، بخدا میں نے اس آیت

اس آیت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا
کہ تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر بارہی کرتے رہو البتہ جب یہ دیکھو کہ جو کس
لاچار کے کچے پر لوگ چلنے لگے ہیں، خواہشات انسانی کی یہ روی ہو رہی ہے
دنیا کو دین پر ترجیح دی جانے لگی ہے اور ہر شخص اپنی ہی رائے کو ترجیح دیتا
ہے اور اسی کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے وقت میں بس اپنی فکر کرو دو دوسروں
کے چکر میں نہ پڑو، عوام کو چھوڑ دو کیونکہ اس صورت حال کے بعد تو اور بھی
برے دن آئیں گے ہیں جو شخص ان دونوں میں ان حالات کو برداشت کرے
گیا اس کی مثال ایسی سمجھو کہ آگ کی چنگاری آج تمہارے گھر میں ہے اس وقت دین
پر عمل کرنے کا ہر ایک شخص کو اتنا ملے گا جتنا آج تم لوگوں میں سے کچھ اس
آدمی کو ملتا ہے۔

اب اخیر میں ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کی طرف متوجہ ہوتے
ہیں۔ ان کے ارشاد سے بھی ہماری ان تشریحات و توضیحات کی تصدیق و توثیق
ہو جاتی ہے جو اوپر سے ہم بیان کرتے آ رہے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
ایک روز خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم لوگ یہ آیت (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَنْتُمْ) پڑھتے ہو اور تم لوگ اس کا حقیقی مطلب چھوڑ کر دوسرے
مطلب نکالتے ہو۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ، لوگ جب برائی ہوتے دیکھیں اور اس کی اصلاح نہ کریں تو
بہت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو مبتلائے عذاب فرما دے:

آخرا ت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "إِنِّي اللَّهُ مَزْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيَكُونُ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" (تم ہر لوگوں کو ناپائی کے پاس لوٹ کر جانا ہے یہاں
تم لوگ جو کچھ کرتے رہے ہو وہ تمہیں بتا دے گا)

یہ آیت وعدہ بھی ہے اور وعید بھی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کا مطیع اور اس کے
رسول کا فرماں برابر اس کے لئے وعدہ ہے اور جس نے خدا و رسول کی
نافرمانی کی ہے اس کے لئے وعید ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مزنیوالے کی وصیت پر گواہ بنانا واجب ہے،
اور وصیت پر غیر مسلم کی شہادت مانی جاسکتی
ہے جب مسلمان گواہ موجود نہ ہو

{ سُورَةُ مَائِدَةٍ }

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَشْهَدُوْا عَلٰی
اَنْفُسِكُمْ کُلُّ مَوْتٍ حٰقٌّ
فَلَوْ جِئْتُمْ بِاَشْرَافِ اَنْسَافٍ
اَوْ اَخْرَاجُ مِنْ غُلُوْمٍ ثُمَّ اَنْتُمْ
تَعْرِضُوْنَہُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ
اَلَمْ تَوَدُّوْا تَخْرُجُوْا مِنْ اَرْضِ
الْعِلٰقَةِ یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا
فَیَقْبَلَنَّ مِنْ اَرْضِکُمْ نَفْسٌ
لَّا تَشْرُوْنَ بِہِ سَمْتًا وَّلَا کَعًا
وَّاَنْتُمْ فِیْہِ لَا تَعْلَمُوْنَ
اِنَّ اَزْوَاجَ السَّوْمِیَّیْنِ فِیْہِ
مُرْتَضٰوْنَ اَتَعْمٰی اَشْھٰدًا اَشْھٰدًا

فَاَخْرَجَ ابْنُ قُيُومٍ صَاحِبًا مِّنَ
الَّذِينَ اسْتَفْتٰى عَلَيْهِمُ الْاَوْلِيَاءُ
يَقْعُدُ اَنْ يَّجْلِسَ لِقَاءَ رُسُلِ الْاَحْزَانِ
مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَمَا اسْتَدْنٰا
اِذَا دُعِيَ الظَّالِمِينَ ۚ ذٰلِكَ
اَدْنٰى اَنْ يَّاتُوا بِالْعَذَابِ ۚ
وَجَعَلْنَا اَوْصِيَائُنَا اَنْ يَّشْرُوْا
اَرْسِيَّتَ بَنِي اِسْرَءِيْلَ عَنْهُمْ وَالتَّقْوٰا
اللّٰهَ ۚ اَسْمَعُوْا اِلَّا اللّٰهَ لَا يَخْلُقُ
شَيْئًا ۚ الْفَارِسِيُّ ۝

بات سے ڈر جائیں کہ ان سے تمہیں لینے کے بعد تمہیں
مستحق کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سزا
اور اللہ تعالیٰ ناسخ کو گور کی سزا نہ ہو گی۔

تشریح و تفسیر | یہ نہایتین آیات پر مشتمل ہے ان آیات میں اللہ جل شانہ نے اہل ایمان کی بعض ایسی مشکلات کا

حل بیان فرمایا ہے جو کبھی کسی وقت بعض حضرات کے سامنے پیش آ جاتی ہیں یہ حل تین آیات میں بیان ہو رہے ہیں جنکی تفصیل اس طرح ہے۔

پہلے آیت چڑھا کر اگلی آیت پڑھ کر اسے شہادت دے دینا شروع ہوئی ہے اس میں پہلے حکم ہے یہاں فرمایا گیا ہے کہ کوئی مسلمان اپنی موت کے قریب آ جائے تو اگر کسی قسم کی کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس وصیت پر دو معتمدینک مسلم ثقہ و عادل آدمیوں کو گواہ بنالیا کرے یہ تو اس وقت ہے کہ مرنے والا ایسی جگہ جو جہاں مسلم گواہ مل سکتے ہیں اور اگر وہ سفر میں ہے یا کسی ایسی جگہ جہاں مسلمان گواہ نہیں مل سکتا تو مجبوراً غیر مسلم گواہ بنائے اور اگر کسی وجہ سے ان گواہوں کی شہادت مشتبہ و مشکوک ہو جائے تو انھیں بعد نماز عصر سب کے سامنے روک لیں اور

ان سے ان الفاظ میں قسم لی جائے کہ خدا کی قسم ہم اپنی ان قسموں کا کوئی نفع اور فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں اور ہم اللہ کی بات کو چھپا رہے ہیں اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہم نیکار ہوں گے اور ہم اپنے لئے کسی قسم کا گناہ پسند نہیں کرتے۔ یہ صورت تو وہ ہوئی کہ گواہوں کے عادل و معتبر ہونے میں شک و شبہ نہ جائے تو اس طرح ان سے قسم لیکر شہادت کو قابل اطمینان و فیصلہ بنایا جائے گا۔

اور اگر کہیں ایسی صورت ہو جائے کہ ان گواہوں کی کوئی خیانت اور غلط بیانی سامنے آجائے جس کی وجہ سے انکی شہادت لائق اطمینان نہ ٹھہری ہو تو ان گواہوں کی جگہ دوسرے دو گواہ کھڑے ہوں اور وہ ایسی ہیں قسم کے ساتھ اس معاملہ کی شہادت دیں اور اپنی شہادت میں اس بات پر بھی قسم کھائیں کہ ان کی شہادت پہلے دو گواہوں کے مقابلہ میں زیادہ مطابق حق ہے اور اس سے زیادہ صحیح اور سچی ہے اور ہم لوگ ان دونوں پر لازم لگائے ہیں کوئی زیادتی نہیں کر رہے ہیں نہ کوئی ناحق بات کہہ رہے ہیں اگر ہم نے ایسا کیا ہو تو ہم بھی ظالم ٹھہریں گے۔ آیت شریفہ میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ شہادتوں نے تم کو یہ احکام و ہدایات رکھ کر تم اپنی وصیت پر گواہ بناؤ اور اگر گواہ غیر معتبر ہوں یا وصیت کے معاملہ میں ان کی کوئی خیانت ظاہر ہو چکی ہو تو ان کی جگہ دوسرے دو گواہ مقرر کرو اور ان گواہوں سے اس طرح قسم لے کر اپنے فیصلہ کو زیادہ سے زیادہ مطابق حق اور یقینی بنانے کی کوشش کرو کہ اس لئے وہی ہیں کہ اس طرح حق کے مطابق ان کی شہادت حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ جب فیصلہ کا یہ مندرجہ بالا طریقہ رہے گا تو جو کوئی بھی گواہی دے گا اسے یہ ذریعہ لگا رہے گا کہ اگر اس سے شہادت میں کچھ غلط بیانی یا خیانت کی تو اس کی شہادت رد کر دی جائے گی اور اس کی جگہ دوسرے گواہ شہادت دیدیں گے جو اس کی غلط بیانی و خیانت کا پردہ چاک کر دیں گے اس اندیشہ کی وجہ سے ہر گواہ صحیح اور سچی بات ہی گواہی میں بیان کرے گا اور معاملہ کا فیصلہ حق کے مطابق ہو سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایات کی یہ حکمت و مصلحت بھی اہل ایمان کو سہادی اور آخر میں انھیں تقویٰ کا حکم بھی دے دیا کہ تم لوگ تو ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہی رہا کرو اس کی نافرمانی و معصیت میں مبتلا نہ ہو کر فاسق نہ بننا کرو کیونکہ تم یہ بات اپنی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں فرماتے۔ ان پر راہ ہدایت بند کر دیتے ہیں جس کی راہ ہدایت ہی بند کر دی جائے وہ کیسے راہ یاب ہو سکتا ہے اور کیسے فلاح و نجات پاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں فسق کا لفظ لغوی معنی کے کھانا سے استعمال فرمایا ہے یہاں اصطلاحی فسق مراد نہیں ہے بلکہ اس فسق میں کفر بھی شامل ہے اور گناہ کبیرہ بھی شامل ہے دونوں ہی صورتوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے راہ ہدایت مسدود کر دینے کی وعید بیان کی ہے۔

آخر میں ہم حدیث شریفہ میں آیا ہوا وہ واقعہ بھی بیان کئے دیتے ہیں جسے ان آیات شریفہ کا شان نزول سمجھ لیجئے۔

حضرت عیم دارمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (یہ حضرت عیم پہلے صیانت کے بعد میں اسلام لے آئے تھے) کہ ایک شخص بدیل نامی جو سلمان متحبا تجارت کیلئے ملک شام گیا یہ عیم اور عدی (نفرانی) اس کے رفیق سفر تھے شام پہنچ کر بدیل بیمار ہو گیا، اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اپنے سامان میں رکھ دی، عیم و عدی کو اس فہرست کی کچھ خبر نہ تھی اس نے اپنے ساتھیوں کو وصیت کر دی کہ میرا سامان میرے گھر پہنچا کر زیادہ مر گیا تو ان دونوں نے اس کا سامان لا کر داروں کے حوالہ کر دیا مگر ایک چاندی کا پیالہ جس پر سونے کے نقش و نگار اور تفلہ تھی اس کے سامان سے نکال لیا۔ بدیل یہ پیالہ شام کے بادشاہ کیلئے لے گیا تھا اور اس کے سامان تجارت میں یہ سب قیمتی سامان تھا۔ عیم کہتے ہیں کہ جب وہ مر گیا تو ہم نے اسے ایک ہزار درہم میں بیچ لیا اور یہ قیمت میں نے اور عدی نے آدمی آدمی تقسیم کر لی۔ اور جب ہم لوگ واپس ہوئے تو اس کے گھر والوں تک اس کا سامان پہنچا دیا وہ پیالہ اس میں انھیں

(۳۳)
چوالیسویں نذر

راہِ خدا میں جنگ کے موقع پر میدانِ جنگ سے
بھاگ نکلنا حرام ہے، ایسا کرنا سخت قسم کا
گناہ کبیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب و
عذاب کا سبب ہے

{ سورة الانفال }
آیتان (۱۵-۱۶)
وَعَفَا بِالْغَنَمِ وَالْغَنَمُ لِلرِّجَالِ
بِئْسَ لِلرِّجَالِ لَظْمٌ

اسے ایمان والا جب تمہاری کانورس سے (جہاد میں)
آئے سارے مذہب پر ہوتا اسے چھو بھیر کر دھاگو
اور جو شخص اس وقت چھو بھیرے گا وہ اللہ کے
غضب کا سزاوارت ہے اور اس شخص کو جو
راہِ حق کی کھیلے پتہ راہ سے اسے دوسرے آدمی
بھارتے یا اپنی ہی فوج کی طرف سے مدد لیتے آج۔

وَمَا كَانَ لِمَنْ يَلْتَمِسُ الْإِيمَانَ أَنْ يَقُولَ
أَلَمْ أُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا كُنَّا
نُفَصِّلُ الْبَيْنَ لِمَنْ يَلْتَمِسُ الْإِيمَانَ
أَلَمْ نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا كُنَّا
نُفَصِّلُ الْبَيْنَ لِمَنْ يَلْتَمِسُ الْإِيمَانَ
أَلَمْ نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا كُنَّا
نُفَصِّلُ الْبَيْنَ لِمَنْ يَلْتَمِسُ الْإِيمَانَ

تشریح و تفسیر
اللہ تعالیٰ نے اس نذر کے ذریعہ اپنے مومن بندوں
کو غلبہ فراکرا ارشاد فرمایا ہے کہ اے اہل ایمان
میرے بندہ چونکہ تم ہی اپنے ایمان کی بدولت میرے خطاب کے اہل و مستحق
ہو کہ جو سکتے ہو اس پر عمل کیلئے آمادہ بھی ہو جاتے ہو اس لئے تم سے ہی یہ

ذمہ تو ہم سے پوچھا۔ ہم نے کہا کہ دیکھ اس نے اس سامان کے علاوہ کوئی اور چیز
میں چھوڑی تھی (ان لوگوں کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا وہ خاموش رہ گئے)
اسلام لائے کے بعد حضرت عیسیٰ کو اپنی پوری گناہ کا احساس ہوا تو یہ
اس کے گمراہوں کے پاس گئے اور انہیں پوری بات بتادی اور جو رقم ان کے
حصہ میں آئی تھی پانچ سو درہم وہ انہیں دیدیے اور یہ بھی بتا دیا کہ میرے
ساتھی کے پاس بھی اتنی ہی رقم ہے ان لوگوں نے اسے جانکھیا اور اپنی رقم کا
مطالبہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے کہا کہ اپنے دین و مذہب میں
جس کو سب سے بڑا سمجھتے ہو اس کی قسم کھاؤ تو انہوں نے قسم کھائی۔ اس قصہ کے
موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ عربوں العاص اور ایک دوسرے شخص نے
قسم کھائی تو پانچ سو درہم اس شخص سے وصول کر گئے۔

یہ روایت ابن جریر طبری اور ترمذی نے نقل کی ہے، امام ترمذی نے اپنے
میار روایت پر پوری ذاترے کی وجہ سے اس کی تضعیف کی ہے لیکن اس نذر
کی تائید دوسرے شواہد سے ہو جاتی ہے اور آیات کے معنوں کے مطابق بھی
ہے اس لئے روایت قابل قبول ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ

خطاب کیا جا رہا ہے کہ میدان جہاد میں جب کبھی کافروں سے تباہی مڈھیر ہو رہی ہو گھسان کی لڑائی ہو رہی ہو تو لڑائی کی شدت اور خوفناکی سے گھبر کر کافروں کے مقابلہ سے پیشہ نہ پھیرنا کیونکہ یہ بہت بڑا عیب ہے اور بڑی ذلت و رسوائی کا سبب بنتی ہے جو کسی صاحب ایمان کو زیب نہیں دیتی جو اللہ تعالیٰ سے دوستی اور تلقین کا دم بھرتا ہو۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات مطلوب ہے کہ وہ اپنے اولیاء کو شجاعت و بہادری اور فہم جنگ و مقابلہ انہیں اقدام و پیش قدمی کی تربیت فرما دے اس لئے اس آیت میں میدان جنگ میں بزدلی دکھانے اور پیشہ پھیرنے کی حرمت و ممانعت بیان فرمادی تاکہ وہ کسی وقت بھی مشرکین و کفار کے مقابلہ میں ضعف و کمزوری نہ دکھائیں۔

اور چونکہ مقابلہ دشمن سے بھگتنے اور فرار اختیار کرنے کے اثرات بہت ہی زیادہ برے ہوتے ہیں خاص کر جبکہ گھسان کی لڑائی ہو رہی ہو کہ اس کے نتیجہ میں کافروں دشمن مومن بھائیوں پر غلبہ پا جائے گا اور اس میں یہ بھی نقصان ہے کہ کچھ لوگوں کے پیشہ پھیر کر جنگ جانے سے اہل اسلام مجرد و زخمی بھی کثرت سے ہوں گے اور شدید بھی زیادہ ہوں گے، نیز کافروں دشمن مسلمانوں کے اسلحہ جات اور ساز و سامان پر قبضہ بھی کر لیں گے جس کا انجام یہاں تک پہنچے گا کہ اسلامی دھوت اسی مرحلہ میں رک جائے گی آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کیلئے اسے نصرت و حمایت نہ مل سکے گی۔

انہیں وجوہ کی بنا پر تو ہی بوم الارض (ضعف مقابلہ و جہاد سے پیشہ پھیرنا، گنا و کبیرہ قرار پایا ہے اس کے گنا و کبیرہ ہونے کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا اسی موقع پر فرمانا بہت کافی ہے کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہو گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو گا جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جنگ کے وقت میدان جنگ سے پیشہ پھیر کر بھاگ جانا پاکت کرنے والی حرکت ہے چنانچہ بخاری شریف کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سات ہلاک کرنے والی حرکتوں سے

بہت دور رہو۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، اپنے دُخ و بے تصور کسی کو قتل کرنا، خود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے وقت (کفار کے مقابلہ سے) بھاگ جانا، پاکت دامن بھولی سیدھی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ لہذا ان بڑے بڑے گناہوں کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگنے کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ اسی سے انداز کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتنا برا گناہ ہو گا؟

آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے میدان جنگ سے پیشہ پھیر کر بھاگنے والے کیلئے جو عید شدید بیان فرمائی ہے کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اس وعدے و دو حالتوں میں اپنی جگہ چھوڑ دینے کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے ان دو حالتوں میں اجازت ہے کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے ہٹنا چاہے تو مٹ سکتا ہے اس پر کوئی گناہ نہ ہو گا کیونکہ یہ دونوں صورتیں موت سے فرار کی بنا پر نہیں ہیں بلکہ اسلام اور اہل اسلام کی نصرت و مدد کی نیت سے صرف جگہ بدلی جا رہی ہے میدان نہیں چھوڑا جا رہا ہے۔ وہ دو صورتیں یہ ہیں،

پہلی صورت تو یہ ہے کہ کوئی مسلمان کافروں کو غلطی میں رکھنے کے لئے کوئی دلائل کرنے یا پتیزا بنانے کیلئے اُدھر سے اُدھر ہو جائے اور پھر موقع پا کر دشمن پر حملہ کر دیتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ مجاہد دشمنوں کے درمیان کہیں گھر گیا ہے اور قریب ہی اہل اسلام کے مجاہدین بڑی تعداد میں موجود ہیں تو یہ مجاہدان مجاہدین کے ساتھ مل جاتا ہے کہ اسے ان سے الگ انہیں اس سے تقویت حاصل ہو جائے۔ ان دو صورتوں کو اللہ تعالیٰ نے "الْمُحْتَضِرُ الْغَلَاظِ الْأَمْرُؤُا" کے فقرہ میں اس وحید شدید سے مستثنیٰ فرما دیا ہے کہ درحقیقت یہ دونوں صورتیں تو ہی بوم الارض کا مصداق اور میدان جنگ سے فرار نہیں ہیں۔

ان دو صورتوں کے سوا اجازت نہیں ہے کہ کوئی مجاہد موقع جہاد و برہان سے بھاگ نکلے یا میدان جنگ سے باہر ہو جائے اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے

تو وہ گناہ کی روکاڑ بکاب کر لے پھر اگر اس گناہ سے توبہ نہیں کرنا تو یقیناً وہ
وعدہ کا مصداق ٹھہرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔

بعض علماء و مصلحت سنے یہاں پر یہ بات بھی ہے کہ میدانِ جہاد سے ہٹ کر
بھاگنے پر یہ وعدہ شد بدھوت اسی خاص غزوہ بدر جہا سے تعلق رکھتی ہے
جس موقع پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تھی لیکن اہول کا تااعدہ مشہور ہے
"الْجَبْنَؤُفُ بِمَقْصُومٍ اللَّفْظُ لَا بِمَقْصُومٍ الْمَوْسِمِ" کہ الفاظ کا موقوم ہی مجبور ہوتا ہے
کسی خاص واقعہ سے تعلق کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اس کے علاوہ اوپر بخاری شریف کی حدیث گزر چکی ہے جس میں سات
ہلک کرنے والی حرکتوں کا بیان فرمایا گیا ہے۔ جن میں سے ایک میدانِ جنگ
سے فرار بھی شمار کیا گیا ہے۔ باقی جو شخص توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول
فرمائیے ہیں۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(۳۵)
پیشانیہ السوس نادر

اللہ و رسول کی اطاعت واجب ان دونوں
کی نافرمانی حرام، منافقین کی مشابہت اختیار
کرنا اور انھیں جیسی باتیں کرنا حرام ہے۔

وَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

{ مَوْثِقُ الْفَنَالِ }
{ آيات ۱۲۲-۱۲۳ }

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ
اسْتَمِيعُوا وَلَا تَوَلَّوْا أَعْتَدَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لَكُمْ عَذَابًا وَاسْتَعْتَدَ اللَّهُ لِمَنْ كَفَرَ
بَعْدَ إِيمَانِهِ عَذَابًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَنًا
الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ بِمَا يُأْتِيهِمْ
مِّنَ الْكِتَابِ وَلَا يُجَادِلُوا الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْهُم مَّا فَتِنُوا اللَّهَ فِيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
مُّخْتَلِفٌ ۚ

تشریح و تفسیر
یہ آیات سورہ انفال کی بیسویں سے تیسویں تک کی چار
آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان
بندگان کو مخاطب فرمایا ہے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاکر انکی تعلیق

کر چکے ہیں جنہوں نے اس کے ان وعدوں کی بھی تصدیق کی ہے جو اس نے اپنے خاص بندوں اور دوستوں کے متعلق فرمائے ہیں اور ان وعدوں پر بھی ان کا ایمان و یقین ہے جو اس نے اپنے دشمنوں کے حق میں بیان فرمائی ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دے رہے ہیں اور انہیں اطاعت سے روگردانی کرنے کی ممانعت فرما رہے ہیں درحالیکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سنتے رہتے ہیں جو ان پر تلاوت کی جاتی رہتی ہیں اور ان موعظتوں اور نصیحتوں کو بھی سنتے رہتے ہیں جو برابر کتاب اللہ کے ذریعہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان کے ذریعہ ان تک پہنچتی رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اللہ و رسول کی اطاعت کی ہدایت اس لئے فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت سے ان کی نصرت و مدد ان کے ایمان و اطاعت ہی کے نتیجہ میں ہو سکتی ہے، اگر وہ اس سے روگردانی کیے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اور نصرت و مدد سے محروم ہو جائیں گے اور جس طرح دوسرے اہل کفر اور اہل فسق و معصیت اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد اور ولایت سے محروم ہیں یہ بھی اسی طرح محروم ہو جائیں گے۔

دوسری بات جو دوسری آیت میں ارشاد فرمائی گئی وہ یہ کہ انہیں ایسے منافق لوگوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے جو صرف زبانی بتع خراج کے طور پر یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اللہ و رسول کی بات سن لی مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ سننے سناتے کچھ بھی نہیں ہیں صرف زبانی دعویٰ کرتے ہیں۔ اور ایسی صورت میں ان کا سنا نہ سنا بالکل برابر ہے جبکہ وہ اپنی سنی ہوئی بیانات و تعلیمات پر عمل ہی نہیں کرتے۔ یہ بات کے دیکھنے اور سننے کے معاملہ میں چاہے منافقین ہوں یا مشرکین و کافریں ہوں دونوں ہی اندھے، بہرے اور گونگے بن جاتے ہیں اہل ایمان کو ان لوگوں کی مشابہت و نقل سے منع فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ ان جیسے نہ بنو کہ صرف زبان سے دعویٰ کرتے رہو کہ ہم نے سن لیا اور ان پر عمل نہ کرنا دیکھنا سننے سے مقصد تو عمل ہی ہے، جب عمل نہیں تو سنا کس کام کا؟

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے صورت حال پر اس طرح روشنی ڈالی ہے کہ اسے اہل ایمان! تم ان کافروں کے حال سے باخبر رہو یہ سب بدترین خلائق ہیں جنہیں انسان کہنا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ یہ بدترین چوپائے ہیں کہ انہیں کیڑے طرح سے یہ بھی گونگے گھرے بنے ہوئے ہیں اس لئے تم ان کے معاملہ میں کسی مداخلت میں نہ رہو یہ تمہاری دعوت اسلام نہ سنیں گے نہ قبول کریں گے۔ ان کفار و مشرکین اور منافقین کو شر اللہ و اللہ بدترین خلائق اور چوپائے کیوں کہا گیا ہے۔ اسکی وجہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا کفر و انکار کا معاملہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و معبودیت کا انکار کر کے اس کے ساتھ بتوں کو شریک بنالیا غیر اللہ کی عبادت و بندگی کرنے لگے اس لئے گمراہ ہو کر ایسے جرم قرار پائے کہ شر اللہ و اللہ کا استعمال ان کے حق میں بالکل بجا اور بر عمل ٹھہرا۔

یوں بظاہر نظر تو اس آیت میں جو کہ فرمایا گیا ہے اس کا روئے سخن کفار و مشرکین اور منافقین ہی کی طرف ہے لیکن پھر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہمنا خود اہل ایمان کو بھی چونکا کر اور تشدد کرنا بھی منظور ہے کیونکہ جیسا اوپر کہا گیا کہ اس زجر و تنبیہ کا نشانہ ان لوگوں کی ذات سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا اصل شعلہ ان کے کفر و شرک اور فساد و عصیان سے ہے لہذا جہاں بھی یہ امور متضمن فساد و شر و باغی جاتیں گے وہاں اسی طرح زجر و توبیخ اور تنبیہ و تہدید کی جائے گی لہذا اہل ایمان کو بھی اسی ضمن میں بتا دیا گیا کہ اگر تم خود اللہ تعالیٰ سے یہی روش اختیار کی تو تم سے بھی دلالت کا ناج چھین کر تمہیں بھی شر اللہ و اللہ کا مصداق قرار دیا جائے گا۔

تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے انکی انہی شفاعت و بخشنی ظاہر فرمائی ہے کہ اگر یہ بات فرض بھی کر لی جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ان میں کسی قسم کی بھلائی کا علم ہو تا تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی آیات سنا بھی دیتے اور جب انہیں آیات سنا دی جاتیں تو پھر یہ اس سے اعراض اور روگردانی کرتے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے علم ازلی سے یہ بات پہلے ہی سے معلوم تھی کہ یہ ان آیات کو سننے کے بعد اس پر عمل نہ کریں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان آیات کے سننے سے

بہرہ کو دیکھو کہ اگر اشرقائے وہ آیات انھیں سناتے اور یہ بھی مسلمانوں کی طرح انھیں سنتے بھی تو یہ انجسام کا اعراض و رد گردانی ہی کرتے۔

اب یہ بچہ کھنے کی ضرورت ہے کہ کھنے کے بعد یہ روگردانی واعراض کیوں کرتے ہیں۔ جو اس کی وجہ یہ ہے کہ اشرقائے کا لفظ ہی یہ ہے کہ اس انجب شرف و فاد میں بہت زیادہ گہرائی میں ڈوب جاتا ہے تو پھر وہ خیر و صلاح، صل و پاکیزگی قبول کرنے کے لائق ہی نہیں رہ جاتا ہے اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ دعوت حق سننا ہے، اہل حق سے متعلق بشارت سننا ہے، اسے دوزخ سے ڈرایا جاتا ہے وہ فوراً کے معنائیں سننے کے لیے شرف و فاد اور ظلم و زیادتی میں ڈوبے ہوئی کسی وجہ سے اس کا نفس ان باتوں کو کلمۃ قبول ہی نہیں کرتا اسی بنا پر قرآن مجید و احادیث میں بہت تحذیر آئی ہے کہ کسی بھی صفت و گناہ سے تو بہ کرے میں تاخیر نہ کرنی چاہیے اور اس بات سے ڈرے رہنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ میں اس قدر زائے تک مبتلا رہا کہ وہ گناہ اس کی طبیعت و عادت کی طرح بڑھ چڑھے تو پھر وہ اس کے ترک پر قادر ہی نہ ہو گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اشرقائے ہیں اپنی پناہ میں رکھے۔

غلامۃ کلام یہ کہ ان آیات میں یہ چند ہدایات فرمائی گئی ہیں کہ اہل ایمان پر اللہ و رسول کی اطاعت واجب ہے اور مشرکین و کافروں کا انکار اختیار کرنا حرام و معصیت ہے، ایسے لوگ تو کئے بندہ اور سور سے بھی بدتر ہیں جیسے کہ اشرقائے نے سورۃ بینہ میں ایسے ہی لوگوں کو "شر الیر" بتدین خلقی" فرمایا ہے۔ اسی طرح معصیت پر تو بہ میں ہرگز تاخیر نہ ہونی چاہیے کہ پھر گناہ و معصیت ہماری طبیعت و عادت بن جائے۔ اشرقائے ہمیں اپنی مخالفت میں رکھے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



اللہ و رسول کی پکار کا جواب دینا واجب ہے جو کچھ بھی حکم دیں، منع فرمائیں، خوشخبری دیں، ڈرائیں اس کے مطابق عمل واجب ہے۔ جن طریقوں سے فتنوں سے بچا جاسکتا ہو بچنا واجب ہے

{ مَسْوَۃُ الْاَنْفَالِ }
{ آیتان (۲۵۰-۲۵۳) }

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو چھوڑنا
وَقَدْ سَبَّوْا لِيْ رَاۤءَا عَمَّا كُنْتُمْ لِيَاسِ الْخُجُوۡتِ
کہ جبکہ تم رسول ان چھوڑ کر کلمت ملتے ہیں جو
خود زندگی بخشی ہیں اور جان رکھو کہ اشرقائے
اُذُنُوۡا جَاۤءَکُمْ اُۤیُّہَا دَرَسَاسِ الْکُفۡبِ
اور بے شک تم سب کو اس کے پاس مع ہونا ہے
اور تم ایسے وبال ہے جو کہ جو خاص نہیں لوگوں
ہر واقعہ نہ ہو گا جو تم میں ان گناہوں کے مرکب
ہوئے ہیں اور جان رکھو کہ اشرقائے سخت
سزا دینے والے ہیں۔

تشریح و تفسیر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس ندامت میں اپنے دوست بندوں کو مخاطب فرما کر اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا ہے فرماتے ہیں:

اے ایمان والو! تم سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے حکم کی تعمیل کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو اس کے حکم میں لے جلا یا کر دے، جس اعتقاد کا پابند بنائیں اس اعتقاد کو قبول و جان سے قبول کرو، جس اپنی بات کا حکم دیں اسے کہو، جس نیک کام کی دعوت دیں اس پر عمل کرو کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔ اور اسی قسم کا معاملہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی رکھا کرو۔ تم کو یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اللہ و رسول جنہیں اللہ ہی باتوں کی طرف دعوت دیتے ہیں جن میں بہتر لاری نہ ملے اور جو کلمہ بے شکیدہ ہے ان کے احکام کی تعمیل کر کے تم کا مایہ و خوشگوار ابدی زندگی حاصل کر سکتے ہو۔

اور یہ بات بمان رکھو کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اور اس کے ولی ارادے کے درمیان آدمی بن جایا کرتے ہیں۔ لہذا جب کبھی کسی نیک کام کے کرنے کا یا کسی برے کام کے چھوڑنے کا ارادہ دل میں پیدا ہو تو فوراً اس کے تقاضے پر عمل کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ دل کے بدلنے پر پوری قدر توجہ دیتے ہیں اور جس طرف چاہتے ہیں اسے پھرتے رہتے ہیں۔ موصوفیہ رو سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شریف تم سے سنی ہی ہوگی جس سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **اَللّٰهُ يَمْلِكُ اَفْئُذِيَّ مِمَّنْ قَلْبِيْ عَقِيْدِيْكَ** "اے اللہ! دلوں کو پھٹ دینے والے تُو میرے قلب کو اپنے دین پر جمادیتے"۔

اسی طرح ایک دوسری دعا میں آپ نے یوں فرمایا ہے: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ وَصَلِّ عَلَى بَنَاتِيْ طَاعَتِكَ** "اے اللہ! لوگوں کو پیغمبر دینے والے اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنی طاعت کیلئے پھیر دیجئے"۔ پس آیت کا نامہ اس جملہ سے فرمایا ہے: **وَ اَنْتَ اَللّٰهُمَّ حَقُّ حَقِيْقَتٍ** واقعہ ہے کہ تم سب اسی کے پاس جمع کئے جاؤ گے، اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ایک

ایسی حقیقت کی اطلاع دے رہے ہیں جس سے اہل ایمان کو کسی وقت بھی غافل ہونے کی گنجائش ہے نہ اسے فراموش کیا جانا چاہئے وہ یہ کہ سب لوگ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جمع ہوں گے جہاں ان کے ایک ایک عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ عبادات، طاعات کا بدلہ بھی ملے گا اور معاصی اور منکاربِ محرمات کا بھی بدلہ دیا جائے گا۔

اسی لئے اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ اللہ و رسول کی استجابات اور تعمیلِ حکم میں ذرا بھی کوتاہی نہ کریں، انھیں جب بھی ایسے امور کی دعوت دی جائے جو انھیں زندگی بخشتے ہوں تو یہ پوری دلچسپی و شوق کے ساتھ اس کی بجا آوری کریں انھیں اللہ تعالیٰ کی شفقت و رحمت پر پورا اطمینان ہونا چاہئے کہ وہ انھیں صرف انھیں امور کا مکلف بنائے گا جو برا عقبار سے ان کے حق میں مفید و متیب سعادت ہوں۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہت اہم بات کہنے پر توجہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اس فتنہ سے ڈرو جو کہ صرف ان لوگوں ہی تک محدود نہ رہے گا جو کہ گناہگار ہوں بلکہ وہ اس وقت موجود رہنے والے سب ہی لوگوں کو پہنچے گا جو گناہگار ہوں گے ان کو بھی اور جو بے گناہ ہوں گے ان کو بھی پہنچے گا اور یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ بڑی سخت سزا دینے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کیلئے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قیامت تک کہنے پر زمانہ کے لئے اور ہر ملک اور ہر بستی و آبادی کے لئے کہ اگر تمہیں کے لوگ کسی بھی زمانے میں اللہ و رسول کی طاعت میں بجا آوری کا معاملہ نہ رکھیں گے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی اور محرمات و ممنوعات کا ترک اختیار نہ کریں گے تو اس کے نتیجے میں جو انتشار اور فساد و زوال ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھوک کر عام مذہب کی صورت پیدا کر دے گا۔

خلاصہ حکام یوں سمجھ کر اس آیت میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اہل ایمان اللہ و رسول کی اطاعت و استجابات کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے فرائض و واجبات کی ادائیگی اور محرمات و ممنوعات کا ترک اختیار نہ کریں گے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی اور محرمات و ممنوعات کا ترک اختیار نہ کریں گے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی اور محرمات و ممنوعات کا ترک اختیار نہ کریں گے۔

جس میں اللہ تعالیٰ کا عذاب صہرت ظالموں اور گنہگاروں تک محدود نہ رہے اور
سب لوگ مبتلائے عذاب ہو جائیں کیونکہ یہ صورت کفر و جہل و بدکار بھی کو
اپنی لپیٹ میں لے لے اسی وقت ہوتی ہے جب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو
بالکل ہی ترک کر دیا جائے (آج کل عام طور پر امر بالمعروف کا کچھ حصہ نیک
ہے نہی عن المنکر کے ساتھ معاملہ شریفیت منسوختہ کر لیا گیا ہے یہ پہلو اہل علم کے
لئے قابل غور ہے) چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت
بالا کی تفسیر ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ اہل ایمان منکر اور برائی کو اپنے درمیان
باقی نہ رکھیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا عام عذاب آجائے گا۔

مسلم شریف میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ بات مروی ہے کہ
انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا ہم لوگ ایسے وقت
میں بھی ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہمارے درمیان نیک لوگ موجود ہوں گے؟
تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہو جائے جبکہ دین میں بھلا بہت زیادہ ہو جائے گا۔
حضرت امام احمد رحمہ اللہ اپنی مسند شریف میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب میری امت میں معاصی کا ظہور ہو جائے، کھل کھلا
لوگ گناہ کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اپنا عذاب ان سب پر عام فرادیں گے کبھی
پس میں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ان میں نیک لوگ بالکل ہی نہ ہوں گے؟
آپ نے فرمایا کیوں نہیں نیک لوگ کیوں نہ ہوں گے میں نے پوچھا وہ لوگ
کیا کئے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا جو عذاب لوگوں پر آئے گا ان نیک لوگوں
پر بھی آئے گا پھر ان کی مغفرت فرمادی جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی
ہو جائیں گے (گھر گھر میں بی بی، دبی، عورتوں کی بے جا بی بی پردہ کی عزت
پسندی کیا سب گناہ و کھلم کھلا نہیں ہو رہے ہیں؟ غور کیجئے اور فکر کیجئے)
بھائیں کیسے نہ نازل ہوں اور امت کو عذاب کیسے نہ پہنچے گا جبکہ امت
نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بالکل ہی چھوڑ دیا ہے اس کی مثالیں کثرت
سے موجود ہیں۔ اندلس کا مشرک یا ہوا؟ ہند کی اسلامی حکومت کہاں

گئی اور کیوں گئی؟ مشرقی یورپ کے مسلمان کہاں گئے جن کی بھیتیاں
اب پھیل کر وہی بھیتیاں بن گئیں اور یہ سب صہرت امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر چھوڑ دینے کا نتیجہ ہے لہذا اس مہروری و اہم قرینہ کی طرف توجہ
کی ضرورت ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اللہ و رسول کے ساتھ خیانت اور امتنان میں خیانت کے حکام ہے مال و اولاد فتنہ ہیں ان سے چوکتا رہنا ضروری

{سورۃ انفال} [آیات (۲۴-۲۸)]
وَقُولُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ حَقًّا
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسے ایمان دو! تم ضرور رسول کے حقوق میں
غلل ڈالو اور دینی قابل حفاظت چیزوں میں
ظلم نہ کرو اور اعلان کیے کہ (اس کا نقصان) پہنچے
ہو اور جان کو کہہ جاوے مال اور تمہاری اولاد
استحسان کی چیزیں اور اس بات کو بھی جان کو
کہہ کہہ پاس پڑا ہمارا اجر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَاللَّهُ وَالسَّيِّئَاتِ وَتَحَوُّوا أَيْمَانَكُمْ
وَأَنْتُمْ قَدْ كَفَرْتُمْ ۖ وَأَعْلَمُوا
أَنْتُمْ أَعْلَمُوا ۖ أُولَٰئِكَ كَانُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَنِ اللَّهِ عَنِ اللَّهِ
أَجْرًا عَظِيمًا ۝

تشریح و تفسیر
یہ بات آپ کو اچھی طرح متکلم ہے کہ قرآن مجید میں جہاں
جہاں ایسی نذرانہ دیا گیا ہے وہاں ان سب میں ہم سب
اہل ایمان کیلئے یا کسی کام کا حکم دیا گیا ہے یا ایسی کسی بات سے روکا گیا ہے
جس سے تقاضائے ایمان پورا نہ ہوتا ہو اور ہمارے قلوب کی طہارت و صفائی
آلودگی و گندگی سے تہریل ہو جاتی ہو۔

چنانچہ یہاں اس آیت شریفہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایک بڑی
ہی اہمیت رکھنے والی تعلیم دی ہے اور انہیں ایک بڑی ہی غفلت و غفلت
سے ممانعت فرماتے ہوئے انہیں اسی کے ارتکاب سے روکا ہے۔ وہ غفلت
بات اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارتکاب ہے اور خیانت
اس طرح ہوگی کہ ہم ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ظاہر کریں
اور اندرونی طور پر مصیبت و اذیت کا طریقہ اپنائیں جو صحیح خیانت اور کھانا
نفاق ہے چاہل ایمان کے شان کے بالکل خلاف اور طریقہ منافقین ہے۔
اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بڑے اہتمام و تاکید کے ساتھ اس کی غیبت و
ممانعت بیان فرمائی اور جس طرح یہ خیانت اللہ و رسول کی دی ہوئی تعلیمات
و ہدایات کے معاملہ میں جائز نہیں ہے اسی طرح انسان کی جو امانات ہوں
ان میں بھی کسی قسم کی خیانت جائز نہیں ہے۔ اس حکم کے پیش نظر بات
کو یوں سمجھ لیا جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے امانات کی حفاظت کا حکم اور ان
میں خیانت کو حرام و ناجائز ٹھہرایا ہے۔ اور یہ امانات دو طرح کی ہوتی ہیں
ایک امانتِ عاجلہ، دوسری امانتِ عامرہ۔

امانتِ خاصہ۔ وہ امانتیں ہیں جو دوسرے انسانوں کی طرف سے کسی انسان
کے پاس بقصد حفاظت رکھی جائیں جیسے مال و سامان یا کوئی راز کی بات وغیرہ
امانتِ عامرہ۔ وہ شرعی احکام ہیں جن کا اہل ایمان کو مکلف بنایا گیا ہے
یہاں تک کہ پول و براز سے استنجاء اور طہارت حاصل کرنا یا جنابت پر غسل
بھی امانتِ شرعیہ ہیں۔

ان امانات میں خیانت کی حرمت و ممانعت بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ اے اہل ایمان! تم لوگ اس جرم خیانت کی خطرناکی و سنگینی
تو جانتے ہی ہو کہ اس جرم کے برے اثرات انفرادی طور پر کیسے کچھ تمہارے
اپنے نفس پر پڑ سکتے ہیں اور اجتماعی طور پر بھی اس کے برے اثرات سے
پورا اسلامی معاشرہ کتنا کچھ متاثر ہو سکتا ہے۔
اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَاعْلَمُوا أَنَّمَا آئِنُوا الْكُفْرَ

وَ اُولَٰئِكَ فُتِنَتْ اِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ لَا يَخْتَارُونَ ۝ (یہ جان رکھو کہ یہ بات شک سے بالا تر ہے کہ تمہارے مال و اولاد تمہارے لئے زبردست آزمائش ہیں اور اجر عظیم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے)

خود فکر کے بغیر اگر صرف آیت کے ظاہری الفاظ پر سرسری نظر ڈالی جائے تو شاید وہ عظیم حقیقت اور دقیق نکتہ سمجھیں نہ آئے کہ خیانت کی ممانعت کے ساتھ مال و اولاد کے فتنے ہونے کا بیان کیوں فرمایا جا رہا ہے؟ لیکن جب آپ خود کریں گے اور عام لوگوں کے اور خود اپنے حالات پر نگہی نظر ڈالیں گے تو آپ پر یہ عظیم حقیقت اور دقیق نکتہ بھی منکشف ہو جائے گا کہ اکثر و بیشتر حالات میں ان ہی مال و اولاد کے باعث انسان دوسروں کے اموال میں خیانت کا مرتکب ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمادی کہ اے اہل ایمان تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے بہت بڑی آزمائش ہے ان دونوں کی فطری محبت تمہیں جرم خیانت کا مرتکب بنادیتی ہے کیوں کہ یہ دونوں چیزیں زبردست فتنہ ہیں اور فتنہ وہی چیز کہلاتی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری سے روک دیتی ہے۔ اس تنبیہ کے بعد انسانی طبیعت میں جو طبع و ہوس کا مادہ ہے اسے دبانے کیلئے ارشاد فرمایا ۝ وَاللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَعْلَمُ ۝ (کہ بڑا اجر و ثواب تو اللہ تعالیٰ ہی کے یہاں ملے گا)

اس مختصر سے فقرہ میں انھیں یوں تسلی دیدی کہ تم لوگ اگر اپنے نفس کے تقاضے پر عمل کر کے خیانت کا ارتکاب نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا اجر و ثواب بہت بڑا ملے گا۔ اس وقت ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ جرم خیانت سے پرہیز کر کے دنیا میں اگر کچھ مال و دولت حاصل نہیں کیا جاتا تو یہ کوئی نقصان کا سودا نہیں رہا اب دیکھو اس کے عوض یہاں کتنا زبردست اجر و ثواب حاصل کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اجر و ثواب جنت اور اس کی نعمتوں کی شکل میں وہاں ملے گا۔

جس شخص نے دنیا میں اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا ہو گا اور جنگ لڑی ہوگی، دینی احکام کی ادائیگی میں ہونے والی بحالی کا کبرداشت کرتے ہوئے

مجاہد و استقامت کا مظاہرہ کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے اس پر بہترین اجر مرحمت فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ اجر کبھی کبھی اچھے عمدہ اور پاک رزق کی شکل میں دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ یہ دنیاوی اجر آخرت کے معبود اجر پر زیادہ ۝ انعام اور بوس کے طور پر ہوتا ہے اس کی وجہ سے ثواب آخرت میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ کیونکہ حدیث شریف میں یہ صراحت وارد ہے کہ اگر کوئی بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے کوئی چیز چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اس سے کہیں اچھا اسے آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

مناسب بلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر وہ حدیث شریف نقل کر دی جائے جو آیت مذکورہ بالا کے شان نزول کے سلسلہ میں عبدالرزاق کے حضرت امام زہری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت شریفہ حضرت ابی بکر بن عبداللہ سے روایت کی ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بنو نضیر کے پاس اپنا پیغام رساں بنا کر بھیجا تھا کہ وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رضا مند ہو کر اسے قبول کر لیں وہ لوگ اس وقت اہل اسلام کی طرف سے محصور تھے کیونکہ انھوں نے خیانت اور عہد شکنی کی تھی، جب یہ (حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے یہاں پہنچے تو ان لوگوں نے ان سے مشورہ کیا کہ ہمیں اس معاملہ میں کیا کرنا چاہیے تو انھوں نے مشورہ دیا کہ تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ و حکم قبول کر لو اور اس جواب کے ساتھ اپنے ہاتھ کو اپنے حلق پر بچھیرتے ہوئے یہ اشارہ بھی کر دو کہ اگر نافرمانی کرو تو قتل کر دیتے جاؤ گے۔ حضرت ابولبابہ یہ اشارہ کر کے کوٹھڑی گئے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ انھیں فوراً یہ احساس بھی ہو گیا کہ اس طرح اشارہ کر کے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیظہ منوہ پر کارا ز نفاش کر دیا ہے تو یقیناً اللہ و رسول کے ساتھ خیانت ہی کی ایک صورت ہے۔

اپنے کام سے فارغ ہوئیے بعد یہ وہاں سے اپنے گھر لوٹ آئے اور گھر پہنچ کر اپنی خیانت و رزق کی سزا خود ہی بھگت کر لینی کہ قسم کھا بیٹھے کہ اب مرے دم تک کوئی چیز مجھ کوں گا بھی نہیں اور اسی طرح بھوکا پیاسا سارہ کر جان دے دوں گا

یا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری توبہ کی مقبولیت کی دہائی آجائے۔

یہ فیصلہ کر کے مسجد چھوڑ چکے اور مسجد میں اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ دیا۔ دو ستون اب بھی ستون ابولبابہ (یا ساریہ ابولبابہ) کے نام سے مشہور ہے۔ مسجد میں اسی طرح وہ نو ذون تک ستون سے بندھے رہے اور کھانا پینا بھی بند رہا، ضعف و کمزوری کی وجہ سے یہ پوش ہو کر گر جاتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے توبہ کی مقبولیت کی وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور لوگ انھیں یہ خوشخبری سنائے کیلئے آئے گئے ان لوگوں نے پانچ گنا انھیں کھول دس تو انھوں نے قسم کھائی کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہ کھولے، یہ آپ ہی کے دست مبارک سے کھولے جائیں، آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تشریف لے گئے اور اپنے شہرک و مقدس اماںوں سے انھیں کھول دیا۔ حضرت ابولبابہ نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے یہ نذرانہ لی تھی کہ میں اپنا مال راہِ خدا میں صدقہ کر دوں گا، آپ نے فرمایا صرف تہائی مال کا صدقہ ہی تمہارے لئے کافی ہے، انھوں نے تہائی مال خیرات کر دیا۔

یہ وہ واقعہ ہے جو اسی آیت کا شانِ نزول ہے لیکن قاعدہ مقررہ کی وجہ سے یہ حکم کہ خیانت حرام ہے، یہ حکم عام ہے ہمیشہ اس پر عمل درآمد ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید و تفسیر مومنین کو اللہ و رسول کے ساتھ خیانت کرنے سے منع فرمایا اور رد کیا ہے۔ اور اگلے فقرہ میں دوسری امانتوں میں بھی خیانت سے منع فرمایا ہے کہ اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرنا۔

حضرت ابولبابہ کا واقعہ اپنے اندر ہمارے لئے کیسی عبرت و نصیحت رکھتا ہے کہ انھوں نے جیسے ہی اپنے جرم کو محسوس کیا فوراً ہی اس کی تلافی دے توبہ کیلئے اپنے آپ کو اپنے ہی اماںوں سزا بھی دے لی۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ بھی عبرت حاصل ہوتی ہے کہ شیطان لعین ہر وقت گھات میں لگا رہتا ہے ذرا بھی مومن اس کی طرف سے غافل ہو کر اس نے مبتلائے لغزش کر دیا۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ہر لمحہ شیطان کی طرف سے چونکا رہنا چاہئے اور جب بھی غفلت و بے خیالی میں کوئی لغزش اور جرم واقع ہو جائے فوراً ہی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع کرے اس سے انجبارِ مذمت اور تضرع و دعا کرے اپنی غلطی کا اعتراف کرے، کسی کا حق دیا یا ہو تو فوراً اس کو واپس کرے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے خیر خیرات بھی کرے۔

چنانچہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غفلت میں ایک غلطی ہو جانے پر سب کچھ کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور انھیں بھی خوش کر دئے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تقیل اور ان دونوں ہی کی ممنوع قرار دی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرتے رہیں بلکہ جو چیزیں مشکوک و مشتبہ ہوں صراحت کے ساتھ ان کی حلت اور انکے اجازت معطل نہ ہو اور ہر شبہ ہو کہ شاید یہ چیز حلال نہیں ہے ان سے بھی اجتناب اختیار و تقویٰ و پرہیز اختیار کریں کہ کہیں دھوکہ دھوکہ میں حرام کے مرکب نہ ہو جائیں ان کے دلوں میں اخلاص نیت بھی موجود ہو جس کے نتیجہ میں ان کے اعمال لائق قبول ہوتے رہیں، ان کے اعضائے جسم اور جوارح اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مشغول رہیں۔

جو شخص اس قسم کے تقویٰ سے متصف ہو گا وہ اپنے اس تقویٰ کی بدولت تقویٰ کے جو عزت و دستاویج دنیا و آخرت میں حاصل کرے گا انکی اجمالی فہرست آئندہ سطور میں پیش کی جا رہی ہے۔

پہلا اثرہ۔ ”قرآن کا حصول جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **يَتْلُوهُ ذِكْرًا خَرَقًا**“ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں حق و باطل میں فرق دے گا اور تم کو **”فَرَقَ“** عطا فرما دے گا جس کی وجہ سے تم میں منجانب اللہ صراطِ حقیقہ پیدا ہو جائے گی اور تم خود ہی حق و باطل میں فرق و امتیاز کرنے لگو گے۔

”قرآن کے لغوی معنی تو بہت فرق و امتیاز کرنے ہی کے آتے ہیں لیکن یہاں قرآن سے مراد وہ قدر ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے سے دل میں پیدا ہو جائے جس شخص کو یہ نور حاصل ہو جائے وہ اس وقت بھی راہِ نجات پر ہو تا ہے جبکہ دوسرے لوگ جو اس قدر سے محروم ہیں پاک ہو رہے ہوں اور ایسا شخص اس وقت منجور و مغفّر ہو تا ہے جبکہ اس قدر سے محروم لوگ شکست و ذہمیت سے دوچار ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کو حق و باطل، معروف و منکر، خیر و شر کے درمیان فرق و امتیاز خود بخود ہو جاتا ہے۔ نافع اور نقصان دہ چیزیں، اچھی اور بری باتیں جب دوسرے لوگوں پر واضح نہ ہو رہی ہوں۔ صاحبِ قرآن ”کہتے“ یہ امور اور یہ باتیں بالکل صاف و واضح اور غیر ملتب ہوئی ہیں اور صاحبِ قرآن میں یہ نور حق اس کے تقویٰ کا ثمر و نتیجہ ہو تا ہے۔

اس حقیقت کو اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ لفظ قرآن فرق سے

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب

(دور)

تقویٰ کا دنیا و آخرت میں کیا پھیل ملے گا؟

{سُورَةُ انفَالٍ آیت (۲۹)}
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَشَاءُوا
اللَّهُ يُخَفِّضْ لَكُمْ فُرْقَانًا تُلَاقِيكُمْ
عَمَلَكُمْ سَتِ تُؤْتَوْنَ لَهُمْ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اے ایمان والو! اگر تم چاہو
تو اللہ تم کو (دور) امتیاز دے گا
(صلابت) فیصلہ عطا فرمائے گا اور تم سے
مقابلہ کرے گا اور تم کو بخش دے گا
اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

تشریح و تفسیر | اہل ایمان کے لئے مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت

مبارک میں اپنی ایک ایسی عظیم شان عطا فرمائی کی
نور بخشی دی ہے جس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی دوسری عطا ہو۔ جو کوئی بھی
اللہ تعالیٰ کی اس عظیم عطا سے محروم ہو گیا وہ واقعہ محروم ہی رہا۔ اور چونکہ یہ
اللہ تعالیٰ کا ایک وعدہ و نعت جو کبھی وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے جو اس سے ڈریں اور تقویٰ
شعاری اختیار کریں یعنی اس کے احکام کی تعمیل، اس کے رسول کے احکام کی

بنایا گیا ہے لہذا تقویٰ اختیار کر کے جو شخص متقی بنائے اس کا نفس اور دل بوری طرح صاف اور روشن ہو جائے وہ ایسا ہو جائے گا کہ وہ دوزخ میں زندگی گزارے رہا ہو اور اس کے چار طرف دوزخ ہی رہا ہو جاتا ہے اسی دوزخ اور دوزخی حق سے اسے یہ فرقان حاصل ہو جائے جسکو جسے وہ نفس اور مشہد چیزوں کو علیحدہ میسر و ممتاز طور پر دیکھ لیتا ہے یہاں تک کہ اس کی نظر بہت کم خطا کرتی ہے اور وہ جو نظر بھی رکھتا ہے یا جو بات بھی کہتا ہے اس میں غلطی کا امکان بہت ہی کم رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سنئے! وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جس چیز کے بارے میں یوں فرما دیتے کہ یہ لگتا ہے کہ یہ چیز ایسی ہوگی تو دیکھا گیا کہ وہ چیز ان کے گمان کے مطابق ہی نکلتی تھی۔ ان کی اس صحیح فراست و فرقان قلب و نظر کا راز یہی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقویٰ بہت ہی راسخ اور شدید تھا ایسا لگتا تھا کہ انکی روح کسی ذرے کے خالق میں مانند شمع رکھی ہوئی ہے اور وہ اس کی روشنی میں سب کچھ دیکھتے رہتے ہیں۔ اس بات کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریفہ سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس راستے سے چلتے ہیں شیطان وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ چلنے لگتا ہے اور یہ سب ان کی بصیرت باطن کی شدت کی وجہ سے تھا جو انھیں اللہ تعالیٰ کے شدید تقویٰ کے ثمر اور نیکیوں حاصل تھی۔

آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میری امت میں محدث لوگ ہوتے جن سے خوشی گفتگو کیا کرتے ہیں تو عربی ان لوگوں میں سے ہوتے۔

دوسرا اثر دوسرا اثر جو کچھ سیدنا (لگنا ہوں کی معافی) تقویٰ کا دوسرا اثر اور نتیجہ لگنا ہوں کی معافی اور لگنا ہوں کے نتیجہ میں نفس و قلب میں پہا ہو جائیوگی آلودگی و گندگی اور غفلت و کدورت کا ازالہ ہے۔ سیدنا سیدہ کی جمع ہے سیدہ کے معنی برائی اور مصیبت کے ہوتے ہیں، جو بھی مصیبت و ناخوشی کی جاتی

ہے اس کا اثر یہی ہوتا ہے کہ وہ نفس انسان کو آلودہ و گندہ کر دیتی ہے جو تقویٰ کی بدولت دور ہو جاتی ہے۔ سیدہ سے بظاہر یہاں وہی مصیبت و سبب ہے جو تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے سے پہلے ہوتی ہو لیکن لایمینی سمجھ سکتے ہیں کہ بغرض کسی وقت اگر متقی شخص سے بھی لغزش ہو جائے تو اس کی مقیاد زندگی اس کا اثر آئے نہیں دینی اور وہ اس لغزش کے اثر سے گویا محفوظ رہ جاتا ہے۔

تیسرا اثر — تقویٰ کا تیسرا اثر دوسرا اثر جو کچھ سبب و ذنب ہے۔ ذنب و ذنب کی تیس ہے۔ ذنب کے معنی گناہ ہیں۔ تقویٰ کا یہ اثر (لگنا ہوں کی بخشش) آخرت میں ظاہر ہو گا جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں سے کر رکھا ہے، مغفرت کا مطلب ہے کہ لگنا ہوں پر واخذہ و سزا نہ ہو انھیں بخش دیا جائے۔ بات دنیا و آخرت دونوں جگہ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ بعض گناہ ایسے بھی ہوتے ہیں جنکی سزا کتبہ گاروں کو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں دینی ہوتی ہے اور کبھی کسی مصیبت پر دونوں جگہ عذاب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھیں۔ آئیں پتہ کھاتے۔

چوتھا اثر — چوتھا اثر یہاں بظاہر ہے و جنت اور اسکی نعمتیں ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فضل عظیم اور کبھی اجر عظیم سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ثواب اور اجر ایک ہی ہیں اسی معنی میں جزا کا لفظ بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر جنت کا لفظ صراحتاً ذکر نہیں فرمایا ہے مگر مراد جنت ہی ہے کیونکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو جو کچھ اجر و ثواب اور جزا دے گا وہ اور اس کی نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے سوا کچھ اور ہو گا یہی نہیں اسلئے یہاں جب اجر کہہ رہا تھا لگنا ہوں کہ اگر جنت مراد جنت اور اسکی نعمتیں ہیں۔ اب ہم آپ اللہ کی بنائی ہوئی اس عظیم نفع بخش تجارت اور اس کے منافع حاصل کرنے کی جان و مال کو شش کریں کا ایسا وعدہ اور اسنے فائدے والا تجارتی معاملہ ہمارے ہاتھ سے جانے نہ دیا اسلئے ہم اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کا بروم کا فارم کریں اور اس کی پوری کوشش کریں کہ کسی بھی معاملہ میں تقاضہ نظر ادا نہ ہونے پائے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

انچاسویں شمار

جہاد کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد
و کتابت کیا ہے؟
خدا و رسول کی اطاعت، نزاع باہمی سے
و کتابت بہتر و افضل کا اہتمام

{سورۃ انفال} رَعَوْا فِرْعَانَ بْنَ الْوَلِيدِ الرَّحْمَنِ
{آیات (۳۶-۳۷-۳۸)} رَجُلٍ رَافِعٍ لِّلرَّحْمَنِ

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْفِتْنَةُ تَكُونُ
فَاتَّبِعُوا إِذَا كُنَّوْا لِلَّهِ نَبِيًّا فَطُغْتُمْ
تَقْبَلُونَ ۚ أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَلَا تَنَازَعُوا أَفْشَلُوا وَتَكُنْ خَبْرٌ
يَعْنِي كُفْرَ الْمُشْرِكِينَ وَارْتِدَّ اللَّهُ مَعَ
الْمُشْرِكِينَ ۚ وَلَا يَكُونُوا
كَأُولَئِكَ يَخْرُجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ
بِقُلَّةٍ ۚ وَرَأَى السَّامِيُّ وَتَكُونُ
عَنْ سَيْبِ بْنِ اللَّهِ وَرَأَى
يَعْمَلُونَ فِي حَيْثُ ۚ

اسے ایمان والو! جب (جہاد میں) کسی ہلاکت سے
تباہی نہ سمجھو جو اپنے تو ثابت قدم رہو اور
خوب کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر و اس کا نام
مقابلہ میں کامیاب ہو اور اللہ جل جلالہ کی امانت کو
دو یا ہم نزاع نہ کرو کہ تم جہاد اور تباہی
ہوا کرتے ہو، اور میرا (برداشت سے کام لو)
بلکہ اللہ تعالیٰ میرے نبیوں کے ساتھ ہیں اور
ان لوگوں سے جو جو اپنے گمراہی سے توبہ کرتے
ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے اور حال یہ
نہاں لوگوں کو اس کے راز سے روک رہے تھے اور
مشرقانی سے اب ان کی آمد رکھنے کے لئے جو وہ کہتے ہیں۔

۲۳۳

تشریح و تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد کفار سے غزوہ
و جنگ کیلئے جو سربراہ جماعت تھے، جنگ کیلئے روانہ

ہوا وہ سربراہ عبداللہ بن جحش کہلا تا ہے یہ سربراہ غزوہ بدر سے پہلے الشکر راہ میں جہاد
کیلئے نکلا تھا حضرت علیؓ کی اسلام کے ان سے جہاد بن کو کچھ ادب جہاد بھی بتا رہے
جائیں بنا پختہ ان آیات میں چند ادب جہاد کی تعلیم دی گئی ہے کہ جب کسی
کفار سے جہاد کی نوبت آئے اور معرکہ درپیش ہو تو خاص طور پر یہ باتیں ملحوظ رکھیں
جائیں جو ان آیات میں بیان کی گئی ہیں، وہ تفصیلات یہ ہیں،

۱۔ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔ جہاد میں میدان
کار راہ میں اس طرح ثابت قدمی کے ساتھ ڈٹ کر اور جہم مقابلہ کریں کہ گویا
وہ کوئی بلند چوٹی والے پہاڑ یا سیسرہ پانی دیوار ہیں فرمایا گیا کہ جب کسی
دشمن والی جماعت سے ملے جھڑپ ہو تو پوری ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرو میدان
جنگ سے ہٹاؤ نہیں۔

۲۔ مقابلہ کے وقت اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ
کا ذکر ہو، تقصیر اور عاجزی کے ساتھ گریہ و زاری کرتے ہوئے اس سے نصرت
و مدد کیلئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کی مدد فرمائیں اور دشمنوں کو
بہریمت و شکست ہو، اہل اسلام دنیا میں نصرت خداوندی اور آخرت میں جنت
اور اس کی نعمتوں سے سرفراز و سرخرو ہوں، اہل کفر کو دنیا میں بہریمت و ذلت
اور قیامت میں عذاب و درخ نصیب ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد کیلئے سب سے اہم شرط اللہ و رسول کی مکمل
اطاعت ہے اس لئے جہاد میں پوری زندگی اطاعت و فرمانبرداری کی ہوتی
چاہئے اور میدان جنگ میں بھی کسی موقع پر خدا و رسول کی نافرمانی و معصیت
کا ارتکاب نہ کیا جائے اور اسی کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کے اولوالاہر و قائم
معرکہ امیر جہاد کی بھی پوری فرمانبرداری ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل
کرنے کیلئے اطاعت امیر کی شرط بہت اہمیت رکھتی ہے۔

۴۔ نزاع باہم اور اختلاف باہم نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس اختلاف و نزاع

خوشخبری بھی سنائی کہ جبر کو انہوں نے اپنی نصرت و کامیابی کے ساتھ نبھایا
ساتھ ہیں۔

۷۔ جہاد میں اخلاص نیت بھی بہت ضروری ہے جیسا کہ اور دوسری عبادات
میں اخلاص شرط ہے کیونکہ جہاد عبادات کی روح اخلاص ہے اگر اخلاص نہیں تو
عبادت بے جان رہے گی اسی وجہ سے "اے اللہ! نے اہل ایمان کو ان لوگوں کا
طریقہ اختیار کرنے سے روکا ہے جو لوگوں کے دکھلانے کی نیت سے اڑتے ہوئے
بھٹکے تھے دل سے شریک جہاد کا ارادہ ہی نہیں تھا بلکہ لوگوں کو داخلہ اسلام سے
روکنا مقصود تھا اسلئے راستہ ہی سے واپس لوٹ گئے۔

جہاد اسلامی کرنے والوں کو یہ چند ضروری تعلیمات دی گئی ہیں جو آج بھی
وہی عمل ہیں مگر یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ کفار سے جہاد کیلئے امامت شرعی
اور امامت شرعی ضروری ہے۔ امام شرعی کے بغیر کسی جماعت یا کسی فرد کو جہاد کی
اجازت نہیں ہے۔

(۱) اثناء جہاد ذکر اللہ کا جو حکم ہے یہ ذکر سب آہستہ آہستہ زبان و قلبی ہونا
چاہئے جہر کے ساتھ ذکر صرف آغاز جہاد میں سب سے پہلے حکم کے وقت کیا جائے گا
اور اللہ اکبر، اللہ اکبر کا غور بلند اور ادا نہ لگایا جائے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ تین موقعوں پر خاموشی پسند فرماتے ہیں
تلاوت قرآن کے وقت، جہاد کے وقت، اور جنازہ لیجانے کے وقت اسلئے یہ ذکر
جس کا یہاں حکم ہے یہ آہستہ آہستہ دل و زبان سے ہو گا حضور رب رب صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ حدیث شریف صحیح طور پر منقول ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں میرا اور بندہ وہ ہے جو اس وقت بھی میرا ذکر کرتا ہو، جبکہ وہ اپنے
مدمقابل سے جنگ کر رہا ہو لڑائی میں اسکی مشغولی بھی میری یاد سے غافل
نہ کر رہی ہو۔

بعض علمائے ربانین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو بھی ذکر
ترک کرنے کی اجازت دی ہوئی تو وہ حضرت زکریا علیہ السلام ہی ہو سکتے
تھے مگر ان کے حق میں بھی ارشاد ہوا تو ایوں ہوا:

سے کم بہت و بزدلی پیدا ہوتی ہے اور اتحاد کی کمی کے باعث بے قوتی و نا طاقتی کا
احساس بڑھ جاتا ہے جسکی وجہ سے ذلت و شرمندگی اور ہزیمت و شکست کی صورت
ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھیں۔

اس آیت میں ایک فقرہ **وَقَدْ هَمَّتْ رَحْمَةُكَ** بھی آیا ہے کہ نزاع باہم کے
نتیجہ میں ہتھاری ہوا بغیر ہوگی اور ہتھاری ہوا لکھنا چاہیگی۔ "روح کے معنے
قوت و غلبہ اور نصرت و مدد کے بھی آتے ہیں جیسا کہ عربی کا ایک شعر ہے۔
اِذَا كُنَّ رَحْمَتُكَ فَالْغُلَّةُ كُنَّا كُنَّا لِرَحْمَتِكَ خَافَتِ سُلُكُنَا
(جب تم کو قوت و غلبہ حاصل ہو تو اسے غیبت کہو کیونکہ جو چیز بھی متحرک ہوتی ہے وہ ہر سکن
پڑ رہی ہوتی ہے)

ترجمہ: تم کے جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں جو شخص اسے کسی مثال کے ذریعہ سمجھنا بھی
چاہتا ہو تو وہ کاروں اور موٹروں کے راستوں میں کھڑا ہو جائے اور دروازہ انتظار
کرتے یہاں تک کہ کوئی تیز گاڑی اس کے پاس سے گزر جائے تو وہ کار اس شخص
کو ایسی طاقت و قوت کے ساتھ زور سے دھکا دے گی جیسے بڑی شدید آندھی آگئی
ہو۔ اس طور پر آیت میں آتے ہوئے لفظ روح کا مفہوم واضح ہو جائے کہ یہاں اس
سے مراد وہ قوت ہے جو دشمن کو پیچھے دھکیل دیتی ہے اور یہاں ہونے پر مجبور کر دیتی
ہو کیونکہ جہاد میں جب باہم جمع و متحد ہو کر شمشیر چلائی ہوئی دلاور طریقہ صحت بہتہ
ہو کر دشمن پر حملہ آور ہوں جو ان میں بڑی زبردست قوت و طاقت ہوگی تو تیز رفتور
آندھی سے زیادہ زوردار ہوگی اس طرح وہ دشمن کی قوت کو پوری شدت کے ساتھ
توڑ کر ختم کر دیں گے اور اسے پسپا کر دیں گے۔

۵۔ نزاع و مخالفت کے برے نتائج:۔ یہی ہیں کہ اہل اسلام میں کم بہت و بزدلی
پیدا ہو جاتی ہے اجتماع و اتحاد کے ذریعہ حاصل ہونے والی قوت جاتی رہتی
ہے، ہوا لکھ جاتی ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل ایمان کو صبر و برداشت کی تعلیم دی
ہے کہ جنگ میں غلاف طبیعت بہت سے مواقع آئیں گے ان پر صبر و برداشت
سے کام لو، ہمت نہ چھوڑو اور چونکہ یہ کام ذرا مشکل ہے اسلئے اپنی مصیبت کی

12/5/2010
7/2/1431ھ
12/5/2010

۲۳۸

پچاسویں (۵۰) شمار

جو رشتہ دار ایمان کے مقابلہ میں کفری
کی حالت پر رہنا پسند کریں ان سے
دوستی کا تعلق حرام ہے

{ سُورَةُ قُودِبِ }
{ آیت (۲۳) }

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
أَبْنَاءَكُمْ وَلَا إِخْوَانَكُمْ أَزْوَاجَ
الْمُشْكِكِينَ وَلَا يُسَارِعَ إِلَيْكُمْ
وَمَنْ يَفْعَلْ يَكُونُ لَكُمْ عَدُوًّا
وَمَنْ يَكُنْ لَكُمْ عَدُوًّا فَلْيَعْلَمْ

تشریح و تفسیر
یہ بات اور متعدد بار ذکر ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی
ان نذرات میں کہیں اہل ایمان کو کسی کام کا حکم
دیتے ہیں یا کسی بات سے روکتے ہیں یا کوئی خوشخبری دیتے ہیں یا کسی بات
سے ڈراتے اور دھمکی دیتے ہیں۔ آیت بالا میں ایک بات پر نذار اور تحذیر
فرمائی جا رہی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ اسے ایمان والو! تم اپنے باپ اور بھائی
سے ہمیں ولایت و موالات دلی دوستی کا تعلق نہ رکھو اگر وہ لوگ اپنے کفر پر اڑے
ہوئے اور ایمان کے مقابلہ میں کفری پرستے ہوئے رہنا چاہتے ہیں تو تم بھی

۲۳۹

أَلَا يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا كَانُ لَا يَمْلِكُ
أَلَا يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا كَانُ لَا يَمْلِكُ
أَلَا يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا كَانُ لَا يَمْلِكُ

اس سے ذکر کی اہمیت کا پورا پورا اندازہ ہو جاتا ہے اسی وجہ سے مجاہد کے
لئے بھی ذکر کا حکم دیا گیا ہے دانشور کہ ہم لوگوں کی ذکر سے غفلت اور دوری
اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ بعض لوگ تو ایسے بھی ہیں جو جہاد و جنگ کے وقت
ذکر کے اہتمام کا مذاق بھی اڑاتے لگتے ہیں
اے اللہ! اگر تمہیں اپنے گھر میں اپنے بستر پر ہی موت آجائے تو تم بھی
آرزو سے جہاد کیوہ سے جہاد کا ثواب مرحمت فرمائیے۔
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ان سے پوری طرح قطعہ رہو ان سے دوستی کا قلعہ نہ کیجو۔
آیت شریفہ میں اگرچہ باپ بھائی دوسری رشتہ داروں کا ذکر ہے لیکن مراد سبھی رشتہ دار
ہیں سب کی دوستی، انکی نصرت و حمایت سے انھیں اپنا راز بنانے سے منع فرمادیا گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اس عداوت کی خلاف ورزی کرنے والوں کو یہ وعید بھی سنائی
ہے کہ جو شخص ایسے کافروں سے دوستی کا قلعہ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں
ظلم قرار پائے گا کیونکہ کفر و شرک ہی سب سے بڑے جرم اور سب سے بڑے گناہ ہیں اسی
وجہ سے کہا گیا ہے کہ کفر کے بعد چھ کوئی گناہ نہیں ہے کفر و شرک عیسائی و نصیبت
میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں جو شخص کفر میں مبتلا ہے وہ اس سے بچوئے
بہت سے گناہ اپنے اندر لے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مولاات کا ظلم قرار دیا اور مولاات کرنے والوں کو ظالم قرار دیا ہے
اس کی وجہ صاف ہے کہ ظلم کی حقیقت یہی ہے کہ کسی چیز کا بچا اور بے محل استعمال
کیا جائے لہذا جو شخص ایسے لوگوں سے جن سے اسے نفرت کا قلعہ رکھنا چاہئے تھا
ان سے اس نے محبت و دوستی کا قلعہ رکھا تو یہ دوستی کا بچہ چا اور بے محل استعمال
ہو اسے جو ظلم ہے جس کا مرکب ظالم ہی کہا جائے گا۔ محبت تو اس شخص سے کی جائیگی
جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو اور شرک و بت پرستی سے انکار کرتا ہو جو نفرت
سے کفر کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جس چیز کی بھی عبادت کی جائے (چاہے انسان
ہو جن ہو۔ ستارہ ہو پتھر ہو، پتھر ہو) سب طاغوت کا مصداق ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ
سے محبت رکھتا ہو۔ اللہ والوں سے محبت رکھتا ہو۔ لہذا جو شخص ایمان کے مقابلہ
میں کفر کو پسند کرتا ہو اور توحید چھوڑ کر شرک پسند کرتا ہو، اہل ایمان کو چھوڑ کر کفار
کا دوست ہو اس سے مولاات اور دوستی کیلئے جائز ہو سکتی ہے یہ تو صریح اور حکم رکھ
ہوا نظر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس انذار و تحذیر اور اس وعید و تنبیہ کو ایسے اعلان
پر ختم فرمایا ہے جس کا قلعہ طاقت بشری سے باہر ہے حضور ﷺ اللہ علیہ وسلم کو یوں حکم
فرمایا کہ آپ لوگوں سے یوں فرمادیتے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارا
بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا گنبد اور وہ مال جو تم نے کھاتے ہیں اور وہ

تجارت جس میں تمکاسی نہ ہوئے کا تم کو اندیشہ ہو اور گھر جن (میں رہتے) کو تم کہہ سہند
کرتے ہو (اگر یہ چیزیں) تم کو اندیشہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد
کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم ذرا انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم
دعوتِ حیرت کی منزلت متعلق پہنچ دیں اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ان
کے مقصود تک نہیں پہنچو گاتا۔

ایسے ناسقوں کو تو یہ بھی توفیق نہیں ہوئی کہ کیونکہ ایسے لوگ اپنے نفس
و کفر و شر میں بری طرح متہلک اور ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی سنت
و عادت یہی ہے کہ جو شخص بھی کسی چیز کا عادی ہو جائے بہت کم ایسا ہو تا ہے کہ
وہ اسے چھوڑ دے۔ آیت میں انھیں ناسقین کہہ کر یہی بتانا مقصود ہے کہ یہی
لوگ کفر و فسق اور ظلم و فجور میں بالکل غرق ہیں ان چیزوں سے کچھ مشکل ہے۔
آیت شریفہ مذکورہ (پچاسویں نزلہ) کی ضروری تشریح و تفسیر بیان ہو گئی
اسی سلسلے کی بعض ضروری تنبیہات مزید بیان کی جاتی ہیں جنھیں محفوظ و ذہن
نشین رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ اس آیت شریفہ میں مولاات کفار کی حرمت بیان کی گئی ہے چاہے وہ
اپنے بہت ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔ اور یہ حکم امت مسلمہ پر عیشہ کیلئے
واجب کیا گیا ہے قیامت تک اسی کے مطابق عمل و راستہ رہے گا جو شخص شان
نزدل کی وجہ سے یہ حکم اس وقت تک کیلئے تنہا نہیں ڈرے گا۔

۲۔ جو شخص مشرکین و کفار سے دلی دوستی رکھے گا خدا و رسول کی نظر میں وہ
گنہگار مشرک ہی ہو جائے گا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہے۔
”مَنْ قَوْلَهُمْ قَوْلُ مُشْرِكٍ مُشْرِكٌ لَّهُمْ“ (جو ان مشرکین سے دوستی رکھے
تو وہ بھی انھیں پیدا مشرک ہے) کیونکہ شرک و کفر پر لایقی ہونا بھی کفر و شرک
ہی سمجھا جائیگا۔ کفار سے علیحدہ رہنے کے حکم سے یہ صورت سستی ہے کہ انھیں
کچھ دیدیا جائے، ان کے ساتھ کچھ سلوک کر دیا جائے جیسا کہ حضرت اسماءؓ نے
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ میری ماں میرے پاس شوق
درغبت کے ساتھ آتی جنھیں اور وہ مشرک ہیں تو کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی

کابریاؤ کروں؟ آپتے فرمایا کہ ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو:

۴۔ اللہ و رسول سے محبت رکھنا سارے فرائض سے بڑھ کر فرض ہے، جو شخص اللہ و رسول سے محبت نہیں رکھتا وہ مومن ہی نہیں ہے چاہے وہ ایمان کا دعویٰ کرتا ہو۔ اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد قابل عمل و لائق توجہ ہے آپ نے فرمایا:

تین چیزیں جس شخص میں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ (حلاوت) پائے گا۔ پہلی بات یہ کہ اللہ و رسول اسے ان دونوں کے سوا تمام چیزوں سے محب اور پیارے ہوں۔ دوسری بات یہ کہ وہ جس شخص سے بھی محبت رکھے صرف اللہ کے لئے رکھے۔ تیسری بات یہ کہ وہ کفر سے نکل کر اسلام قبول کر لینے کے بعد دوبارہ کفر کی طرف جانے کو اتنا ہی بُرا سمجھے جتنا وہ دوزخ میں ڈالے جانے کو بُرا سمجھتا ہے۔

مذہب پر نواز صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ ہی فرمایا ہے جو لوگ ایمان کا
مزدہ پالیتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



اکیساونویں ہزار

حرمین شریفین میں مشرکین کا داخلہ حرام ہے
انہیں داخلہ سے روکنا اہل اسلام پر واجب ہے
اہل کتاب بھی قتال واجب ہے
جب تک ادائے جزیہ قبول نہ کریں

وَعُذُّوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

{سُورَةُ قُودَّةٌ
آيَاتُهَا (٢٨-٢٩)}

اسے ایمان والا مشرک لوگ نہ مانے گا
 سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس
 (یعنی حرم میں بھی) جاتے ہیں اور گرم کو
 مٹلی کا اندیشہ ہو تو خدا تعالیٰ سے کہہ کر اپنے فعل
 سے اگر چاہے کھارج نہ کرے گا
 بیشک اللہ تعالیٰ خوب جانتا رہا بہت حکمت والا
 ہے ان لوگوں سے لڑو جہاں میں لائے اندیشہ نہ
 قیامت کے دن پروردگار میں جہنم کو حرام سمجھتے ہیں
 اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ سب سے
 دین الاسلام کو قبول کرے لیکن ان لوگوں پر یا انک
 لڑا کہ وہ رعیت بن کر رہیں وہ منظور کر لیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخِذُوا
النُّسْرَةَ كُنْزًا فَلَا يَفْزَحُوا
السَّجَدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عِلْمِهِمْ
هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَلَيْهِمْ مَكْرًا
فَتُخْفِيهِمْ اللَّهُ مِنْ نَفْسِهِ إِنْ شَاءَ
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا يَوْمَئِذٍ لَا يَلْبِسُ الظَّالِمُونَ
وَالْمُتَّقِينَ مَلَأَتْ خُوفًا أَلْوَنًا
وَلَا يُؤْمِنُونَ وَفِي الْحَيَاتِ مِنَ الَّذِينَ
أُوتِيَ الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجُزْأَ مِنْ
أَمْرٍ لَهُمْ مَعِزٌّ ۝

تشریح و تفسیر

اس آیت کے حتمی میں دو مہتمم باشند حکم بیان فرماتے
تھے ہیں اور ان دو حکموں کا مخاطب ان اہل ایمان
کو رہنا چاہیے جو اپنے کمال ایمان و تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے خاص بند
اور اس کے دوست ہیں۔

پہلا حکم :- جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آیت شریفہ کے نزول
تھے بعد ازاں اس کے مشرکین کا داخلہ مسجد حرام میں اور حرم مکہ میں حرام قرار دیا
گیا ہے۔ لہذا اس وقت سے کوئی بھی مشرک کافر خواہ اہل کتاب میں سے ہو یا
ان کے علاوہ ہو نہ تو مسجد حرام میں داخل ہو سکے گا نہ حرم مکہ میں داخل ہو سکے گا۔

اور یہی حکم مسجد نبوی اور حرم مدینہ کے لیے کہ کوئی مشرک وہاں مسجد نبوی اور حرم
مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا اور میں مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔
اور جس طرح مشرکین و کفار کا داخلہ حرمین شریفین میں ناجائز و حرام ہے اسی طرح
مسلمانوں پر یہ بات واجب ہے کہ وہ انھیں حرمین میں داخلہ سے روکیں اور کسی
حال میں وہاں داخل نہ ہونے دیں۔

آیت شریفہ کے پہلے مذکورے کی تفصیل اور ذکر ہوئی۔ اب اسی موقع
پر یہ بھی بتا دیا جائے کہ مشرکین کے حق میں داخلہ مسجد حرام و حرم مکہ کی حرمت
کا یہ اعلان کب ہوا ہے؟ اعلان نویں جبری کے آخری مہینہ ذی الحجہ میں حج
کے موقع پر ہوا ہے اس سال امیر الحج حضرت ابو جبر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تھے جو رطلار اسی کے قائل ہیں۔

یہ آیت جب نازل ہوئی تو آپ نے کسی کے ذریعہ مکہ یعنی اور غلات میں
جہاں تمام حج کرنے والے موجود تھے جن میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم و
مشرکین بھی تھے یہ اعلان کر دیا کہ اسے لوگو! آگاہ ہو جاؤ! اب آئندہ اس
سال کے بعد نہ تو کوئی منگے شخص بیت اللہ کا طواف کرے گا اور نہ اس سال کے
بعد کوئی مشرک حج کرنے آئے گا۔

اس وقت ان لوگوں میں ایسا ہی رواج تھا کہ اگر حج و طواف کے موقع پر

ملاں کھائی کا کوئی لباس ان کے پاس نہ ہوتا تو منگے ہو کر طواف کر لیا کرتے تھے۔
کافروں کے داخلہ حرم کی مخالفت سے بہت سے عرب مسلمان متحکم ہو سکتے تھے
کہ موسیٰ حج میں تجارتی کاروبار بھی ہوتے تھے اب کافروں کے داخلہ پر پابندی
لگ جائے گی وجہ سے کچھ کاروباری نقصان کا بھی اندیشہ تھا اسلئے اللہ تعالیٰ
نے اہل احکام کے اس خوف و اندیشہ کو آیت میں یہ ارشاد فرما کر دور فرما دیا کہ :-
اگر تم کو کاروباری نقصان کا اور نفسی کا کوئی خطرہ و اندیشہ ہو تو اپنے دل کو یہ
سمجھا کر مطمئن رہو کہ اللہ تعالیٰ غنیمت تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو عتاج
نہ رکھے گا۔

اہل احکام کے خطہ نفسی کو دل سے دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انھیں طینتاً
تو دلانا چاہا ہے مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ رانی شامعہ کی شرط بھی لگا دی ہے کہ
اگر اللہ نے چاہا تو وہ تم کو اس کا عتاج نہ رکھے گا۔ اس موقع پر یہ شہ گناہ سے
نکتہ یہ ہے کہ اہل اسلام کے دل بالکل بے فکر ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے غافل نہ
ہونے چاہئیں بلکہ دل سے وہ پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں اسی
سے کو لگائیں اور اسی سے امید وار رہیں۔

آیت کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کے علیم و حکیم ہونے کی اطلاع پر ہے، معنی یہ ہے کہ
وہ ہر بات اور ہر صورت حال سے باخبر ہے اور وہ جو کچھ بھی کرنا ہے یا آئندہ کرے
گا وہ خالی از حکمت نہ ہو گا لہذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے لطف و فضل کا امیدوار
ہو وہ اپنے ایمان و عمل کے ذریعہ اپنے آپ کو مستحق لطف و فضل بنائیں کی پوری
کوشش بھی کرے۔

دوسرا حکم :- آیت میں دوسرا حکم ہے کہ اسے اہل ایمان! ان اہل
کتاب سے برا بر کرتے رہو نہ تو واقعہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ
روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں نہ یہی یہ لوگ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ و
رسول نے حرام کر رکھی ہیں اور نہ یہی یہ لوگ دین حق دین اسلام کو اختیار کرتے
ہیں ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ پوری مانتی قبول کرے اور
رعیت بن کر جزیرہ دینا قبول کرے جزیرہ نہ دینے لگیں۔

ان دونوں حکموں کا ربط اور باہم تعلق اس طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو کفار کیلئے مسجد حرام اور مہکمہ میں داخلہ پابندی لگائی تاکہ وہ اسلامی حکومت و اقتدار کی پوری ماتحتی میں آجائیں اب اس دوسری آیت میں اہل کتاب کو بھی اسی طرح اسلامی حکومت و اقتدار کا پورا ماتحت بن کر رکھنے کی ہدایت کی جارہی ہے کہ اب یہ لوگ یوں کھلے آزاد نہ رہیں گے انھیں بھی جزیہ کی پابندی قبول کر کے بطور رعیت رہنے کا اظہار کرنا پڑے گا۔

ممکن ہے کسی کو یہ خیال آئے کہ اہل کتاب تو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں پھر ان کے لئے اس ایمان کی نفی کیسے کر دی گئی۔ یہ خیال بالکل سلی اور سرسری ہے اگر بات کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش ہوتی تو یہ خیال ہی نہ آتا کیونکہ اللہ پر ایمان یا قیامت پر ایمان تو وہی معتبر ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے منشاء کے مطابق ہو۔ اللہ صریح ایمان تو وہی ہے جو توحید خالص کے ساتھ ہو اور توحید کی جگہ تملیث اور شرک موجود ہو وہ ایمان اللہ پر ایمان کہاں ہے؟ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو قبول ہی نہیں فرمایا اور انھیں غیر مؤمن کے زمرہ میں شمار کیا۔ اگر یہ لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر پکی ایمان لائے ہوتے تو پھر ایسے کام بھی کرستے جو انھیں دوزخ سے نجات دلا کر جنت میں داخلہ کا سبب ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان اہل ایمان کی یہ کمی بھی صاف غفلتوں میں ظاہر فرمادی ہے کہ یہ لوگ دین حق (دین اسلام) کو قبول و اختیار نہیں کرتے کیونکہ یہ وہ تو یہودیت کی بدعت کو دین بناتے ہوئے ہیں اور نصاریٰ کی نصراہیت کی بدعت اپناتے ہوئے ہیں حالانکہ دین حق تو وہ دین ہے جس کے سوا دوسرا کوئی دین اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہی نہیں ہے یہ دین دین اسلام ہے جس سے یہ یہود و نصاریٰ مقابلہ و محاربہ کرتے رہتے ہیں اس سے ثابت ہو جا سکتا ہے کہ یہ لوگ دین باطل کو دین بناتے ہوئے ہیں۔

آیت شریفہ میں ان اہل کتاب سے جنگ و مقابلہ کا حکم اس وقت تک کے لئے دیا گیا ہے جب تک یہ لوگ اسلام کی ماتحتی قبول کر کے رعیت بن کر جزیہ نہ دینا

قبول نہ کریں۔ جزیہ کی ادائیگی کے بعد ان کے مال و جان کا تحفظ اسلامی حکومت کے ذمہ ہو جائے گا۔ اس کے تمام شروط اور ضروری تفصیلات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سرکاری مراسلہ میں ہے جسے مفسر ابن کثیر نے ذکر کیا ہے۔

آخر میں یہ خدا تبارک و تعالیٰ ذکر نہیں کرنا ہیبت بالہ دلالت کرتی ہے۔

۱۔ مشرکوں کو یہاں نہیں کہا گیا ہے، عام اور مشہور قول کے مطابق یہ نجاست معنوی ہے شرک کی نجاست کی بناء پر انھیں نہیں کہا گیا ہے اگرچہ ظاہری طور پر یہی یہ لوگ عوامانہ ہی ہوتے ہیں۔

۲۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے علاوہ دوسری عام مساجد میں مسلمانوں کی اجازت سے کافر داخل ہو سکتا ہے۔

۳۔ اہل کتاب سے بھی جہاد اس وقت تک کرستے رہنا فرض ہے جب تک اسلام کا اقتدار قبول کر کے جزیہ نہ دیں یا اسلام قبول کر کے مساوت دارین کے مستحق بن جائیں۔

۴۔ محض فقر و غنی کے خوف سے اللہ و رسول کے احکام کی تعمیل نہ کرنا قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے حکم کے ساتھ یہ وعدہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ اگر حکم کی تعمیل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں محتاج نہ رکھیں گے چنانچہ حضرات صحابہ نے حکم کے مطابق مشرکین کو حج اور داخلہ حرم سے روک دیا تو اللہ تعالیٰ نے فتوحات و غنیمت کے ذریعہ انھیں مستغنی فرمادیا۔ جزیہ میں ملنے والی رقم عطا فرمانان کی ضروریات پوری فرمادیں۔

لہذا ہمیں بھی چاہئے کہ حرام چیزوں کی خرید و فروخت (جیسے بیوی و بیوی) اور سود کا لین دین بند کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے مالا مال فرمادے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ



ناجا تزاو ربے جا طور پر لوگوں کا مال کھانا حرام ہے
اور جو شخص سو ناچاندی کی ذخیرہ اندوزی کرے
اور انکی زکوٰۃ نہ ادا کرے اسکے لئے سخت وعید

آتی ہے

{مُؤَسَّسَةٌ دُوبَسْ} دَعُوْا بِالنَّبِيِّ الْاَشْلٰبِ الْاَشْلٰبِ
{آیت (۳۳-۳۵)}

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ کَذِبًا
وَمِنَ الْاَخْبَارِ الْاَوْفٰی لَیْسَ کُلُّوْا
اَمْوَالُ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ لَقَدْ کَانَ
عَنْ سَبِّلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ
الَّذِیْ هَبَّ وَ النَّفْسَ وَ لَا یَنْفِقُوْا مِنْکَ فِی
سَبِّیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ
یَوْمَ یُخْفٰی عَلَیْکُمْ فِی رَاۤیِحَتِهِمْ کُلُوْی
یَعْسَ اَجِبْ اَعْمٰی وَ جَبُوْا بَعْضَ دَعْوٰی
هٰذَا مَکَانُکُمْ لَیْسَ لَکُمْ کُلُوْا
مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ

نواب اپنے حق کرنے کا مزہ چکھو

تشریح و تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ دو دفعہ ساری کے مالوں کے
بعض غلط کردار سب ان فرما کر اہل اسلام کو آگاہ فرمایا ہے
کہ جو کچھ تم سارے یہ دشمن جو اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی چھوٹوں سے بچانے کے واسطے
ہیں یہ کیسے غلط قسم کے لوگ ہیں اور ان کا یہ حوصلہ ہے کہ وہ اللہ کے نور کو اپنی چھوٹوں
سے بچا دے گے حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا چاہے ان مشرکوں
اور کافروں کو کشتن ہی کیونکہ ان کا دوسرے۔ ان کے دینی و مذہبی مالوں کا یہ حال
ہے کہ یہ لوگ خالص قسم کے مادہ پرست اور مال و دولت کے لالچی ہیں، جس دین
کے یہ لوگ حامل ہیں وہ اپنے عوام اور جاہلوں کی فریب دہی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔
اس آیت میں یہ دو دفعہ ساری کے علماء و مشائخ کے لئے و لفظ آئے ہیں
اَحْبَارٌ اَوْ رَبَّہَا۔ اَحْبَارٌ کا لفظ علماء سے یہود کیلئے آیا ہے یہ جبر کی جمع ہے
یعنی عالم۔ دوسرے لفظ رَبَّہَا سے جو اہل بیت کی جمع ہے۔ یہ لفظ نصاریٰ کے رویش
اور عبادت گزاروں کے لئے بولا جاتا ہے۔ نصاریٰ کے علماء کے لئے تمہیں کا
لفظ آتا ہے جس کی جمع قسطنطین آتی ہے اور قرآن مجید میں جتنے بارہ کے حق پر
قسطنطین اور ربہا دونوں ہی لفظ ایک ساتھ آئے ہیں کیوں یہاں اس آیت مذکورہ
پاہ میں طبقہ یہود کے علماء کا اور طبقہ نصاریٰ کے رویشوں کا لفظ استعمال کیا ہے
اور بتایا ہے کہ یہ لوگ دوسروں کا مال ناجائز و نامحق طور پر کھاتے اور اڑاتے
ہیں ان کے اس طریقہ کو ناجائز تسلیم کیا گیا کہ وہ اپنے عوام سے کچھ غلط یا فانی
کر کے جھوٹ بول کر یا کچھ جھوٹ بول کر ان کے مال ٹپ لیا کرتے تھے۔ کسی بات
پر رشوت لے لیتے یا آخرت میں مغفرت کیلئے انھیں کوئی سرٹیفیکٹ اور سند دیکر
بھیلا دیا کرتے اور ان سے رقم حاصل کر لیتے تھے۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ اپنے عقیدین
کو اسلام سے روکنے میں اور انھیں اپنے جال میں پھنسانے ہوئے ان کے ذریعہ
اپنی شکم پری کرتے رہیں۔ آپ چاہیں تو آج بھی علماء سوار میں یہ دو دفعہ ساری
کے ان علماء و مشائخ کی تصویریں دیکھ سکتے ہیں۔ مترجم کہیونکہ اگر ان کے سامنے
واسے اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ ان کی سرداری و آقایت سے
بھی محروم ہو جائیں گے اور ان کے ذریعہ لینے والے نڈر افوں کی قوم اور جملے

مانڈے کی لذتوں سے بھی محروم ہو جائیں گے اور پھر انھیں کوئی پورچھنے والا نہ رہے گا نہ کہیں ان کا کوئی ذکر و تذکرہ باقی رہ جائے گا۔

اور ان لوگوں کا یہی حال آج بھی ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی مخالفت اور اہل اسلام سے جنگ آزمائی کرتے رہتے ہیں۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری وعید شدید اور تہدیدان لوگوں کے حق میں بیان فرمائی ہے جو خدا و رسول کے حکم و منشا کے خلاف مال کی تفریق اندوزی کرتے ہیں، فرمایا:

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الذِّهْنَ لَا يَقُونَ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَبُولًا ۚ وَالَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ زَكَاةً ۖ فَهُمْ فِي ذَٰلِكَ هُمْ شَرُّ الْبَشَرِ ۖ

اور یہی آیت میں اجمار و رہبان کی ہوس مال اور اسے ناجائز طریقوں سے حاصل کرنے کا ذکر خطاب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان و مندان کو خبردار فرمایا ہے کہ وہ جو کہ ہو جائیں اور ان اجمار و رہبان کے طریقوں سے دور

رہیں فرماتے ہیں کہ جو لوگ بھی سونا چاندی (مال و دولت) جمع کر کے رکھتے

میں چاہے وہ شریکین کا ذریعہ میں سے ہوں یا مسلمانوں میں سے ہوں کوئی بھی

ہو سب کے لئے یہ وعید ہے، ان سب کو اگر وہ خبردار کیا جا رہا ہے کہ وہ مال کی

ہوس اور اس کی تفریق اندوزی سے پرہیز کریں کیونکہ مال جمع کرنا حرام ہے،

کیونکہ یہ مال ہی اعمال کا قوام ہے اسی کے ذریعہ اور اسی کی بدولت انسان کو

دنیا میں عیش پرستی اور فرستی سمجھتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت

میں ایسے لوگوں کو وعید سنائی کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں زکوٰۃ و خیرات نکالے بغیر صرف مال کی ہوس میں مال جمع کرتے رہتے ہیں انھیں بڑی دردناک سزا دی جائے گی۔

اجمار و رہبان کا یہی طریقہ (مسلمانوں کے درمیان رہنے والے خلفائے

مہود) علمائے ردافض بھی اپناتے ہوئے ہیں اور ان کے پیش نماز (امام)

و مجتہدین اپنے حوام سے کچھ رقم لیکر نجات و بخشش کا شوق غفلت دیدہ سیتے ہیں

بیساکو گیت میں ان کے ایک دوسرے پر کھوڑے مصنف کتاب شیخ ابو بکر جابر الجوزاری

عن افادہ شہدائہم (بتایا ہے کہ)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت میں دی جانے والی سزا کی تفصیل کیفیت

بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ قیامت میں سونا چاندی، دروہ، پیسہ، ڈالر، پونڈ اور

ریاں و فخر و حاکم کی تختیوں کی شکل میں تبدیل کر دیے جائیں گے اور انھیں

دو ذریعہ کی ایک میں تیار اور گرم کیا جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے شعلے

نکلنے لگیں گے پھر ان تختیوں سے ان کے سپرے، پیشانی، پہلو اور پیٹھیں داغی

جائیں گی یعنی ہم کہ کوئی جمعہ باقی نہ رہے گا جس ان تختیوں سے داغ و داغیاں

اس حسی عذاب کے ساتھ ساتھ عقوبت دی اور نہ بنی عذاب بھی دیا جائے گا

جب ان سے یوں کہا جائے گا کہ

هٰذَا مَالُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُكْسِبُونَ ۖ فَذُوقُوا ۖ

مَالَكُمْ ۖ فَذُوقُوا ۖ

یہ ہے وہ مال جسے تم نے کمایا ہے اور اس کے

کھا خاسا و سب اس مال کا مزد و کھو

یہ اسی قسم کی سزا ہے جسے اللہ تعالیٰ کو ہم میں دی جائیگی اور اس سے بھی اسی

طرح یوں کہا جائے گا۔ ذُوقُوا ۖ فَذُوقُوا ۖ فَذُوقُوا ۖ فَذُوقُوا ۖ فَذُوقُوا ۖ

یہ ایک طرح کا استہزا و ہجو اور ذہنی عذاب جو ہر پرشاد و فرمایا جائے گا یہ ذہنی

اور معنوی عذاب جو جسمانی عذاب سے زیادہ موجب تکلیف ہوگا۔

روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو مسلمانوں

کو یہ دھمکی بہت زیادہ محسوس ہوئی اور ان میں ایک گونہ اندھڑا پیدا ہوا اور انھیں

عراق و شام و یمنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مل کرنے کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اسے اللہ کے نبی آپ کے اصحاب پر یہ آیت

بہت گراں محسوس ہو رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی مقصد سے

فرض کی ہے تاکہ بقدر رقم پاک صاف ہو جائے اور میراث اس لئے فرض کی ہے

کہ بعد میں رہنے والوں کو حصہ مل جائے تو حضرت غنارہ و قی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے خوشی میں غنم و بکری لے کر ادا اللہ اکبر کہا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ میں تم کو ان کے بہترین خزانہ سے باخبر نہ کر دوں، بہترین خزانہ

رکھنا بالکل ہی حرام ہوتا ہے۔ بیارت کی تقسیم قرآن مجید میں کیوں بتائی جاتی، اسی وجہ سے امت کا اجلاس کے کمال کی زکوٰۃ کردی جاری ہے تو مال فقہ کے رکھنے کو حرام نہ کیا جائے گا جس کے رکھنے والے پر عذاب ہو لیکن جو شخص سالانہ زکوٰۃ نہ نکالتا ہو تو اس پر تو مشروری عذاب ہوگا۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص بھی اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا اس کے مال کی تختیاں آگ سے بنائی جائیں گی اور اس کے پہلو اور پیشانی اور پیٹ کو ایسے دن پھیرا جاتا ہے کہ جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی یہ عمل اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک سب کا فیصلہ نہ ہو جائے اس کے بعد وہ جہاں کا مستحق ہو گا وہ جگہ اسے بتادی جائے گی جنت ہو یا دوزخ۔ جو شخص جانور رکھتا ہو اس کی زکوٰۃ دینا بھی ضروری ہے نہ دیتے پر وہ بھی ایسے ہی عذاب کا مستحق ہوگا۔

۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲
دین کے یہ ضروری مسائل میں خود بھی سیکھنے چاہئیں اور دوسروں کو بھی سکھانا چاہئے اور ان پر عمل کے لئے انھیں متوجہ بھی کرنا چاہئے تاکہ آخرت میں نجات کے حق دار ہو سکیں۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

سے باہر نہ کر دوں؟ بہترین خزانہ نیک عورت (بیوی) سہت ہے جب شوہر دیکھتے تو وہ نبش کر دے اور جب کچھ نہ کہیں کر دے اور جب شوہر کہیں باہر جائے تو شوہر کے مال و آپر کی حفاظت کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی یہ حدیث سنکر مسلمانوں کے دل و دماغ سے اس گرانی کا احساس ختم ہو گیا جو مال کی ذخیرہ اندوزی کی مانعت بن کر رہا ہو گیا تھا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر ذخیرہ اندوزی حرام اور منوع ہی ہوتی اور کسی کے پاس کوئی رقم پس انداز نہ ہوتی تو میراث کا کلمہ ہی کیوں نازل ہوتا اور وارثوں میں ترکہ کیسے تقسیم ہوتا ہے۔ وارثوں میں ترکہ کی تقسیم کا ایمانی بیان یوں ہے:- ذکور وارثوں کو دو برابر، اثاث کو اکبر حصہ ملے گا، ماں باپ میں سے ہر ایک کو چار جبکہ بیٹا چار حصہ ملے اور صرف ایک بیٹا چھوڑ جائے اور اگر بیٹے کوئی اولاد نہ پڑتا، بیٹیاں چھوڑتے تو ماں کو تھپائی دے اور وارثوں سے جو کچھ بچے سب باپ کو ملے گا۔ بیوی کو تو تھپائی جبکہ شوہر نے اولاد نہ چھوڑی ہو اور اگر اولاد چھوڑی ہے تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا شوہر کو چھٹا حصہ ملے گا۔ جبکہ اولاد ہو اولاد نہ ہو لے شوہر کو نصف میراث ہرگز ملے گا۔ اور اگر مرد و عورت میں سے کوئی بھی مر جائے اور وارثوں میں ماں باپ کوئی نہ ہوں بلکہ صرف بیٹی یا بہن ہو اور کچھ وصیت ہو تو بیٹی یا بہن کو چھٹا حصہ ملے گا اور بقیہ وصیت کے مطابق دیا جائے اور اگر ایک بیٹی یا ایک بہن سے زائد ہوں تو ایک تہائی میں ہر شریک رہیں گے اور بقیہ وصیت کے مطابق دیا جائے۔ اور جس شخص نے صرف ایک بہن چھوڑی ہو کوئی بیٹا نہ ہو تو بہن کو نصف ترکہ ملے گا اور اگر بہن مر گئی ہو اور اس کا کوئی بچہ نہ ہو صرف ایک بیٹی یا بیوی تو بیٹی کو کل ترکہ مل جائیگا اور اگر کوئی بیٹی مرے اور وہ بیٹی چھوڑ جائے تو دو لڑکیاں ہوں تو ہر ایک کو چھ و ثلث دیتے جائیں گے اور بقیہ وصیت میں تقسیم ہوگا جیسے چچا وغیرہ ہوں اور ان بیٹی یا بہن میں سے جس نے کچھ بیٹی یا بہن ذکور و اثاث چھوڑے ہوں تو بیٹی یا بہن کو دو برابر بیٹیوں کو اکبر حصہ ملے گا۔

ترکہ کی تقسیم یہ ہیں ہوں گے پہلے وصیت اور فرض کی ادائیگی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے مرلے والے کا مال اس طرح تقسیم فرمایا ہے اگر مال کا پانچواں

ترتیب نوین نذر

جب نفیر عام کے وقت امام دعوت جہاد کے
مسلمانوں کو جہاد کیلئے نکلنا ضروری ہے
اور گھر میں بیٹھ رہنا حرام ہے

{سُورَةُ التَّوْبَةِ} رُكُودُ الدُّعَا فِي الدُّعَا
آیتان (۲۴۷ و ۲۴۸)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْكُفْرُ إِذَا
قِيلَ لَكُمْ تَفَعَّلُوا فَعَلْتُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْكُفْرُ إِذَا
قِيلَ لَكُمْ تَفَعَّلُوا فَعَلْتُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْكُفْرُ إِذَا
قِيلَ لَكُمْ تَفَعَّلُوا فَعَلْتُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْكُفْرُ إِذَا
قِيلَ لَكُمْ تَفَعَّلُوا فَعَلْتُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

تشریح و تفسیر
آیت مذکورہ میں اہل ایمان کو اس روز خطاب کیا گیا ہے

جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ روم کے بادشاہ نے قتل سے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے جنگ کے لئے اپنی تمام فوجیں جمع کر لی
ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی جہاد کا عام اعلان فرمایا ایسے عام
اعلان کے وقت محدثوں کو بھیج دیا کہ مسلمان کا جہاد میں نکلنا فرض ہو جاتا ہے
یہ زمانہ سخت گرمی کا تھا ملک میں خشک سالی اور قحط پڑا ہوا تھا بہت
لوگ فاقہ کشی میں مبتلا تھے شمالی سہ ماہ کا زمانہ تھا صورت حال کے
پیش نظر اس غزوہ کو غزوۃ الخضرہ (دشمنی والا غزوہ) کا نام دیا گیا تھا۔
ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جہاد کیلئے تیاری کا حکم دیدیا اور اہل
ایمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان دشمنان دین سے جنگ و قتال
کیلئے نکل کھڑے ہوئے جنہوں نے بڑے ساز و سامان کے ساتھ اہل اسلام سے
لڑنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

اس وقت یہ آیت بالا نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو
جہاد پر ابھارا ہے فرمایا کہ اے اہل ایمان! تم کو یہ کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ
میں جہاد کیلئے نکلنے کو کہا جا رہا ہے تو تم سے چلا ہی نہیں جا رہا ہے، تم زمین پر
گرمے جا رہے ہو جیسے تم بہت بھاری بوجھ ہو، تم اپنے گھر اپنے بیوی بچے
تصور کر جہاد میں جانا ہی نہیں چاہتے ہو۔ آگے استقامت انکار کی کے طور پر
ان سے یہ سوال فرمایا گیا: اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكُمُ الْيَوْمَ الْآيَاتِ الْاٰخِرَةَ؟ اگر کلام
نے آخرت کی پرست و داعی زندگی کے مقابلہ میں یہ دنیوی ہی غرضی زندگی پسند
کر لی ہے،

اس وقت حضرات صحابہ کی اکثریت بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر
جاں نثاری کا جذبہ رکھتی تھی ایسے لوگ حضور ہی قید میں رہتے ہوں گے جنہی
نے جہاد میں نکلنے سے گریز کرنا چاہا ہو گا اور حیلہ بہانے کے ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ
نے ایسے چند لوگوں کو مخصوص طور پر مخاطب کر کے بجائے تمام اہل ایمان ہی کو
مخاطب فرمایا ہے تاکہ سب ہی لوگ اپنے ارادوں میں پختہ ہو جائیں۔ ان صحابہ
کرام میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے ابتداء کچھ پس و پیش اور تردد کیا تھا

کہ اس وقت کے مجموعی حالات ہی پر۔ ہی طرح سازگار نہ تھے لیکن بعد میں وہ بھی پوری طرح تیار ہو گئے تھے پہلان میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں تنہو پہلی اثر علیہ وسلم نے کسی ضرورت و غدر کو جوہ سے گھروں پر رکنے کی اجازت دیدی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ فرما کر تہذیب فرمائی ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا فِي الْمُدُنِ الَّتِي تَحْتَ يَدَيْكُمْ** کہ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ آخرت کی ابدی و دائمی زندگی کے مقابلہ میں دنیا کی یہ زندگی تو بالکل ہی عبوری اور غرق ہے۔ تو تم لوگ دنیا کی زندگی کو اور یہاں کے کھانے پینے اور پیشہ کو اور یہاں کے عارضی آرام و راحت و آخرت کی زندگی و ماں کی جنت اور اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں کیسے ترجیح دے رہے ہو؟ کثیر باقی و دائمی کے مقابلہ میں تحلیل فانی و عارضی کو کیسے پسند اور اختیار کر رہے ہو؟ متبادرا یہ طرز عمل تو بہت ہی قابل تعجب ہے۔

اس لئے ان سے فرمایا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اس وقت بنی الاصفہ نے تھے مقابلہ کا ارادہ کیا ہے اگر تم لوگ بنی الاصفہ (اہل روم) سے مقابلہ اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے نہیں جانتے ہو تو اس کا انجام بڑا سخت ہو گا اور اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دیں گے جسے تم برداشت نہ کر سکو گے۔ اور ایک سزا بھی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا سے ختم کر کے اپنے بنی کی نصرت و مدد کے لئے تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو پہنچا کر دے گا اللہ تعالیٰ نے جو ہر بات پر پوری قدرت ہے۔ ان آیات میں جو احکام و ہدایا بیان کئے گئے ہیں یہ ہر زمانہ میں اور ہر جگہ واجب العمل ہیں ان کی تفصیل یہ ہے (۱) جہاد فی سبیل اللہ تمام اعمال سے افضل ہے (جیسا کہ آگے ایک حدیث شریف میں بتایا گیا ہے) اور یہ جہاد اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دنیا میں شرک و مشرک باقی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان مشرکین سے اس وقت تک قتال جاری رکھو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے کا دین اور اس کا کلمہ غالب نہ آجائے اور شرک کا فتنہ دنیا سے ختم نہ ہو جائے۔ اللہ کا دین پہلے جزیرہ عرب میں پھیلے گا۔ کیونکہ امت اسلام دین کی دعوت و تبلیغ کے معاملہ میں اپنے ہی ملی اللہ علیہ وسلم کی ناسیب ہے اسے دعوت کا یہ کام ہر صورت انجام دینا ہے۔

(۲) یہ حق صرف امام المسلمین کو ہے کہ وہ جب ضرورت محسوس کرے جہاد عام اور غیر عام

کا اعلان کرے دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔

(۳) جہاد چونکہ افضل الاعمال ہے یہ فرض عین بھی ہوتا ہے اور فرض کفایہ بھی ہوتا ہے، فرض عین تین صورتوں میں ہوتا ہے۔
(۱) بغیر غام کے وقت جب امام کی طرف سے سب کیلئے جہاد نہیں جانتے جہاد کا اعلان ہو جائے۔
(۲) یا امام وقت کسی شخص یا جماعت کو جہاد کیلئے مقرر و مامور کر دے تو اسکے حق میں جہاد فرض ہے۔
(۳) یا دشمنان اسلام کہیں آمادہ جنگ ہو جائیں تو انکی واقعت اور ان سے مقابلہ فرض ہے۔

(۴) جہاد میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و خوشنودی کی نیت ہونی چاہیے، سلطنت و مملکت یا شہرت و نام آوری کی نیت نہ ہونی چاہیے۔

(۵) آیت میں آخرت کی جنت و نعمت و راحت کے مقابلہ میں دنیا اور اس کی عارضی زندگی کی مختار بیان فرمائی گئی ہے۔ جسکو جسے اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی زندگی کی حقیقت یوں بیان فرمائی ہے کہ کوئی شخص اپنی شہادت کی انگلی پانی میں ڈالی کر نکالے تو پتہ پانی انگلی میں لگا ہو گا آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت بس اتنی ہی ہے۔

(۶) جہاد کی فضیلت اسی حدیث سے سمجھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَمُوتَ شَهِيدًا** کہ جو شخص جہاد کا بدلہ ایک لاکھ شہیدوں سے دیا جاتا ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ -

۲۵۸
ایہ کتاب ہو کہ اللہ تعالیٰ کے غضب و عقاب اور عتاب سے بچانے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف تقویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب و عقاب سے بچانے کیلئے وقار اور اطمینان سکنا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب بھی کوئی حکم فرماتے ہیں تو اس کا یہ حکم مومن کیلئے موجب امت ہے جو اسے کیونکہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کا سب سے ظہور اٹھنا اور باعزت و اثر و مقتدر اللہ تعالیٰ کی ولایت حاصل کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ تقویٰ نفس انسانی کے نزدیک و طہارت کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے اور نفس کا تزکیہ اسی وقت ممکن ہے جب پہلا مہمورات و منہیات میں اللہ و رسول کی کامل اطاعت کی جائے، جب اس اطاعت کے نتیجہ میں طہارت نفس حاصل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا ولی بنا کر اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور اس سے دوستی و محبت فرماتے لگتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے جس سے اختلاف و انکار ممکن نہیں ہے کہ اللہ و رسول کے مہمورات پر عمل اور ان کے منہیات سے پرہیز کیلئے ہمیں ان مہمورات و منہیات کا پورا پورا صحیح علم بھی ہونا چاہیے جس کا حاصل یہ ہو کہ ہماری اس زندگی کیلئے مہمورات و منہیات کا علم حاصل کرنا بھی ایک اہم اور بنیادی فرض ہے اور اسے صرف زبان سے فرض کہہ دینا کافی نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا اور علم دین کو طلب کر کے حاصل کرنا بھی فرض ہے (اس فرض کی ادا میں) میں ہم بہت بڑی کوتاہی کر رہے ہیں جو قابل معافی نہیں قرار دی جاسکتی ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ فحش و فحشاء کیلئے تو بہت مہمیں ہوسکتے ہیں لیکن اپنے بچوں کو فحش و فحشاء اور بے دینی کی منہیات دلائے کیلئے صحیح طریقہ سے اٹھ کر ان کی تیساری کرانے اور انھیں اسکول پہنچا دیتے ہیں)

(۲) دوسری بات جو دو چیزوں کا مجموعہ ہے وہ یہ ہے کہ صدق و خلوص نیت کے ساتھ ہے اہل ایمان کی محبت و محبت انسانی کی جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اِنْفِقُوا اللہ کے ساتھ ساتھ اِنْفِقُوا مَعَ الصَّادِقِینَ بھی فرمایا ہے یعنی صادقوں کے ساتھ ہی رہنا اگر کوئی بھی حالت میں آنے والی ہے تو بچو

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا حکم اور نیت اور قول و عمل میں
سچائی اختیار کرنا حکم

{ مَسْئُورٌ قَدْ وَصَّيْتُكُمْ }
(آیت ۱۱۹)

وَعَزَّوَاللَّهِ الَّذِي اَمَّا اَنْتُمْ اِنْفِقُوا اللہ اسے ایمان دلو! اللہ سے ڈرو اور ہم لوگ
وَكُلُّكُمْ لَیْسَ بِاَمٍّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكُلٌّ

تشریح و تفسیر
چونکہ اہل ایمان ہی اپنے ایمان کی بدولت ایسی حیات
سے بہرہ ور ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نجات کو دے رہے
ہیں اور ان پر عمل کر کے کو آدھ و تیار رہتے ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان
ہی کو اپنی ہدایت و احکامات سے نوازتے ہیں چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے
دو عظیم ہدایت ارشاد فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور صدق نیت و صحبت
صادقین۔

۱) تقویٰ اللہ کا ذکر گذشتہ صفحات میں بھی گذر چکا ہے آئندہ بھی آئے گا۔
آپ تقویٰ کی حقیقت سے واقف ہیں جو لگے کہ تقویٰ کیلئے جسے اللہ تعالیٰ اور اس
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مہمورات و منہیات میں مکمل اطاعت کی جائے
جن باتوں کا حکم دیا ہے ان پر عمل ہو اور جن چیزوں سے روکا ہے ان سے پورا پرہیز

انہی بیعتوں میں سے یہاں تک نہیں ہوں ان کے اقوال جیسے تمہارے اقوال ہوں۔ ان کے اعمال جیسے تمہارے اعمال ہوں، انہی آرزوؤں جیسے تمہاری آرزوئیں ہوں۔ اگر ایسا ہو گا تو میرا ریت میں بھی تم کو انکی محبت و محبت نصیب ہو جائے گی یہاں وہ ہوں گے وہیں تم بھی ہو گے۔

مفسر حضرت عبداللہ علیہ السلام کی یہ حدیث غرور و جھوٹ سے ملاحظہ فرمائی جائے۔

در اسلام

آپ نے فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** (مائدہ ۱)۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مائدہ ۱)۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مائدہ ۱)۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مائدہ ۱)۔

ترجمہ: (صدقین) کو سنے جانے کا مطلب سمجھ لیجئے کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت میں شمار ہو جائیگا جنہیں یہ صدیق کا لقب مفسر نور علی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اور قرآن مجید سے بھی انہیں کبریتوں سے اس آیت میں اشارہ کیا ہے: **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَيْتِ الْحَرَامِ وَصَلُّوا فِيهِ** اور وہ ذات جو سچائی و سبکدوشی اور وہ شخص **أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ** جس نے اس کی تہذیب کی کسی بگ متقی ہیں۔

سچائی (انوار) سے مراد حضرت علی رضی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس نے تصدیق کی ہے اسے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔
 اور ان صدیقین کی معیت حاصل ہو تو یہ ایک طریقہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ہر صورت اور ہر معاملہ میں اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔ ظاہر میں بھی باطن میں بھی، علانیہ بھی پوشیدہ بھی، تنگی اور پستائی میں بھی، ایم و فراق میں بھی، ہر حال میں انکی اطاعت کی جائے تو یہ صدیقین کی معیت حاصل ہو سکتی ہے۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ اور جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں
مَعَ الْكَافِرِينَ أَفَعَمَّ اللَّهُ عَنْكَ لَيْلٌ تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن لوگوں پر

مَعَ الْكَافِرِينَ أَفَعَمَّ اللَّهُ عَنْكَ لَيْلٌ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں غفلت سے ڈھک دیا ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں غفلت سے ڈھک دیا ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں غفلت سے ڈھک دیا ہے۔
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں غفلت سے ڈھک دیا ہے۔

یہ بات بہتر ہوگی کہ ہم یہاں اس آیت کے شان نزول کا بھی کچھ بیان کر دیں تاکہ سچائی کی قدر و قیمت کا بھی اندازہ ہو جائے اور پھر اس پر عمل کر کے اس صفت کے ساتھ ہم لوگوں کے درمیان بچانے جا سکیں۔

صورت واقعہ یہ ہوئی تھی کہ مفسر اقدس حضرت عبداللہ علیہ وسلم نے نبی الامیر رضی اللہ عنہ کا ارادہ جنگ معلوم ہو سیکے بعد مدینہ شریف میں حجاز کا عام اعلان فرمایا اس وقت بہت سے منافقین کفر اور دایات ختم کے اعذار اگر بیان کر سکتے اور جھوٹے حیلے سامنے کر سکتے کیونکہ جو یہاں بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ غزوہ بہت سخت گری اور خشک سالی و قحط کے زمانے میں ہو رہا تھا چنانچہ بہت سے لوگ غزوہ میں شریک نہ ہوئے اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہ گئے۔

غزوہ فتح ہونے پر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان واپس آئے تو کچھ لوگوں نے اگرچہ اپنا خدا بیان کیا اس کے انکی معذرت قبول فرمائی لیکن ان صاحب کعبہ بن مالک، بلال بن امیہ، مرثدہ بن ریح، نے چلے جانے کے ساتھ ماثری نہیں دی بلکہ سچ بات بت کر اپنی کوتاہی و غلطی کا اعتراف کر لیا، آپ نے ماکہ حجاز کو ان سے معاملہ کا حکم دیا کہ جب تک انکی توبہ قبول نہ ہو کوئی شخص ان سے تعلق نہ رکھے۔ یہ حکم کر کے یہ حکم کر کے یہاں تک کہ یہی توبہ بھی زور و شور کے تعلقات رکھنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ یہ سزا پچاس دن تک جاری رہی جب اللہ تعالیٰ نے انکی سچائی و ثابت قدمی کا پورا امتحان لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول ہو جانے کا اعلان نہایت دلی فرمایا اور یہ آیات نازل ہوئیں:

وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْ فَإِن مِّن شَيْءٍ عِندَ اللَّهِ بِغَيْرِ حَسْبٍ اور ہر شخص کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ اپنے خدا پر توکل کرے۔
وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْ فَإِن مِّن شَيْءٍ عِندَ اللَّهِ بِغَيْرِ حَسْبٍ اور ہر شخص کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ اپنے خدا پر توکل کرے۔
وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْ فَإِن مِّن شَيْءٍ عِندَ اللَّهِ بِغَيْرِ حَسْبٍ اور ہر شخص کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ اپنے خدا پر توکل کرے۔

وَقُلْنَا اِنَّ لَنَا مَلٰٓئِكًا مِّنْ اَنْفٰكُمُ
الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَبۡرَآءَكُمۡ
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ النَّوَّٰثِلُ الرَّحِيْمُ
يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اَتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوْا مَعَ
الْمُسَدِّقِيْنَ ۝

اس آیت سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کو جنت
کو صرف انکی ایمانی کی بنا پر نجات دی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جملہ
اہل ایمان کو تقویٰ و صدق اختیار کر سنی، یہ ثابت فرماتی ہے۔
وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پچھنویں نذر
(۵۵)

کفار کو سعادت و کمال کی تحصیل کیلئے
اسلام میں انھیں داخل کرنیکے لئے
ان سے قتال و جہاد واجب

{ مَوْرَدُ قَوْسٍ }
آیت (۱۲۵)

رَعُوْهُ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اے ایمان والو! ان کفار سے جنگ کرو جو تمہارے
آس پاس رہتے ہیں اور انکو تم سے اذیت
دینے یا چاہتے اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ
ان کے مقبول کے ساتھ ہے۔

تشریح و تفسیر
مفسرین نے اس آیت کے تحت اس کی وفات حرمت آیات کے
قریب ہی دیا ہے، مگر یہ آیت مذکورہ بالا بھی ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ جب
جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت بھی ہو اگر فی حق تو ان کے لئے جہاد کا
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی تبعیت میں حضرات صحابہ کو بھی دیا کرتے تھے
جیسے ایک جگہ یہ فرمایا گیا ہے:

بِأَيِّهَا السَّيِّئُ مَا جَاءَ الْكُفَّارَ
وَالْمُنافِقِينَ وَاعْلَظُوا عَلَيْهِمْ
یہ بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کفار و منافقین سے جہاد فرمائیں اور ان پر سختی کریں۔

یہ بات یقینی ہے کہ آپ کے اصحاب بھی آپ کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے لیکن اس آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا ہے جیسے مومنین کو خطاب فرمایا اور ان سے ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَنَالُونَ بِسُلُوكِكُمْ دِينَكُمْ وَيَتَوَلَّوْا إِلَهُكُمْ فَإِنْ كُنْتُمْ كَارِهِينَ فَذَلِكُمْ

یعنی جب جزیرہ عرب شرک اور مشرکین سے یک ہو گیا اور پورا جزیرہ عرب والا اسلام بن گیا اور جزیرہ عرب کی شرکت یہ پاکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور حضرت صحابہ کو یہ حکم دیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی یہ مہم وہ لوگ آپ کی وفات کے بعد بھی جاری کریں اور اسے جاری رکھنے کا یہ طریقہ بھی بتا دیا کہ وہ اس کے بعد وہ وہ جہاد کا یہ سلسلہ آس پاس کے کفار سے شروع کریں جو جزیرہ عرب کی سرحدوں سے ملے ہوئے ہیں جیسے اردن ہے، شام ہے، عراق ہے وغیرہ وہ اپنے قریبی علاقہ پر لشکر کشی کریں اور انھیں ان تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنے کو کہیں چاہیے یا تو اسلام میں داخل ہو کر عدل و انصاف اور عزت و حرمت کا دین ہے تم اسے قبول کر لو۔ دوسری بات اگر وہ لوگ پہلی بات (اسلام میں داخلہ) قبول نہ کریں تو مسلمانوں کی مخالفت و حمایت میں انھی رہا یاں کریں کہ رہنا قبول کر لیں۔ مسلمان ان پر اپنی شریعت کے مطابق قانونی کارروائی کریں گے اور ان کی مخالفت و حمایت کی ذمہ داری قبول کر لینے کے عوض ان پر جزیہ (اسلامی ٹیکس) مقرر کر دینگے، یہ جزیہ صرف ان کے مردوں پر لگے گا، معذور، بوڑھے، عورتیں اور بچے جزیہ سے مستثنیٰ رہیں گے۔

اس طرح جب کفار اسلامی حکومت میں اہل اسلام کے ساتھ رہیں گے اور ان کے اسلامی اخلاق اور انکی رحمت و شفقت کا معاملہ دیکھیں گے تو یقیناً وہ لوگ اسلامی تعلیمات کی خوبی اور اسلام کے عدل و انصاف سے متاثر ہو کر خود کو

اسلام قبول کر لیں گے یہی اسلام کا مقصد بھی ہے، جہاں کا مقصد ان لوگوں کی خوشحالی و برتری پر نہیں ہے وہ خود پر یہ مجبوری آخری درجہ میں رکھ لیا ہے۔

میسری صورت: اگر مشرکین و کفار اوپر کی دونوں صورتوں پر اپنی ذہنیوں کو پھیر نہیں دیا آخری صورت جہاد و قتال ہے یہاں تک کہ وہ لوگ شکست قبول کر لیں اور اسلامی لشکر کا تھکا انداز میں ان کے علاقہ میں داخل ہو جائے اور اب وہ علاقہ اسلامی قوتوں میں شامل ہو جائے وہاں کامال و نذر مسلمانوں کی ملک قرار پائے۔ اس کے بعد اسی طرح اس کے قریبی علاقہ میں بھی یہی صورتیں ان کے سامنے رکھی جائیں۔ اسی طرح یہ لشکر کئی آہستہ آہستہ آگے کے علاقے تک بڑھتی رہے یہاں تک کہ ہر ملک اللہ تعالیٰ کے دین غالب و سر بلند ہو جائے اور ایسے لوگ باقی نہ رہیں جو اس کے دین اسلام کو قبول نہ کریں۔ آیت بالا کا امتثال اسی طرح سے ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے: وَلُحْيُوْا فِيْ اَرْضِكُمْ مِّنْ غُلَامِهِمْ مَّا كَفَرَ لَكُمْ رَحْمَةً
مقابلہ و جنگ اس انداز میں ہو کہ وہ لوگ تم میں حق و شدت کا انداز دیکھیں کہ تم سے مرغوب و خوف زدہ رہیں اور تمہارے مقابلہ میں شکست ہی کھائیں، ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ رہتا ہے یعنی جو لوگ کفر و شرک سے اور گناہوں سے تقویٰ اختیار کرتے ہوں اور جنگ میں فتح و شکست کے معاملہ اللہ تعالیٰ کی جو سنت ہے اس سنت الہیہ کی خلاف ورزی سے بھی بچیں تو اللہ کی مدد ان کے شامل حال رہے گی۔

یہ بات صرف وعدہ تک محدود نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا اور یقینی ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کے دکھلا بھی دیا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام نے حضور کی وفات کے بعد جب اللہ تعالیٰ کے امر و حکم کا امتثال کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکی نصرت و مدد بھی ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی اسلام کا سلسلہ شروع ہو گیا ان مردوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ کا اہم سلسلہ جاری ہی تھا کہ انھوں نے صلیب کی پرستش کو نپالے نبھائی سے جنگ کیلئے

باقی نہ رہے گا جہاں اسلام داخل نہ ہو چاہے اسلام کا یہ غلبہ کسی کو پسند ہو یا
ناپسند ہو اسلام ہر جگہ پہنچ کر رہے گا۔
ہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ امت مسلمہ پر اس فزینہ کی ادائیگی
منزوری ہے اور ہم لوگ اس کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہیں۔

وَمَسْكَاةٍ عَلَى الْمُرْسِلِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ وَالْمُطَهَّرَاتِ وَالْمُغَلَّظَاتِ

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اپنے فکر اسلام، دم کی طرف روا کیا اور آتش پرست ایزدوں سے جنگ کے لئے
ایک لشکر ایران کی طرف بھیجا اللہ تعالیٰ نے انکی ہرکت سے نفع عطا فرمائی۔ پھر
حضرت ابو جہر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے اور حضرت عمر فاروق
امیر المؤمنین قرار پائے انھوں نے یہ جہاد کی راہیں مسلسل جاری رکھیں اور
مشرق و مغرب کے علاقوں تک حکومت قائم کر لی یہاں تک کہ وہ حضور نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی حواریوں میں شہید کر دیتے گئے جنھیں ابو لؤلؤہ نبوسی نے شہید کیا اس کا
یہ اقدام اس بات کا انتقام تھا کہ حضرت عمر فاروق کے ذریعہ ایرانی سلطنت
کا بالکل خاتمہ ہو گیا تھا پھر حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
خانیفہ ہوئے انھوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے امتثالاً عیال میں جنگ و جہاد کا
یہ سلسلہ جاری رکھا جس کی وجہ سے اسلامی سلطنت کا دائرہ بہت دور تک وسیع
ہو گیا اور بہت سے علاقے اور شہر اللہ کے دین میں داخل ہو گئے اس طرح جہاد
کا یہ سلسلہ ان تین قرون تک جاری رہا جنھیں زبان رسالت پر خیر القرون کہا جاتا ہے۔
ابھی اسلام کا یہ عہد زریں ختم نہیں ہوئے یا ابھی کہ اسلام کی دشمن
تین طاقتیں یعنی یہود و نصاریٰ اور مجوس متحد ہو گئیں اور انھوں نے کھرو
قریب اور سب کھارے سے ملت اسلامیہ کے اتحاد کو بالکل پارہ پارہ کر دیا انکی
خوجی طاقت منشر ہو گئی، شہر و دیہات اور بڑے اور اسلامی سلطنت کے
حد و سمت کو بالکل محدود ہو گئے اور اسلامی حدود جزیرہ بالکل شہر ہو گیا ہے۔
آج بھی دنیا کے انسانیت کی نگاہ میں اسلام ہی کی طرف لگی ہوئی ہیں اگرچہ
انسانیت کو جو پریشانیوں اور مصائب و پیش ہیں دنیا میں جو فتنہ و فساد رہا
سچا اس کا صحیح علاج اگر ہو سکتا ہے تو اسلام ہی کی سہولت سے لاش اللہ تعالیٰ
مسلمانوں کی حالت پر رحم و کرم کے ساتھ متوجہ ہو جائیں اور اسلامی قوت و
طاقت پھر مجتمع و متحد ہو جائے اور تمام اہل اسلام اس فریضہ جہاد کی
ادائیگی کے لئے کمر بستہ ہو جائیں اور یہ چھوٹا جو اسلسلہ قریبی علاقوں
پھر شروع ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمادین جو حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیہ اسلام کی تکمیل فرما کر میں گے کوئی گھر بھی

نماز کو باقاعدہ قائم کرنے، زکوٰۃ دینے،
جہاد کرنے کا حکم اور اسلام کو اپنے
لئے لازم کر لینے اور پکڑے
رہنے کا حکم

{ مَوْرَةِ الْحَجِّ } شَيْخ (رحمۃ اللہ علیہ) دوسری جلد

بِأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَأَسْبِغُوا دِيَارَكُمْ وَأَمْسِكُوا
وَأَعْلُوا الْخَلْقَ لَكُمْ قُلُوبُكُمْ
وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ
هُوَ الْجَبَّارُ الْمُكَرِّمُ الْكَافِي
الَّذِينَ يَرْفَعُ حُجْرَتَهُ لَكَ
إِنَّمَا هُوَ تَحْتَهُ الْمُسْلِمِينَ
وَمَنْ قَتَلَ فِي هَذِهِ الْبُلُوكِ
شَيْئًا مِنْكُمْ وَتَكُونُوا شَهِيدًا

اے ایمان والو! اگر کو اور سجدہ
کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو،
اور خیر کے کام کرو اور امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ
اور اللہ کی راہ میں جہاد کر کے جہاد کا حق ادا
کرتے ہو اسی نے تم کو فتح کیلئے اور تم پر
دین کے معاملہ میں کوئی سنگ نہیں رکھی ہے تم
اپنے آپ پر ایمان کی امت پر قائم رہو اور اسی جہاد
نام مسلمان رکھا چیلے اور اس قرآن میں بھی آگ
اللہ کے رسول تمہارے لئے مقرر ہے

عَلَى الْمَنَاسِكِ فَأَتَيْتُمُ الْكَلْبَةَ
وَأَتَيْتُمُ الْكَلْبَةَ وَاعْتَمَلْتُمْ
بِأَنَّكُمْ هُوَ مَوْلَاكُمْ كَيْفَ تَعْلَمُونَ
وَيَعْلَمُ النَّصِيحَةُ

تشریح و تفسیر
اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی تعلیم میں بھی ایک
ترتیب ملحوظ رکھی ہے نبوت و وحی کے ابتدائی دور میں
اہل ایمان کو ان کے تین بنیادی عقیدوں کی تعلیم یعنی توحید اور ایمان
بارسل اور رب و آخرت پر ایمان کی تعلیم دی گئی اس کے بعد عبادات و
معاملات وغیرہ کے احکام بتائے گئے۔

اس موقع پر اہل ایمان کو اسی ایمان کے غزان سے غافل نہ رہنا کہ پہلے
ان کا موختہ دہرایا ہے کہ تم لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور قیامت کے دن اور
اس کی ملاقات پر ایمان رکھتے ہو جسے اصل یا مقصد زندگی ہے یہ وہ باب
ہو تم اللہ کو اپنے رب بنو جسکی حیثیت سے اپنا تہنابہو دہانتے ہو اور اس کے نبی و
رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست
اور نیک بندوں کیلئے جنت اور اس کی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں اور اپنے دشمنوں
کے لئے دوزخ اور اس کے دردناک عذاب جو تیار کر رکھے ہیں ان پر بھی تم لوگ
پورے یقین رکھتے ہو تم لوگ اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اسکو روج و سجدہ بھی کیا کرو
یعنی صرف کیلئے خدا ہی کی عبادت و اطاعت کرو و جن باتوں کا حکم دے اس
پر عمل کرو، جن باتوں سے روکے اس سے اجتناب کر کے اس کی تعمیل کرو اور شرف
اچھے ہی کام کیا کرو، جن کاموں کی طرف اللہ رسول نے تمہیں بلایا اور شوق دلایا
ہو صرف وہی کام کرو تاکہ اس کے ذریعہ سے تم فلاح اور کامیابی یعنی جنت میں
داخلہ کے مستحق ہو جاؤ، دوزخ سے نجات حاصل ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں پر ہر انسان کے صرف دو ارکان کو روج و سجدہ کا حکم دیا ہے
مگر اس سے مراد پوری نماز ہے۔ ان دو ارکان کو مخصوص طور پر اسلئے ذکر کیا کہ انہما
میں دو ارکان ایسے ہیں جن سے خشوع و عاجزی کا انہما رز یا دہ ہوتا ہے جو

کے دوست اور اس کے خالص بندے طہارت و تزکیہ کے بعد عزت و سر بلندی حاصل کر سکیں۔

اس موقع پر ھُوَ اَجَبْنَاکُمْ فَرَاکَ یہ اشارہ بھی فرمادیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے ساری دنیائے انسانی تک اپنی دعوت اور اپنا پیغام ہدایت پہنچانے کے لئے صرف تم ہی لوگوں کو خدا اور منتخب کیا ہے۔ اب جو کہ بندوں کی طاقت محدود ہے اس لئے انھیں یہ فرما کر مطمئن بھی کر دیا کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو کسی تنگی اور حرج میں نہیں ڈالنا چاہتا ہے تم لوگ ادا نہ کر سکو یا اس سے نکل نہ سکو چنانچہ رفع حرج و تنگی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس نے یہ تقصیر و جرم اور کوتاہی کیجئے تمہارے لئے تو یہ کار و واہد کھول رکھا ہے اب اگر کوئی شخص کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے اور پھر اس پر شرعاً منہ و ناموس ہو کر اس سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں اور تنگی و حرج کے دور کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مریض و ماسخ کو مریضان میں روزہ پھونڈ کر افطار کر لینے کی بھی اجازت دیدی گئی ہے جب تک وہ مریض و مسافر ہوں بعد میں اس کی تفسیر کر لیں اسی طرح نماز میں بھی مریض کو اجازت دیدی گئی کہ اگر قیام پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر یا لیٹ کر جیسے ممکن ہو روزہ اشارہ ہی سے نماز ادا کر سکتا ہے، اور اسی طرح مریض اور نابینا اگر کوئی شخص کہیں اجازت ہے کہ وہ غیر یام کے موقع پر بھی اگر جائیں تو جہاد کیجئے نہ ٹھیکیں۔ اسی طرح جو شخص پانی سے بقد رکب میل دور ہو یا پانی کو استعمال نقصان دہ ہو تو ایسے لوگ وضو اور غسل کی جگہ تیمم بھی کر سکتے ہیں۔

تنگی و حرج دور کرنے کی یہ چند مثالیں ہیں ان کر دی گئی ہیں۔
• وَلَئِذَا جَاءَکُمْ اِيجْرَ اٰھْلَیْکُمْ فَرَاکَ اہل ایمان کو اس بات کیلئے سفارش فرمائی ہے کہ وہ اپنی دینی زندگی میں ملت ابراہیمی کی پابندی اور اس سے وابستگی اپنے لئے لازم رکھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سارے عرب کے باپ ہوئے ساتھ ساتھ خصوصیت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد جتھے اس لئے تم سب ملت ابراہیمی کی پابندی رکھو اسے چھوڑ کر کوئی دوسری ملت ہرگز اختیار

اللہ تعالیٰ کو مطلوب و پسند ہے اسی وجہ سے یہ دونوں ارکان بھی نماز کے اشرف ارکان شمار ہوتے ہیں پہلی آیت کا حاصل اتنا ہی ہے۔

اب دوسری آیت کی طرف توجہ فرماتیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو ایک بہت ضروری و اہم فرض کی طرف توجہ فرمایا ہے کیونکہ نماز کا زیادہ اثر و روح انسانی تک محدود رہتا ہے جسم انسانی اور بدن پر نماز کے اثرات زیادہ نمایاں نہیں ہوتے لیکن جس چیز کا حکم اس دوسری آیت میں دیا گیا ہے اس کے اثرات روح انسانی اور بدن انسانی دونوں ہی پر پڑتے ہیں۔

یہ جہاد اللہ تعالیٰ کے اور اہل ایمان و دشمنوں رکاز فرین و دشمنین اور منافقین سے جنگ اور مقابلہ ہے جس میں جان بھی دینی پڑتی ہے، جسم کی طاقت و قوت بھی ورکار ہوتی ہے اور ساز و سامان اور مال بھی صرف ہوتا ہے پھر یہ اس کے ساتھ ہی ساتھ شیطان سے بھی جہاد و مقابلہ ہے جو ہمیشہ برائیوں کو مزین و آراستہ اور بھلائیوں کو برائیاں دکھانا کرتا ہے، صفائی و طہارت سے شاکر خواہش و گندگی کی طرف دعوت دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ انسان کو خواہش اور شر و فساد کے گہرے گہرے میں گرا دیتا ہے۔ اس میں جہاد نفس بھی شامل ہے جو نفس امارہ کے خلاف کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نفس امارہ پوری طرح مقبور و مغلوب ہو جائے اس وقت ہم طہارت و تزکیہ کی منزل میں پہنچ جاتے ہیں اور اب ہمارا نفس نفس مطمئن بن جاتا ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ کے تکر و تفسیر سے راحت ملتی ہے۔

جہاد کے حکم میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی راہ میں اتنا جہاد کرو جتنا جہاد کا حق ہے۔ اس سے مقصد یہی ہے کہ پوری جدوجہد اور کوشش کے ساتھ اپنی جانی و مالی قوت و طاقت اللہ کے راستہ میں اس کا کھل بند کر کے لئے صرف کر دی جائے اس جہاد و کوشش میں نفس امارہ اور شیطان کے خلاف جہاد کا جذبہ بھی شامل حال رہنا چاہئے کہ یہ دونوں ہی باطل کی تحریک و ترغیب اور حق کی تفسیر و تشبیح کے انسان کو گمراہی میں مبتلا کرتے رہتے ہیں اور اہل ایمان کے دشمن کفار و مشرکین و اہل باطل کے خلاف بھی جہاد کا عمل ہونا چاہئے جو تنہا معبود و واحد کی عبادت کا ارادہ ہی نہ رکھتے ہوں اور نہ یہ چاہتے ہوں کہ اللہ

ذکر اور چونکہ حضرت ابراہیمؑ بھی مسلّم تھے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم کو بھی پھیل
آسمانی کتب میں بھی اور قرآن مجید میں بھی تم کو مسلّم (مسلمان) ہی کا نام دیا ہے۔
تم کو ملت ابراہیمی کی پابندی کا حکم آئے دیا جا رہا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم تمہارے اسلام کی گواہی دے سکیں کیونکہ تم سب لوگوں میں سب سے پہلے اسلام
لائیو لے دی تھی میں انھیں اپنی امت کے اسلام انبیواں سے پوری واقفیت ہے
آئے دی تم لوگوں کے گواہ بن سکتے ہیں اسی طرح تم لوگ بھی دوسرے تمام
انسانوں کے حق میں گواہ بنو گے۔

ان کے بعد آفریں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نماز کی پابندی کرنے اور
زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے نماز قائم کرنا کیلئے ان امور کی واقفیت اور انھیں کے
مطابق ادا کرنے نماز ہوگی۔

۱) طہارت کا ملکہ ہونی چاہئے اگر صرف حدیث الصغر ہو تو وضو کے ذریعہ طہارت
ہو جائے گی اور اگر حدیث اکبر جنابت وغیرہ ہو تو غسل کے ذریعہ طہارت ہوگی،
لباس مصلیٰ کی طہارت ہونی چاہئے جس جگہ نماز پڑھی جا رہی ہے وہ جگہ پاک
اور ظاہر ہونی چاہئے۔

۲) نماز کا وقت :- جس وقت کی نماز پڑھنی ہو اس کا وقت آئے پڑھنی چاہئے
وقت سے پہلے اور وقت کے بعد نہ پڑھی جائے۔

۳) بغیر ضرورت کے انفرادی نماز نہ پڑھی جائے بلکہ مسلمانوں کی جماعت میں اور مسجد میں
ادا کی جائے۔

۴) نماز کے ہمارے ارکان کی صحیح طور پر اور اطمینان سے ادا کیجیے، نماز کے ارکان
یہ ہیں: سجّہ، تحنّیہ، قیام، قنوت، رکوع، مقتدیہ، قنوت، رکوع، دو رکوع، دو رکوع
سجدے، قنوت وغیرہ بقدر تشہید (السلام) و کلمہ (لا اِلهَ اِلاَّ اللہُ) کے بعد نماز ختم کرنا واجب ہے
۵) نماز کی سنتوں اور آداب کی بھی رعایت رکھی جائے تاکہ یہ نماز طہارت قلب
اور صفائی روح کا ثمرہ و نتیجہ دے سکے۔

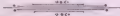
۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ کہ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام اور اس کے تمام
احکام کو مضبوطی کے ساتھ تمہارے رسول اللہ پر چھڑا دے اور احکام پر مضبوطی کے ساتھ

عمل کی پابندی کا اہتمام رکھو۔

تم اگر اس کے مطابق عمل در آمد رکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بہترین کار
ساز اور گہرا چھاندوگا رہنمائی دے گا۔

(نقشہ) "فَعَلَّامٌ خَلْقِ الْخَلْقِ" یہاں پر فقہ حنفی کے مطابق سجدہ تلاوت واجب
نہیں ہے، امام مالک علیہ الرحمہ کا بھی یہی مسلک ہے کیونکہ یہاں پر رکوع و سجدہ
دونوں ہی کا حکم دیا گیا ہے اسلئے یہ سجدہ نماز سے سجدہ تلاوت نہیں ہے جیسا کہ
قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ حضرت مریم علیہا السلام کو خطاب فرما کر "وَاسْجُدِي
وَارْكَعِيْ مَعَ الْوَٰكِلِيْنَ" فرمایا گیا ہے مگر یہاں پر کوئی امام بھی سجدہ تلاوت کو واجب
نہیں کہتا کیونکہ سجدہ کے ساتھ رکوع کا ذکر اس بات کا قریب ہے کہ یہ سجدہ نماز
سے سجدہ تلاوت نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک
"فَعَلَّامٌ خَلْقِ الْخَلْقِ" پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔

وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ



تشریح و تفسیر | گذشتہ شمار میں سورۃ نور کی ایک آیت ذکر کی گئی تھی جس میں واقعہ الفک کا ذکر اشارۃً آگیا تھا اور

دنیا کی قابل صورت صاحب عصمت وعفت ام المؤمنین حضرت صدیقہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان طرازی کا اجمال بیان تھا۔ یہ نذر اور آیت بھی ایک طرح اس معنوں سے تعلق رکھتی ہے کہ جو کسی پر بہت رکھنا اور بہتان باندھنا یہ شر لوگوں کا ایک مشغلہ ہے وہ جب چاہتے ہیں اور جس پر چاہتے ہیں بہت لگا دیتے ہیں اور بہتان کا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کا سد باب کرنے ہی کیلئے استیذان دیکسی کے گھر میں داخل کیلئے اجازت طلبی کا حکم ہی لئے دیا ہے کہ شیطان تو کسی فتنہ کو جگانے کا موقع ہی نہ لے اس لئے اہل ایمان کو حکم دیا کہ اسے اہل ایمان تم دوسروں کے گھر میں بھیجی بھی داخل نہ ہو چاکر دیکھ پھیلے اس گھر کے رہنے والوں سے اندر آنے کی اجازت لے لو اور انھیں سلام کر لو جب اجازت مل جائے تب اندر جاؤ۔

آیت شریفہ میں اگرچہ استیذان کا لفظ آیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان سے مانوس ہو جاؤ اور وہ تم کو بیان کر تم سے مانوس ہو جائیں لیکن یہاں پر اس سے صرف استیذان (اجازت طلبی) ہی مراد ہے۔ استیذان کا معقول و شریفانہ طریقہ یہ ہے کہ اجازت طلبی کیلئے بالکل دروازے کے بیچ میں کھڑا نہ ہو کہ اگر کوئی دروازہ کھولے تو گھر کا سامنا نہ ہو جائے، بعض اوقات دروازہ کھولنے والی کوئی عورت ہوتی ہے اسلئے دروازے کے دانے یا باتیں کھڑا ہوا در اسلام علیکم بلند آواز سے کہے کہ گھر میں آواز پہنچ جائے پھر ایٹام بنا کر دریافت کرے کہ فلاں شخص اندر آ سکتا ہے؟ اگر ایک مرتبہ میں کوئی جواب نہ ملے تو تین بار تک اجازت طلب کرے اور تیسری مرتبہ بھی اجازت نہ ملے یا اجازت دینے کے بجائے یہ کہہ دیا کہ ابھی لوٹ جائیں اس وقت موقع نہیں ہے تو کسی ناگواری و ناراضگی کے بغیر لوٹ جانا چاہئے۔

اس اجازت طلبی میں معلوم یہی ہے کہ آنے والے کے سامنے کوئی ایسی چیز نہ آئے جو اس گھر والے کو ناپسند ہو یا خود اس آنے والے کو وہ صورت ناپسند

ہو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ صورت استیذان تمہارے لئے بہتر ہے امید ہے کہ تم یہ بات یاد رکھو گے اسے بھولو گے نہیں اور استیذان کے بغیر کسی کے گھر میں بھیجی بھی داخل نہ ہو گے۔ اور اگر کسی شخص نے کسی گھر پر اجازت چاہی اور پھر اندازہ ہو کہ گھر میں کوئی موجود ہی نہیں ہے جو اجازت دے یا روکے تو اس صورت میں بھی اندر داخل نہ ہو جب تک صاحب خانہ داخل کی اجازت نہ دے۔ اور اگر صاحب خانہ داخل کی اجازت دے اور کہے کہ اس وقت لوٹ جائیں تو اسے لوٹ جانا چاہئے، اس سے یہ پوچھنے کا حق نہیں ہے کہ اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت یہی ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ کیونکہ صاحب خانہ کسی وجہ سے اسے داخل کی اجازت نہیں دینا چاہتا ہے اور وہ وجہ فلاحی اظہار بھی نہیں ہے تو اسے اندر کا حق نہیں ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارے حق میں دل کی پاکیزگی کے لئے یہی صورت بہتر ہے کہ لوٹے یا روٹ جاؤ کہ باہم تعلقات کی خوش گواہی و محبت اسی طرح باقی رہ سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو اچھی طرح باخبر ہر گناہ کاموں سے جو تم کرتے ہو تمہارے احوال و اعمال کی اسے پوری خبر ہے لہذا یہ استیذان کا حکم بالکل پر عمل اور مناسب ہے تم کو اس کی برعالمیں استیذان کے معاملہ میں بھی اور دوسرے تمام معاملات میں اسکی اطاعت کرنی چاہئے تاکہ تم سعادت و کمال سے مبرا و پاک ہو جاؤ۔

اگلی تیسری آیت میں ایک اور صورت کا حکم بتایا گیا ہے کہ بعض مکانات اور بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں خانگی انداز میں کسی کی رہائش نہیں ہوتی لوگوں کے گودام وغیرہ ہوتے ہیں وہاں کسی کا سامان ہوا دروازے لینے کیلئے جاسے تو وہاں داخل کیلئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایسے گودام وغیرہ عام طور پر ان کے دروازے کھلے ہوتے ہیں کہ وہاں مختلف لوگوں کی آمد و رفت برابر رہتی ہے۔ یہ حکم کو استیذان کے معاملہ میں ہے باقی سلام کے احکام علیحدہ اور مستقل ہیں سلام سنوں ہے جس مکان کا حق ہے کہ دوسرا مسلمان جب ملاقات کرے تو اسے سلام کرے اس میں بھی یہ ترتیب مستحب ہے کہ سوار شخص

ہے کہ وہ اسی کے نزدیک کافیصل کرنا ہے جو دل سے تزکیہ کا طالب ہو لہذا شخص دل سے تزکیہ و طہارت طلب کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ناکام و نامرغوب نہیں رکھیں گے۔

اور چونکہ یہ حقیقت ہے اور اس پر عبادِ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ انسان کی باتوں سے وہ واقف ہے۔ انسان اس سے کچھ مانتے ہیں وہ سب سنتا ہے۔ آجکلے ہیں اپنے دل کا تزکیہ بھی اسی سے طلب کرنا چاہئے۔ اسی کو یاد کریں اور اسی کا شکر کریں، اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کریں، اعمالِ صالحہ کی پابندی کریں، اعمالِ سیئہ اور مباحی، ذنوب سے اجتناب و پرہیز کریں جو تزکیہ قلب کی اہلیت و صلاحیت ہم میں ہو جائیگی لہذا اس اطفال و احسان اللہ تعالیٰ ہی کا ہے کہ اگر یہ فضل نہ ہوتا تو جو لوگ اس واقعہ انگ کے سنجیدہ نہیں سمجھتے مگر جتنے وہ اس سے مکمل نیا ہے اور جو اس سے محفوظ رہ گئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے محفوظ رہ گئے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور یہ بات بھی دنیا کے عجائبات ہی میں شمار ہونے کے لائق ہے کہ فرمودہ روافض کی اکثریت آج بھی اس فن میں مبتلا ہے اور اسے بات پر اصرار ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جو سخت و پیمان طرزی کی گئی تھی وہ واقعہ تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس سورہ نور میں ان کی برائت بیان فرمادی۔ سو یہ نوں کی دس آیات اسی واقعہ انگ میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برائت میں نازل ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں صرف ان کی برائت ہی ظاہر نہیں فرمائی بلکہ مزید برآں انھیں جنت کی شہادت دیکر پرورشِ شفقت و رحمت بھی عطا فرمادیا۔

یہ بات ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے چٹلائے وہ بالکل کافر ہو کر خارج از اسلام ہو جاتا ہے اس کے بعد بھی یہ اچھے نہیں تو اور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برائت کا صاف اور واضح فتوے میں اعلان فرماتے ہیں مگر یہ کافر اس کے باوجود انھیں بری نہ سمجھیں۔ ان لوگوں کا یہ انداز صرف اپنے گمراہ عالموں کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہی کہا جاسکتا ہے جنہوں نے اپنی گمراہی پر پردہ ڈالنے ہی کیلئے قرآن مجید کا عقیدہ بھی گمراہ لیا اللہ تعالیٰ ہیں اپنی حفاظت میں رکھیں۔

وَسَلِّمْ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

احیاء و نویں شمار

کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے
اجازت طلبی واجب ہے
جس گھر میں کوئی انسان رہتا ہو وہاں اجازت
طلبی کی ضرورت نہیں

{ سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ }
{ آيات (۲۹ تا ۲۴) }
كُلُّوْا وَارْزُقُوْا فِيْ رَحْمَةِ الرَّحْمٰنِ
رَبِّهِمْ وَفِيْ رَحْمَةِ الرَّحْمٰنِ وَفِيْ رَحْمَةِ الرَّحْمٰنِ

ایسا ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ کرو کہ جب تک اجازت حاصل نہ کر لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو یہی تمہارے لئے ہوشیارہ تاکہ تم خیال نہ کر لو کہ گھر میں کوئی انسان نہ ہو بلکہ وہی انسان ہو جس نے داخل ہو کر سب کچھ سمجھ لیا اور اگر تم نے کہا ہے کہ (میں صرف) کوٹ جاؤ تو تم کوٹ آ جاؤ یہی بات تمہارے لئے ہوشیارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے تم کو ایسا نہ کہنا کہ میں چلے جاتا ہوں یا اس لئے کہ تمہیں کوئی ذرا بچا اور ان میں سے تمہارا انسان ہو۔ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے ہم تمہارے لئے ہوشیارہ کر رہے ہیں۔

تشریح و تفسیر گذشتہ ذرا میں سورہ نور کی ایک آیت ذکر کی گئی ہے جس میں واقعہ افک کا ذکر اور اشارہ آگیا تھا اور

دنیا کی قابل عزت صاحب عصمت و عفت ام المؤمنین حضرت صدیقہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام پر ہزاری کا اہتمام کیا تھا۔ یہ نذرانہ آیت بھی ایک طرح اس معنوں سے تعلق رکھتی ہے کہ جو شخص پر بہت رکھنا اور بہت شان باذہنا یہ شرط لوگوں کا ایک مشغلہ ہے وہ جب چاہتے ہیں اور جبر چاہتے ہیں بہت لگا دیتے ہیں اور بہت شان کا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کا سد باب کرنے ہی کیلئے استیذان کی کسی گھر میں داخل کیلئے اجازت طلبی کا حکم ہی لئے دیا ہے کہ شیطان کو کسی فتنہ کو جگانے کا موقع ہی نہ ملے اس لئے اہل ایمان کو حکم دیا کہ اسے اہل ایمان نہ دو دوسروں کے گھر میں بھیجی بھی اچھے داخل نہ ہو جایا کر دیکھ پھلے اس گھر کے رہنے والوں سے اندر آنے کی اجازت لے لو اور انھیں سلام کر لو جب اجازت مل جائے تب اندر جاؤ۔

آیت شریفہ میں اگرچہ استیذان کا لفظ آیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان سے مانوس ہو جاؤ اور وہ تم کو پہچان کر تم سے مانوس ہو جائیں لیکن یہاں پر اس سے صرف استیذان (اجازت طلبی) ہی مراد ہے۔ استیذان کا مقولہ و شریفا نہ طریقہ یہ ہے کہ اجازت طلبی کیلئے بالکل دروازے کے بیچ میں کھڑا ہو کر اگر کوئی دروازہ کھولے تو گھر کا سامنا نہ ہو جائے، بعض اوقات دروازہ کھولنے والی کوئی عورت ہوتی ہے اسلئے دروازے کے دہانے یا بائیں کھڑا ہوا در اسلام طلبہ کے بلند آواز سے کہے کہ گھر میں آواز پہنچ جائے پھر اپنا نام بتا کر دریافت کرے کہ فلاں شخص اندر آ سکتا ہے؟ اگر ایک مرتبہ میں کوئی جواب نہ ملے تو تین بار تک اجازت طلب کرے اور تیسری مرتبہ بھی اجازت نہ ملے یا اجازت دینے کے بجائے یہ کہہ دیا کہ ابھی لوٹ جاؤ اس وقت موقع نہیں ہے کوئی ناگواری و ناراضگی کے بغیر لوٹ جانا چاہئے۔

اس اجازت طلبی میں معلوم یہ ہے کہ آنے والے کے سامنے کوئی ایسی چیز نہ آئے جو اس گھر والے کو ناپسند ہو یا خود اس آنے والے کو وہ صورت ناپسند

جو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صورت استیذان تمہارے لئے بہتر ہے امید ہے کہ تم یہ بات یاد رکھو گے اسے بھولو گے نہیں اور استیذان کے بغیر کسی کے گھر میں کبھی بھی داخل نہ ہو گے۔ اور اگر کسی شخص نے کسی گھر پر اجازت چاہی اور پھر اندازہ ہو کہ گھر میں کوئی موجود ہی نہیں ہے جو اجازت دے یا روکے تو اس صورت میں بھی اندر داخل نہ ہو جب تک صاحب خانہ داخل کی اجازت نہ دے۔ اور اگر صاحب خانہ داخل کی اجازت نہ دے اور کہے کہ اس وقت لوٹ جائیں تو اسے لوٹ جانا چاہئے، اس سے یہ پوچھنے کا حق نہیں ہے کہ اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت یہی ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ کیونکہ صاحب خانہ کسی وجہ سے اسے داخل کی اجازت نہیں دینا چاہتا ہے اور وہ وجہ لائق الغبار بھی نہیں ہے تو اسے اصرار کا حق نہیں ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارے حق میں دل کی پاکیزگی کے لئے یہی صورت بہتر ہے کہ لوٹنا نہ پر لوٹ جاؤ کہ باجم تعلقات کی خوش گواری و محبت اسی طرح باقی رہ سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو اچھی طرح باخبر ہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو، تمہارے احوال و اعمال کی اسے پوری خبر ہے لہذا یہ استیذان کا حکم بالکل بر محل اور مناسب ہے تم کو اس کی برعالم میں استیذان کے معاملہ میں بھی اور دوسرے تمام معاملات میں اسکی اطاعت کرنی چاہئے تاکہ تم سعادت و کمال سے بہرہ یاب ہو جاؤ۔

اگلی تیسری آیت میں ایک اور صورت کا حکم بتایا گیا ہے کہ بعض مکانات اور بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں خانگی انداز میں کسی کی رہائش نہیں ہوتی لوگوں کے گودام وغیرہ ہوتے ہیں وہاں کسی کا سامان ہوا اور وہ اسے لئے کیلئے جاتے تو وہاں داخل کیلئے اجازت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایسے گودام وغیرہ عام طور پر ان کے دروازے کھلے ہوتے ہیں کہ وہاں مختلف لوگوں کی آمد و رفت برابر رہتی ہے۔ یہ حکم تو استیذان کے معاملہ میں ہے باقی سلام کے احکام علیحدہ اور مستقل ہیں سلام سنو ان سے میرا سلام کا حق ہے کہ دوسرا مسلمان جب ملاقات کرے تو اسے سلام کرے اس میں بھی یہ ترتیب مستحب ہے کہ سوار شخص

پیدل چلنے والے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے،
بڑا آدمی چھوٹی عمر والے کو سلام کرے (یہ بات قابل اصلاح ہے کہ اب بڑی
عمر کے لوگ سلام میں پیش قدمی اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں)

جو شخص کہیں جائے کسی کی دوکان ہو، مکان ہو، محفل ہو، دعوت ہو تو وہاں
مسنون طریقہ کے مطابق سلام کرے یعنی "السلام علیکم" کہے (دوسری قوموں میں
راجہ الفاظ سے پرہیز کیا جاتا چاہئے۔ اسلام کا طریقہ سلام سب سے بہتر ہے کہ سلامتی
و عافیت رحمت و برکت کی دعا پر مشتمل ہے جبکہ "نمستے" اور "شکر" کے الفاظ
میں شرک کا شبہ پایا جاتا ہے) جواب دینے والا چاہے تو جواب میں صرف "علیکم السلام"
کہے در نہ بہتر تو یہی ہے کہ وہ جواب میں درجہ اللہ و برکاتہ کا اضافہ بھی کر دے یا صرف
درجہ اللہ کے اضافہ پر اکتفا کر لے۔

اللہ تعالیٰ نے اس نذر کا خاتمہ بھی اس حقیقت کے اظہار پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
خوب جانتے ہیں جو باتیں تم لوگ ظاہر کرتے ہو اور جو باتیں چھپائے رکھتے ہو لہذا
اپنے دل میں یہ اعتقاد جمائے رکھو اور برابر اس کا استفسار رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری
اطاعت و نافرمانی دونوں ہی سے باخبر ہے وہ جانتا ہے کہ کہاں تک تم احکام کی پابندی
کرتے ہو اور کتنی نافرمانی کرتے ہو۔

ان آیات کے شان نزول سے متعلق یہ دو روایات بھی منکلام ہیں کہ پہلی
آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک انصاریہ خاتون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض
کیا کہ بعض اوقات میں اپنے گھر میں ایسی حالت میں رہتی ہوں کہ اس وقت مجھے یہ
بات ابھی نہیں گنتی کچھ پر کسی کی نظر پڑے کوئی مجھے دیکھے تو اس کے لئے میں
کیا صورت اختیار کروں ان خاتون کے سوال پر یہ آیت استیذان نازل ہوئی
جو اوپر مذکور ہوئی۔

اور دوسری آیت (جو کہ میرے منبر پر ہے) کا شان نزول یہ ہے کہ پہلی آیت
استیذان نازل ہوئی کہ بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ
سوال کیا کہ شام میں جو ہم لوگوں کی سرائے اور اقامتی مکان ہیں جن میں رہائش
نہیں رہتی کیا ان میں داخلہ کے وقت بھی اجازت لی جائے گی؟ اس کے

جواب میں تیسری آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ وہاں استیذان ضروری نہیں
استیذان کے موقع پر یہ ادب بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ گھر والا اگر پوچھے کہ
آپ کون صاحب ہیں؟ اس کے جواب میں یوں نہ کہنا چاہئے کہ میں ہوں کیونکہ
اگر ادا زے اس نے نہیں پہچانے تو "میں" کہنے سے کچھ سمجھانے لگا کہ اس کے
جواب میں اپنا نام بتانا چاہئے کہ میں فلاں شخص ہوں کیا اندازہ کر سکتا ہوں؟
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضری کی اجازت طلب
کی آپ نے دریافت فرمایا کون؟ وہ بولے "أَنَا" میں آپ نے فرمایا کہ یہ میں کیا؟
میں تو میں بھی ہوں ہر شخص اپنے کو میں کہتا ہے یہی نام بتایا جائے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



لَكُمْ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۵﴾
 وَرُوِيَ أَنَّكَ لَا تُطَاعُ مِنْكُمُ الْمَرْءُ
 فَلَيْسَ تَدْعُو أَكْبَرًا شَأْنُ الَّذِينَ
 مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ
 لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۶﴾
 انشاء تعالیٰ فرمے اپنے احکام صاف صاف بیان
 فرماتا ہے وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تشریح و تفسیر آیت بھی استیذان و اجازت طلبی کے حکم پر مشتمل ہے
 مگر فرق یہ ہے کہ اوپر کی آیت دوسرے کے گھر میں داخلہ
 کی اجازت طلبی سے متعلق تھی اور یہ آیت اندرون خانہ جو لوگ رہتے ہیں جن سے
 پردہ کا تعلق نہیں ہو بلکہ ان کے لئے استیذان و اجازت طلبی کی ہدایت دے
 رہی ہے کہ گھر کے یہ لوگ بھی ان تین اوقات میں جن میں انسان خلوت و
 تنہائی کے ساتھ رہنا چاہتا ہے اس کے پاس جب ان وقتوں میں جانا چاہیں
 تو اجازت لیکر جائیں۔ وہ تین وقت جن میں استیذان کی ہدایت کی جا رہی ہے
 وہ یہ ہیں فجر کی نماز سے پہلے، دوپہر کو جب آرام و قیلولہ کا وقت ہو اور عام طور پر
 آدمی لیٹے کیلئے کپڑے اتار دیتا ہے، تیسرے عشا کی نماز کے بعد۔ ان تین وقتوں
 میں اجازت لیکر کسی کے پاس جانا چاہئے۔ ملوک غلام ہو یا باندی یا گھر کے چھوٹے
 بچے بھی اجازت لیکر ہی جائیں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاف
 کے ایک بچہ کو جس کا نام ”عبد اللہ“ بتایا جاتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو بلائے کیلئے بھیجا وہ دوپہر کا وقت تھا حضرت عمر فاروق اس وقت لیٹے ہوئے
 سو رہے تھے، وہ صاحبزادے جب پہنچے تو اڑھٹ مار کر حضرت عمر مبارک ہو گئے اور
 انھیں محسوس ہو کہ اس وقت تہہ کچھ کھسک گیا تھا جس سے قابل ستر جسم کا کچھ
 جھیدہ شاید کھل گیا تھا اس وقت حضرت عمر کے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ اچھا
 ہوتا کہ ایسے وقتوں میں اجازت لیکر آئے کا حکم ہو جائے اور انشاء تعالیٰ ہمارے گھر

گھروالوں کے مقامات تخلیہ میں شرعی غلاموں
 باندیوں اور بچوں کو بھی تین وقتوں میں اجازت
 لیکر جانا چاہئے اور بچہ جب بالغ ہو جائے تو
 اس کیلئے یہ استیذان واجب ہے،

﴿سُورَةُ التَّوْبَةِ﴾
 آیتان (۵۹-۵۸)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ
 الَّذِينَ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ وَالَّذِينَ
 تَدْعُوهُمْ إِلَى الْخُلُوعِ مِنَ الْخُلُوعِ فَتَلَاكَ مَوَاقِبُ
 مِنْ قَبْلِ صَلَوةِ الْغَدَاةِ حِينَ
 تَقُوعُونَ رِجَالَكُمْ مِنَ الْمَلَأَةِ
 وَمِنْ بَيْنِ صَلَوةِ الْغَدَاةِ وَالْعِشَاءِ
 عَلَوْنَ عَلَيْكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ
 جُنَاحٌ مِمَّا تَفَعَّلُوا الْخُلُوعَ عَلَيْهِمْ
 يُعْظِمُ عَلَى بَعْضِ الْآيَاتِ يُبَيِّنُ اللَّهُ

ایسا بیان دلو! تمہارا سے ملوک اور بچے
 مرد جو راجہ نہیں پہنچے انھیں تین وقتوں میں
 تم سے اجازت لے کر آنا چاہئے۔ عشا
 سے پہلے اور جب دوپہر کو کپڑے اتار دیا
 کرتے ہو اور نماز عشا کے بعد یہ تین وقت
 جب اسے پردے کے ہیں۔
 ان اوقات کے علاوہ نہ تو تم پر کوئی الزام ہے
 اور نہ ان پر کوئی الزام ہے۔ یہ لوگ تو تمہارا
 پاس بکثرت آتے چلتے رہتے ہیں اسی طرح

کے لوگوں کیلئے بھی یہ حکم فرما دیتے کہ وہ ان وقتوں میں ہمارے پاس اجازت نیکری آپا کریں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب پر حاضر خدمت ہوئے انکے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی یہ آیت مذکورہ نازل ہو چکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت فاروق کی ملی خواہش پوری فرمادی تھی اس قسم کا یہ صحت ایک ہی واقعہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے کئی موقعوں پر حضرت عمر فاروق کی رائے اور خواہش کے مطابق احکام نازل فرمائے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات کے لئے پردہ کا حکم انھیں کی خواہش کے مطابق ہوا۔ طواف کے وقت مقام کے اس نماز کا حکم بھی انھیں کی خواہش کے مطابق دیا گیا اور وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ الْمُتَوَكِّلِينَ مَقَامِ مَنَاسِكَ کی آیت نازل ہوئی کہ مقام ابراہیم کے پاس منار کی جگہ مقرر کرو وہاں منار اُڑھا کرو۔

اسی قسم کی موافقات فاروقی سے آیت مذکورہ بھی ہے اور مسلمانوں کو ہدایت دے دی گئی ہے کہ اوقات خلوت اور مقام خلیہ میں ان کے ملوک باندی و غلام اور چھوٹے نابالغ لڑکے بھی جب کسی کے پاس جائیں تو اجازت نیکری جائیں۔ یہ بات کبھی جاسکتی ہے کہ نابالغ بچے تو احکام کے مکلف نہیں ہوتے ان پر یہ پابندی کیسی ہے؟ پابندی دراصل گھر کے بڑوں پر ہے کہ وہ ان چھوٹے بچوں کو ان ادواب کی تعلیم دیں اور اسی طور پر انکی تربیت کریں کہ وہ بچے بھی اس بات کا محافظہ کریں، اس قسم کے بہت سے احکام و مسائل ہیں جن کا تعلق ہے تو بچوں سے مگر انکی تعلیم و تربیت کے مکلف ان کے بڑے لوگ ہیں۔

ان تین اوقات کو جن میں استیذان کا حکم باجا رہا ہے قرآن مجید نے عورت سے تعبیر فرمایا ہے عورت کے لغوی معنی بدن کا وہ حصہ جس کا کھل جانا ناشائستہ آدمی کو ہرجیاد و شرم منکھ لوم ہو اور وہ اس کا مستور رکھنا اور چھپانا ہی پسند کرے چونکہ اس حصہ کا ستر کیا جائے اس لئے اب ان اعضائے جسمی کو ستر کہنے لگے۔

(دوسری قابل توجہ بات عورت کا غلبہ ہے کہ عورت کچھ ہیں اس حصہ کو کہتے ہیں جسے انسان چھپا کر رہنا ہی پسند کرتا ہو اس لئے عورت کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہو کہ عورت چھپانے کی چیز ہے اسلئے اس کی بے پردگی و عریانیت

نظرت سے بغاوت کے حوالہ اور کچھ نہیں ہے) ان تین اوقات کے علاوہ وقتوں میں گھر کے ان لوگوں کیلئے اجازت بھی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ خلف ضروریات کے تحت ہر وقت ہی ادھر ادھر آتے جاتے رہتے ہیں ہر وقت کی اجازت بھی میں حرج اور دشواری نہ مانی اسی لئے یہ تکملہ اجازت دیدی گئی مَلَقُوا لَكُمْ عَنَاصِرَ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی ضروریات و حاجات کا پتہ کچھ پورا پورا سمجھتا ہے وہ وہ حکمت والا بھی ہے اس لئے جہاں جہاں اس قسم کے حکم ضرورت ہوتے وہ خود ہی بیان فرما دیتے ہیں۔ اس بناء میں مذکور دوسری آیت بھی اپنی پہلی آیت اور اس میں بیان کے تحت متعلق ہے۔

اور یہ کی آیت میں تین نابالغ چھوٹے بچوں کو عام اوقات میں بے اجازت گھر میں آئے جانے کی اجازت تھی اب انھیں لڑکوں کے لئے فرمایا کہ یہ لڑکے جب نابالغ ہوں جائیں تو پھر بھی گھر میں داخل ہو نیکی وقت ایسے ہی اجازت لیا کریں جیسے دوسرے نابالغ لوگ ان سے پہلے ہی سے اجازت لیکر آتے جاتے ہیں۔ اس موقع پر ضرورت ہے کہ سن بلوغ کے متعلق ضروری معلومات یہاں سپرد قلم کر دی جائیں۔

سن بلوغ اور لڑکوں میں عمر کے کھانفہ سے تو پندرہ سال کی عمر ہونے پر بالغ ہونے کا حکم لگایا جائے یہ علامات بلوغ میں سے کوئی علامت پائی جائے تو اس سے پہلے بھی بالغ قرار دیا جائے گا۔ علامات بلوغ: احکام اور زیر زناٹ بالوں کا نکھٹنا ان میں سے کوئی علامت اگر پندرہ سال کی عمر سے پہلے ظاہر ہو جائے تو اسی وقت سے بالغ کہہ دیں گے ورنہ پندرہ سال کی عمر پر بالغ قرار دیا جائے گا۔

اور لڑکیوں میں بھی یہی صورت ہے کہ یا تو علامات بلوغ میں سے کوئی علامت ظاہر ہو جائے۔ علامت بلوغ وہ ہیں ان دو میں سے کوئی ایک علامت ظاہر ہو جائے تو بالغ ہو گئی (۱) موٹے زیر زناٹ دن بیض و ماہواری۔ اور اگر یہ علامتیں ابھی ظاہر نہیں ہوئی ہیں اور عمر پندرہ سال ہو گئی ہے تو بالغ قرار دینا جائیگی ویسے تجزیہ کے کھانفہ سے غالب یہ ہے کہ لڑکی بارہ سال کی عمر میں سن اتمام کو پہنچ جاتی ہے۔

اور لڑکے کا بلوں کبھی کبھی عمر کے اٹھارہ سال تک مؤخر بھی ہو جاتا ہے لیکن ایسا کم ہی ہوتا ہے اس لئے عمر کے لحاظ سے وہی پندرہ سال ہی کی ہو مقرر ہے۔
یہ لڑکے جب بالغ ہو جائیں تو ان پر بھی واجب ہو گا کہ اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت لیکر ہی داخل ہوں۔
داخلہ کا طریقہ اور پچھلی ندر میں گذر چکا ہے کہ اگر اس عظیم کچھ کہ تین بار دریا کریں کیا میں اندر آسکتا ہوں، تین بار دریافت کرنا صرف امتیاز کے پیش نظر بتایا گیا ہے اگر پہلے ہی مرتبہ کوئی جواب مل جائے تو تین بار دریافت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



سائنسوں کا نام

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے رہنا اور ان کا
شکر ادا کرتے رہنا واجب ہے، اسکی نعمتوں کا
ذکر و شکر کیوں واجب ہے؟

﴿سُورَةُ الْحَزَابِ﴾
﴿آيَات (٩-١٠-١١)﴾

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتُمْسِكُوا
بِحُكْمِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ إِذْ جَاءَهُمْ كِتَابُهُمْ
فَأَنصَرَفُوا عَلَيْهِمْ رِجَالًا وَجُنُودًا لَّهُمْ
سُورٌ وَأَعْنَاقٌ لِلَّهِ يَتَوَكَّلُونَ
بِكَيْدِهِمْ إِذْ جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ قَوْفِهِمْ
وَمِنْ أَسْفَلٍ مِنْهُمْ وَأَنذَارًا زَائِعَةً
الَّذِينَ هُمْ يَلْبَسُونَ الْفُلُوفَ الْحَنَاجِرَ
وَكَلَّفُوا بِأَنفُسِهِمُ الْقَتْلَ أَهْلًا لَكَ
بِئْسَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَثَةً لَوْ لَوْ
فَلَا أَلَا شَدِيدُ عِقَابِ ۝

اسے ایمان دے! اللہ کا انعام اپنے اوپر دے
 کر وہ جب تیر بہت سے لشکر چلا آئے تھے
 پھر ہم نے ان پر ایک آدمی بھی اور فرشتوں
 کی ایسی بھیج دی جو تم کو عام طور پر کھانا پینے کی
 تھی اور ان سے لے اہمال کر دیتے ہیں جبکہ
 وہ دشمن لوگ تم پر چڑھتے تھے اور کھیلنے سے
 اور کھیلنے سے اور جبکہ انھیں چینی کی لکڑی
 روٹی میں مقلد کر لیتے تھے کہ اس کے لئے اور تم کو
 اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے اس
 موقع پر مسلمانوں کا احسان دیا گیا اور وہ لوگ
 منت رزائے میں لے آئے گئے۔

آمدنی ان پر بھی دی جس سے ان کے ساتھ عجب معاملہ کیا ان کے چوہوں کی آگ بجھ گئی، کیا نے کی مانند یاں چوہوں پر سے پٹ پٹ کر اوندھ کنیں، خود کی لٹ میں اور چوہیں آگ کو کھڑکیں اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگے پر نوہ خود مجبور ہو گئے اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا بھی ایک لشکر بھیجا یا جنہیں دیکھ کر وہ کھنڈر سب ڈر گئے اور گر پڑے، اور اپنے ہوش و حواس ہی کو بھٹے اب انکی سچھ میں کوئی تدبیر ہی نہیں، رہی تھی مجبور ہو کر بالائی دولت کا دامن کھینچے ہوئے اپنا سامنے دایں لوٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرما ہے کہ اے اہل اسلام اس موقع پر ہر لوگ جو کچھ کرے جتنے مشابہ جنگ کی تدبیر کے طور پر خندق کو دے سکتے اسے دیکھ کر کفار جو فقرے بازی کر رہے تھے اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ اہل احزاب (غزوہ خندق) کی ایک تصویر کشی اور فرمائی ہے وہ یہ کہ غزوہ احزاب میں قبیلہ غطفان و اسد سب از شریک بنیں تھے مگر یہودیوں نے بہت کوشش اور انداز کے بعد انھیں بھی شریک کر لیا تھا چنانچہ یہ دونوں قبیلے اپنے سردار عبید بن حصین کو زیر قیادت ہوئے، ان شریک ہوئے تھے اس لئے ایک فریق جو پہلے سے تھا اسے اللہ تعالیٰ نے جانب اسفل کا فریق فرمایا ہے اور بنو غطفان اور بنو اسد کو جانب فریق سے آنے والا فرمایا ہے۔ جب وہ لوگ بجانب مشرقی اور پر کھڑے تھے پھر پلٹ کر آئے تو اسے پلٹ کر آنے والا اور دوسرے لوگ جانب اسفل سے آئے تھے جانب اسفل سے آئے والے پلٹ کر آنے والا اور قریش مگر تھے۔ لوگ جنوب مغرب سے آئے تھے۔ قابل غور ہے اللہ تعالیٰ کی میدان جنگ کی یہ تصویر کشی کہ انھوں میں صورت جنگ کا پورا نقشہ بچر جا رہا ہے جہاں اللہ العلیہ اخیرہ و احسنہ اہل اسلام کے نازیروں اور مجاہدوں کی صورت حال اس طرح بیان فرمائی ہے کہ جب شدت بول و خون سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں اور کھینچے منہ کو آگے لگے تھے۔

اہل اسلام کا بل کفر سے یہ مقابلہ بہت سخت تھا کفار اپنی تعداد اور اپنے ساز و سامان کے لحاظ سے بہت زیادہ تھے، مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور

تشریح و تفسیر اس آیت میں خطاب اگرچہ ان نو مومنین کیلئے ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و محبت کا شرف حاصل تھا مگر چونکہ قاعدہ مقررہ یہ ہے کہ عام الفاظ کا پہلو مد نظر رکھتے ہوئے وہ حکم عام حالت کیلئے مانا جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کو انھیں حکم دیا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو، یعنی اسے یاد کر کے اس پر شکریہ ادا کرو، جب کفار کے بہت سے گروہ اور بہت سے لشکر مل کر تم پر تھما اور جوئے تھے اور ان سب باجمہ نے ظکر لیا کہ تم لوگوں کو دنیا سے باہر بنی ختم کر دیں گے اس مقصد کیلئے کفار پر قریش بنو اسد و غطفان اور بنو قریظہ کے پیوہ و یہ سب اکٹھے اور شیعہ ہو کر مدینہ پر حملہ اور جوئے تھے ان کا ارادہ یہی تھا کہ دنیا سے اسلام اور اہل اسلام سب ہی کو شہر کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی اور ان کے ان لشکروں کے مقابلہ میں اپنے فرشتوں کے لشکر میدان جنگ میں بھیج دیے جنہیں تم لوگ عام طور پر دیکھ نہیں سکتے، مگر بعض حضرات صحابہ نے انھیں دیکھا بھی تھا جیسا کہ روایات میں آتا ہے، غرض خواہ اسے ان کا فزوں کا منصوبہ پورا ہو جانا اور حکم جین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو کچھ ہو جائے تو یہ دین اسلام اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم نعمت ہم لوگوں تک کیلئے پہنچی اس لئے اس غزوہ احزاب (غزوہ خندق) میں اسلام و اہل اسلام کی فتح اور کامیابی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس کامیابی کے حاصل ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی یہ نصرت و مدد ہوئی وہ بھی نعمت تھی ان سب نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اسلام اور اہل اسلام کو ایسے بڑے خطرے سے نکال دیا جب جی بن اخطب یہودی اس وقت کا انعام لینا چاہتا تھا کہ اسے اہل اسلام نے مدینہ سے شہر بدر کر دیا تھا اس کے ساتھ کفار قریش کا لشکر بھی مدد کیلئے آیا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر آمدنی اور ایسے لشکر بھیج دیے جنہیں تم نے بھی عام طور پر دیکھا نہیں تھا۔ یہ صورت حال اس وقت ہوئی تھی جب اہل اسلام بالکل گھرے تھے ان کے پیچھے سیلغ نامی پہاڑی تھی اور سامنے خندق تھی یہ محاصرہ کی شکل پر بندہ دن تک رہی کہ اللہ تعالیٰ نے تیز پروا

سامان جنگ بھی پوری طرح مہیا نہ تھا، موسم شدید سردی کا تھا کہ دانت کی تپسی منہ میں بجتی رہتی تھی لیکن یہ حالت جہلا سلام کی تپھی کچھ پورے ضعف اور کمزور لوگ بہر حال ایسے بھی تھے، ایسے ہی لوگوں کے پیش نظر یہ جلد بھی فرمایا گیا کہ اس وقت ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کیسے نکلے خیال قائم کر کے لگے تھے کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ اب کیا کرتے ہیں اہل اسلام کی نصرت و مدد فرماتے ہیں یا انھیں شکست و ہزیمت سے دو چار ہونا پڑے گا۔ اہل اسلام صبح و سالم بچتے ہیں یا ہلاک ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس وقت اہل اسلام جن خیالات میں غلطیاں تھیں ان کی عجیب و غریب اور بہترین تصویر کشی فرمائی ہے جو حرف بحرف مطابق واقعہ ہے اس وقت اہل اسلام انھیں خیالات میں غلطیاں و جھپٹاں تھے۔

تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال سے پردہ اٹھا دیا کہ یہ جو کچھ بھی تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کا امتحان تھا کہ ان کا ہر ایمان کتنا سچا اور کتنا پاک ہے؟ ان کا اطمینان و اعتقاد ظاہری قوت و شوکت پر ہے یا ہماری نصرت و حمایت پر ہے یہ لوگ ایسے ہوں و خوف کے وقت بھی ہم سے لو لگا گئے ہوتے ہیں یا کہیں ہاپوس تو نہیں ہو گئے ہیں۔ جو لوگ صادق الایمان تھے وہ امتداد ہوں گے وہ ان جھٹکوں سے گھبرائے نہیں ہوں گے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مختلف اسباب کی بنا پر اہل ایمان کو اس وقت بڑے جھٹکا لگ گئے تھے دشمن اپنی قیادت اور ساز و سامان کے لحاظ سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ سامان قیاد میں بھی کم تھے اور کمزور بھی تھے۔ بڑی قیادت غلڈ کی کیا بنی کہ جو جس حکم سیری سے مخروم تھی، خندق اور پہاڑی کے پنج میں یہ لوگ محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ سخت قسم کی سردی پڑ رہی تھی ان کے پاس سردی سے محفوظ رہنے کیلئے کپڑے اور میل و پود بھی مہیا نہ تھے اور عین جنگ کے موقع پر منافقین بنی قریظہ نے عہد شکنی کر دی تھی اور کفار کے ساتھ مل کر ان میں چھپا ہوا کفر ظاہر کر دیا تھا اس قسم کے مختلف اسباب کی وجہ سے صورت حال ایسی ہی ہو گئی تھی کہ اس وقت ان کا گھبراہٹا بالکل لافقاہ نظر آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر ان نعمتوں کی یاد دہانی کر کے شکر گزار کی طیف متوجہ فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندہ دن پر ہے شہا نہیں ہیں جن کا شکر بھی بے شمار ہی ہونا چاہئے اور اس شکر کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ آدمی برکت سے اور نعمت دینے والے سے بھی واقف ہو اور اسے پہچاننے کے بعد زبان و دل سے اس کا شکر و ذکر کرتا رہے، شکر کرنے سے نعمت میں زیادتی ہوتی ہے۔

وَسُكْرًا عَلَىٰ مَوْلَىٰ سَابِقٍ وَلِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



[illegible]

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْغَنِيُّ وَهُوَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اگر اندازہ ترویج کی فضیلت کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس
حدیث شریف سے بھی ہوتا ہے۔ آپ نے حضرات صحابہ کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا
فرمایا کیا کہ میں تم لوگوں کو ایک ایسے بہترین علم کی خبر دے دوں جو خدا تعالیٰ کے نزدیک
سب سے زیادہ پاکیزہ اور خیر سے بھرا ہوا ہو جس سے تمہارے درجے بلند ہوں اور جو
تمہارے لئے اس سے زیادہ بڑھ کر ہو کہ تمہیں سونا پانچویں دیدیا جائے اور اس سے
بھی زیادہ بہتر ہو کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت تم انھیں تکل کر اور وہ تمہیں شہید
کرے۔

حضرت سجادؑ نے اپنے اشتیاق کے ساتھ جواب میں کہا یا رسول اللہ! ایسا کون سا عمل ہے جو اتنی فضیلت رکھتا ہے؟

حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ جو شخص اللہ کے رسولؐ کے احکام کا ذکر مندرجہ بالا مذکور کی تیسری خاص چیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

هَذِهِ آيَاتِي يَكْفِي عَلَيْكُمْ وَمَا لَكُمْ
لَا تُخْرِجُكُمْ مِنْ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
وَكَانَ الْمُشْرِكِينَ سَرِحَانًا

وہاں ایسا ہے خود (ہم) اور ان کے کہنے کے ساتھ
(ہم) تم پر حق ہے اور وہاں جو حق ہے جس کے
اکل ہوں مگر اگر تم یہاں کے (کے) کہیں کہ تم یہاں کے
دشمن کے لئے ہے (اور یہ کہ تم یہاں کے دشمن کے لئے نہیں
ایمان پر رہاں ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے حق میں "فَضْلًا كَثِيرًا" اور مصلحت کے اتفاق اور ارشاد فرمائے ہیں اس کے متعلق کچھ توضیح و تشریح ضروری ہے۔ اہل ایمان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا صلہ و عطا ہے کہ وہ اپنے فرشتوں کے ساتھ اہل ایمان کا ذکر بالحق فرماتا ہے انکی تعریف کرتا ہے اور اپنی وسیع رحمت ان پر مبدول فرماتا ہے۔ اور فرشتوں کا صلہ و دور دروہیجنا ہے کہ وہ اہل ایمان کے حق میں استغفار اور دعا فرماتے رہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے مائین عرش کے بارے میں سورہ مؤمنین (ناعم) میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا يَسْتَوِي سَائِرُ الْمَنَاجِدِ وَالْمَنَاجِدُ الَّذِي فِي الْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۚ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ جَنَّةٍ لَّهُمْ فِيهَا ۚ

آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ اپنے اور فرشتوں کے ”صلوٰۃ“ پر مومنین کی غرض بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اہل ایمان پر صلوٰۃ اس لیے بھیجتے ہیں کہ:

لَا تَجْعَلُوا مَنَاصِبَ أَهْلِ الْإِيمَانِ أَهْلًا لِّمَنَاصِبِهِمْ
 النُّصْرَةُ -

یعنی کفو و شرک کی گمراہی اور معدیت و گناہ کی تاریکی سے نکال کر ایمان و طاقت عطا فرماتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی یہ صلۂ دربار رحمت و استغفار ہی ہے اہل ایمان کے لئے مگر اہل بے نیلگی کا اصل سبب یہی ہے کہ وہ اہل ایمان اپنی دنیاوی زندگی کی جاکت چیزوں سے نجات پا کر کمال ناموس کیاب جوتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی ارشاد درج ہے :

یہ کلمات بالعموم ہیں کہ جتنا | اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر برہان میں
یہ ارشاد فرماتا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام یہ ہے اس ارشاد سے معقولہ
انبار ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ اہل ایمان پر برہان میں اسلئے انھیں اپنی رحمت
سے محروم نہ فرمائیں گے۔ انھیں مبتلائے ظلم نہ فرمائیں گے۔ انھیں نہ خود دنیا میں

یہ سلام اہل ایمان کے لئے امن و سلامتی کا گویا اعلان ہو گا کہ اب تمہیں ہر قسم کے رنج و غم اور خوف و خطر سے پوری طرح امن و سلامتی ہے گی کیونکہ اہل بیت کو کسی قسم کا نہ خوف ہو گا نہ رنج و غم ہو گا وہ تو اولیاء اللہ ہیں جن کے لئے اعلان کیا جا چکا ہے۔
 اَلَا اِنَّ اَوْلٰیاءَ اللّٰهِ لَاصْحٰبُ فَوْثٍ | یہ بات حاتم صحت سن کر کہ اولیاء اللہ کو نہ کوئی حکم کیوں نہ ہو نہ خوف ہو گا نہ ہی انہیں کوئی رنج و غم ہو گا۔
 اس نادر مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی خوشخبری پر یوں ختم فرمایا ہے ارشاد فرمایا
 وَاعْذُ لَكُمْ اَعْذَا کَرِیْمًا

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان اہل ایمان کیلئے عہد و عہد و کرام کا عہد و بدلہ مہیا و تیار فرما رکھا ہے جو بھل جنت انہیں ملے گا۔ واہ سبحان اللہ! اہل ایمان کا یہ کیا زبردست اکرام ہے اور یہ اہل ایمان حضرت مومنین کی کسی کچھ سعادت مندی و خوش قسمتی ہے۔

اہل ایمان کے ایمان ہی کی یہ فضیلت و برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے ذکر کی کثرت اور صبح و شام کی تسبیح و تقدیس کی خوف و شاکش کو دیکھا کہ ان کی فراموشی کی قبول کر کے ایسے عظیم اجر و ثواب کے مستحق ہو سکیں۔

تفصیل میں اصل بات بہت جیل گئی ہے اس کا مختصر خلاصہ ذہن نشین کرنے کے لئے چند باتیں یاد رکھی جائیں۔

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ صبح و شام دن و رات دو پہن دن و رات سے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے یہ مشغولی زبان سے بھی ہوا اور دل سے ہو لیکن اتنی بات یہ بھی ملحوظ رکھیں کہ قضائے حاجت بشری کے وقت زبان سے ذکر اللہ نہ کیا جائے۔

۲۔ اس نادر مبارک میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یہ فضیلت بیان فرمائی ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اس کے حکم سے اس کے فرشتے اہل ایمان پر صلوات بھیجتے ہیں (جب تک تفصیل اور اپنا کچھ ہے)

۳۔ تیسری خاص بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نادر کے ذریعہ عقیدہ نبوت و آخرت کی یاد دہانی بھی فرمادی ہے جو اہل ایمان کا ایک بنیادی عقیدہ ہے، یہ یاد دہانی حجت علیہم السلام پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نادر کے ذریعہ انہیں سلام فرمایا ہے۔

ذلیل و زوردار کریں گے نہ آخرت میں انہیں شرمندہ و شرمسار کریں گے۔
 اس نادر مبارک میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایک عظیم خوشخبری بھی دی ہے وہ یہ کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ جلد اہل ایمان کو بذات خود سلام فرمائیں گے۔

فرماتے ہیں | اہل ایمان میں دن اللہ تعالیٰ سے شرف نصیب
 حَجَّتُمْ یَوْمَ یَلْقَیْکُمْ سَلَامٌ | اہل ایمان کے لئے سلام اس دن اللہ تعالیٰ کا پیشوا ہو گا

اس کی تفصیل متعدد صورتوں میں سامنے آئیگی۔ ایک صورت تو یہ ہوگی کہ ملک الموت جب اہل ایمان کی روح قبض کرنے آئے گا تو قبض روح سے پہلے مومن کو سلام کرے گی اس کے بعد روح قبض کرے گی (قبض روح سے پہلے یہ سلام : ہمارے سلامت تو ہے جی اس کے ساتھ ساتھ شاید یہ رعایت بھی ملحوظ ہوگی کہ سلام کو جو سے مومن ملک الموت سے ملاؤں بھی ہو جائے گا اور کوئی اجنبیت محسوس نہ کرے گا) چنانچہ حضرت برادر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت حَجَّتُمْ یَوْمَ یَلْقَیْکُمْ سَلَامٌ کی تفسیر میں یہ روایت مزی ہے کہ ملک الموت قبض روح کے وقت مومن کو سلام کریں گے اور اس کی روح اس وقت تک قبض نہ کریں گے جب تک اسے سلام نہ کریں گے۔ اور یہ بات بھی حدیث شریف سے معلوم ہوتی ہے کہ فرشتے جنت میں آپس میں جو سلام کرتے ہیں وہ بھی اسلام کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ،

وَالْمَلَائِکَةُ یُحَدِّثُوْنَ عَلَیْہِمْ صَبَاحًا وَ مَآءً | اور جنت میں فرشتے ہر روز جنت سے یہ
 صَلَّیْ قَابَ سَلَامٌ عَلَیْہِمْ بِمَا اَصْبَحْتُمْ | کہتے ہوئے داخل ہوں گے کہ تم کو گوں کو اپنے
 فَبِیْنَهُمْ تَحْفَیْ الدَّارِ | مہر کو جو سے یہاں سلامتی ہی سلامتی ہے۔

بلکہ جنت میں تو خود حضرت جبرائیل و ملائکہ اہل بیت کو سلام فرمائیں گے چنانچہ سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،

لَقَدْ فَرَّغْنَا فَاکِرَکُمْ وَ لَقَدْ فَرَّغْنَا | ان دہلی جنت، کہتے جنت میں (ہر طرح کے بہت
 مَا یَذْخُرُونَ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ | ہوں گے اور تم کو دہا جائیں گے ان کو مل جائے گا
 دِیْتِ شَرِیْہِمْ | اور ہر زبان پر روزگار کو ملے گی انہیں سلام فرمایا جائیگا۔

یہ سلام کامل طور پر روز قیامت ہی میں ہو گا۔

۳ چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ندامت میں مبتلا اہل ایمان کو مغزوۂ جنت دیا ہے
جیسا کہ ایک دوسری آیت میں بھی یہ مغزوہ دیل ہے،

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْكُمْ لَكَاظِمِينَ أَتَتْهُمْ آيَاتُنَا مِنْكَ بَلَدًا بَلَدًا
فَعَسَىٰ أَعْتَابُكَ أَنَّكَ تُبَدِّلُ الْأَمْثَالَ
فَعَسَىٰ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ
نور الدہلوی نے کہا کہ اس آیت کا تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اپنا ایک
نور دیا ہے اور ہر ایک کو اپنا ایک نور دیا ہے اور ہر ایک کو اپنا ایک نور دیا ہے
اور ہر ایک کو اپنا ایک نور دیا ہے اور ہر ایک کو اپنا ایک نور دیا ہے

اللہ تعالیٰ ہم کو ان اہل ایمان والہ اہل تقویٰ سے بنائے جنہیں دنیا و آخرت میں مغزوۂ
جنت دیا جا سکے۔ آمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

باسمہ تین نذر

اس بیان میں کہ زن و شوہر میں تنہائی و یکجائی سے
پہلے ہی اگر طلاق ہو جائے تو عادت نہیں ہے اور یہ کہ
اس صورت میں اگر بوقت نکاح مہر کا ذکر ہی نہیں
ہوا تھا عورت کو مہر کی بجائے متعہ یعنی شوہر کی حیثیت
کے مطابق کوئی چیز دیدی جائیگی

{ سُورَةُ الْحَزَابِ }
{ آیت (۴۹) }
وَعَسَىٰ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ

یا کَافِرُ الْيَوْمَ الْآخِرِ أَنتَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا مِنْكُمْ
الْمُؤْمِنَاتُ مَنَعَتْ كَفَرًا أَنْ يُطَافُوا مِنْكُمْ
فَمَا أَتَاكُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ وَأَنتُمْ كَانُمْرًا
وَمِنْ عَذَابِهَا أَنْ تُكَلَّفُوهَا سَعِيرًا
وَمِنْ عَذَابِهَا أَنْ تُكَلَّفُوهَا سَعِيرًا
وَمِنْ عَذَابِهَا أَنْ تُكَلَّفُوهَا سَعِيرًا
وَمِنْ عَذَابِهَا أَنْ تُكَلَّفُوهَا سَعِيرًا

تشریح و تفسیر
اس آیت شریفہ کی تفسیر و تشریح یہ ہے کہ اگر کوئی عورت
اپنی چاہ سے کہ اہل ایمان کو یہ نذر دے کہ اسے
جاری ہے کہ یہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو اپنا
مہر دے کہ یہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو اپنا
مہر دے کہ یہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو اپنا
مہر دے کہ یہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو اپنا

کونھوت و مباشرت سے پہلے طلاق دیدی جائے تو جو احکام مومن عورت کے لئے بیان ہوئے ہیں وہی احکام کتاب پر کیے بھی جائیں گے (آج کل کی اہل کتاب عورتوں کے متعلق احکام کسی معتبر عالم مفتی سے دریافت کر کے عمل کریں)
 آیت شریفہ میں یہ پوارشاد فرمایا گیا کہ ﴿مَنْ طَلَّقَ مَخْضًا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوْهُنَّ﴾
 رحمہ اللہ غلط تعبیر یا مباشرت سے پہلے ہی طلاق دے دو (آیت شریفہ میں مباشرت کیلئے بطور کنایہ مَسَّ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے لغوی معنی ہاتھ لگانے اور چومنے کے ہیں لیکن کنایہ کے طور پر یہ لفظ مباشرت کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے یہاں مباشرت ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے نزاویہ سے یہ کہہ ان سے جماعت و مباشرت یا غلط صحیح ہوئے سے پہلے ہی طلاق دیدو۔

طلاق سے مطلب یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے یوں کہے کہ "أَنْتِ طَالِقٌ" (تجھ کو طلاق ہے) یا "لَقَدْ طَلَّقْتُكَ" (میں نے تجھ کو طلاق دیدی) یہ الفاظ تو صریح لفظ کے ہیں بعض دوسرے الفاظ بطور کنایہ طلاق کیلئے بولے جاتے ہیں مثلاً شوہر کہے "لَا تُجِبُوْا أَلَيْسَ" (اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا) اور یہ کہتے ہوئے وہ نہ تو صریح طلاق ہی کی نیت کئے ہوئے ہو تو اس سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی اس قسم کی طلاق کو طلاق کنایہ کہتے ہیں ایسے الفاظ سے طلاق درست نہ کیلئے دل میں طلاق کی نیت و ارادہ بھی ہونا چاہئے طلاق کی نیت خیر طلاق واقع نہ ہوگی۔

طلاق کی پہلی صورت جو مذکور ہوئی (أَنْتِ طَالِقٌ يَا لَقَدْ طَلَّقْتُكَ) یہ طلاق صریح کہلاتی ہے اس میں نیت بونیکش شرط و قید نہیں ہے اگر کوئی شخص بیوی سے یوں ہی کہے دیتا ہے "أَنْتِ طَالِقٌ" اور اس کی نیت طلاق کی بالکل بھی نہیں ہے تو بھی طلاق پڑ جائے گی چاہے وہ یہ بھی کہے کہ میں تو توں ہی مذاق میں کہہ رہا تھا پھر بھی عورت مطلقہ ہو جائی۔
 حدیث شریفہ میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے
 مَا كَلَّمَكَ مِنْ جَنْبٍ جَنْبٌ فَكَذَبْتَ لِقَتُكَ
 مَا كَلَّمَكَ مِنْ جَنْبٍ جَنْبٌ فَكَذَبْتَ لِقَتُكَ
 میں بھی بڑھ کر کہتی ہوں جی، طلاق، غلام کو آزاد کرنا اور رجعت کرنا۔

اس موقع پر اشارہ کرنے کے اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ:

یہی ایک دین ہے جو عدل و درم سے بھرے ہوئے احکام و قوانین پر مشتمل ہے اور یہاں ایمان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول بلکہ قائم الایمان مانتے ہیں جو تمام دینوں کے انبیا کیلئے مبعوث ہوئے ہیں ان کے بعد کوئی بھی رسول و نبی نہ آئے گا۔

ایسے ہی اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے اس انداز کے ذریعہ مخاطب فرمایا ہے اور انھیں اپنی شریعت کے احکام میں سے ایک حکم کی تعلیم دی ہے وہ حکم یہ ہے کہ:

جو شخص اپنی منکوحہ شری بیوی کو مباشرت و غلط سمجھو سے پہلے ہی طلاق دیدے تو اس کے لئے یہ بات حق نہیں ہے کہ وہ اس عورت سے عدت کے دن بھی پورے کرے بلکہ اس کے ذمہ صرف یہ ہے کہ وہ عورت کو کچھ مال یا کچھ سالانہ دیگر حسن سلوک کے ساتھ اسے گھر سے رخصت کرے۔ ایسی عورت پر رجعت غلط و مباشرت سے پہلے ہی طلاق دیدی گئی ہو (کوئی بھی عدت نہیں ہے۔ کیونکہ عدت کا وجوب اسی وجہ سے ہے کہ عدت کے درمیان یہ بات متین ہو جائے گی کہ عورت کو حمل ہے یا نہیں؟

فلاحیہ کے عمل کے بارے میں اس اطمینان کی ضرورت اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ زوجین میں غلط و تنہائی ہو چکی ہو اور نہ رجعت صورت میں جو حکام کے درمیان تنہائی و غلط نہیں ہوتی ہے اسلئے حمل کا امکان بھی نہیں ہے۔ جب حمل کا امکان ہی نہ رہا تو عورت پر عدت بھی واجب نہ ہوگی۔ یہی حکم اس آیت شریفہ میں بتایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا طَلَّقْتُمُ
 الْمُؤْمِنَاتِ

عربی زبان میں نکاح کا لفظ عقد نکاح کہلے بھی بولا جاتا ہے اور نکاح کے بعد بیوہ یا مباشرت و تنہائی سے کہلے بھی بولا جاتا ہے اور قرآن مجید میں زیادہ تر ایسے عام مفہوم کیلئے استعمال ہوا ہے جس میں عقد نکاح اور مباشرت دونوں ہی مراد ہوسکتے ہیں لیکن اس آیت میں لفظ نکاح صرف عقد نکاح ہی کے لئے میں استعمال ہوا ہے یہاں اس معنی میں یوں گے کہ اسے ایمان والوں جو تم مسلمان عورتوں سے عقد نکاح کرو اور غلط و مباشرت سے پہلے انھیں طلاق دیدو۔

آیت شریفہ میں منکوحہ عورت کیلئے "مومنات" کا لفظ عام صورت حال کے پیش نظر بیان کیا گیا ہے ورنہ یہی حکم کنایہ (اہل کتاب عورت) کا بھی ہے اگر کنایہ

فَمَّا لَمْ يَنْصَرِفْ مِنْ حَيْثُ كَانَ
تَوَجَّهَ إِلَى الْمَدِينَةِ
نہر منبہی کوئی حدت ان پر نہیں ہے
تم شاکر کرو۔

مروکہ یعنی بالکل نہیں ہے کہ وہ مطلقاً غور سے ہے اس نے غلبہ مجھ سے پہلے ہی
خلق و دیدی ہے کسی حدت کا مطالبہ کرے نہ ایک دن کی حدت نہ ایک مہینہ کی حدت کسی
ترم اور کتنی ہی حدت کی حدت کا مطالبہ نہیں کر سکتا کہ جو بخدا پر یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ
حدت کی علت و غرض محل ہی سے ہے جو غور سے حدت کے ساتھ غلبہ مجھ سے ہی ہوئی ہو اس
لئے محل کی بات تو سچی ہی نہیں جاسکتی البتہ ایسی غور سے حدت تو خلق ہی کے روز و سہری
شادی کر سکتی ہے اس کے لئے اس میں مطلق حرج نہیں ہے۔

ایسی غور سے حدت کا ایک دوسرا حکم ان کے لئے ہے یہ بیان فرمایا کہ وَمَنْ يَخْلُقْ
ایسی صورتوں کو کہ مال یا کوئی سامان ویدیا کریں

شروع میں اس مال و سامان کو متوجہ ہیں جس کا مطلب یہی ہے کہ مردانی حیثیت
و وسعت کے مطابق اسے کچھ مال و سامان دیدے اگر مردانہ لایا ہے تو اس حیثیت کے مطابق
دے اور اگر تنگ گت و غریب ہے تو اس کا قیاس دے اس متدکی تعین قاضی کرے گا
اگر باجمہ رضامندی سے متدکی تعین نہیں ہوتی ہے۔

اور ایسی غور سے کہ جسے غلبہ مجھ سے پہلے طلاق و ید کی گئی ہو) متد وینا اس وقت
واجب ہے جب بوقت نکاح مہر مقرر نہ ہوا ہو، اور اگر نکاح کے وقت کوئی مقرر
ہو چکا تھا اور غلبہ سے پہلے ہی طلاق ہو گئی تو غور سے نصف مہر دیا جائے گا جیسکہ
اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں بیان فرمادیا ہے،

وَرَأَوْا طَلْفًا يُولَدُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْصَرِفَ
وَقَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَهُمْ هَبْءًا مِنْ طَرَفِ الْمَوْلَاةِ الَّتِي كَانَتْ لَهُمْ
مَّا فَتَرَ ضَمُّ الْكَافِ أَنْ يَخْفَوْا
اور جب اپنی بیویوں کو غلبہ سے مباشرت ہے
پہلے ہی طلاق دیدے اور مالا مالک ان کیلئے ہر
مقرر کر کے لئے تو جو مقرر مقرر ہے اس کا نصف
ادار و مقرر ہاں یہ کہ وہ غور میں معاف کر دیں۔

یعنی وہ غور میں از خود نصف مہر سے کم کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے
بہت کم نکاح کی ذمہ داری ہے یعنی شوہر از خود پورا مہر اپنے ذمہ قبول کر لے تو پھر
یو را ہی مہر دیا جائے۔

آیت شافعیہ میں آخری حکم یہ دیا گیا ہے۔
وَسَيَكُونُ مِنْكُمْ مَنْ لَا يَفْقَهُ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ
انہیں جو مرد و کہ وہ مال باپ اور عزا و ذائقہ میں جہاں چاہیں جاسکیں ان کا راستہ
نہ رکون انہیں کوئی تکلیف دو۔ اور جو شخص اپنی مطلقہ غور سے کوئی شرعاً گھڑت نکالے
جیسے اسے گائی دیکر یا شرعاً وارد لائے ہوئے نکالے یا اس کا مہر دے لے جبکہ مہر مقرر
را ہو یا نہ ہو تو دوسرے جبکہ مہر مقرر نہ ہو تو یہ سب صورتیں معصیت کی ہیں اس شخص
نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اس پر تو یہ کرنا واجب ہے۔ یہ شخص تو صاحب ایمان
ہے صاحب ایمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تو محال ہے نہیں کرتا ہے۔

آخر میں اس بات کا حکم فرمایا کہ جو غلبہ میں نہیں لیں تو اس نے اسے الی میں اہل ایمان
کو نہ مانے گئے ہیں۔

۱۔ غلبہ مجھ سے پہلے ہی طلاق دینا شرعاً اور درست ہے۔

۲۔ غلبہ مجھ سے پہلے ہی طلاق دینے والی غور سے کسی صورت میں بھی حدت
نہیں ہے وہ کسی روز و سہری نکاح کر سکتی ہے اس میں کوئی حرج و مضائقہ نہیں ہے۔

۳۔ شخصی سے پہلے طلاق کی صورت میں اگر مہر مقرر تھا تو نصف مہر واجب ہو گا اور
اگر اس معاملہ میں دونوں متفق نہ ہوں تو قاضی فیصلہ کرے گا۔

۴۔ طلاق ہو جانے کے بعد غور سے کو نہ کرنا جائز نہ پر لیا نہ کیا جائے اب
اسے تکلیف دینا اور سنا حرام ہے۔

۵۔ متد وینا جرح طلاق کیلئے مشروع ہے لیکن جس غور سے کا مہر مقرر ہوا ہو اس کے
لئے متد کی ادائیگی واجب ہے۔

۶۔ حدت کی تفصیل یہ ہے کہ جس غور سے کا جس نے اس کی حدت طلاق تین ماہوں میں ہے
اور طلاق کا وقت سخاں نماز طہریت میں بیٹھتی ہوئی ہو۔ اور جس غور سے کو کم سن یا زیادہ

نہ ہو جائے گی جو جسے طلاق دے گا تو اس کی حدت تین مہینے ہوگی اور عاقل غور سے کی حدت و وضع
محض ایک مہینہ کی حدت ہے یا تین ماہ کی۔ اور جو عورت کی حدت مالا مال کیلئے وضع محل اور

غیر مالا مال کیلئے چار مہینے دس دن ہیں جس منسلک بہر حال قابل لغو ہے اللہ تعالیٰ
محسن منسلک کرنا والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ (وَأَخْرَجُوا مِنَ الْغَيْبِ الَّذِينَ كَانُوا مِنَ الْغَيْبِ)

رَسُولَ اللَّهِ وَلَا اَنْ تُنْكِحُوا اَزْوَاجَكُمْ
مِنْ بَنِيكُمْ ذَا الْقُرْبَىٰ
مَنْ اَنْ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝

تشریح و تفسیر ان آیات میں معاشرت کے بعض آداب بتائے گئے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے آداب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج و مطہرات کے آداب، ان سے پردہ کرنا یا کیا ہے ان کے ساتھ نکاح کی حرمت و دائمی بنانی گئی ہے ان امور کو مہذب و محترمہ اذلیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

۱۔ آیت حجاب (پردہ کا حکم آنے) سے پہلے یہ طائفہ تھا کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں چلے جایا کرتے تھے، ایک موقع پر لوگ کچھ زیادہ دیر تک اندر بیٹھے گئے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی مگر آپ اُٹھائے ان سے کچھ فرمایا گئے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ:

اسے اہل ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں بغیر اجازت داخل نہ ہو کر اور اجازت ہونے پر داخل ہو تو ان کے برتن دیکھتے ہوئے داخل نہ ہو کھانا تیار ہونے سے پہلے داخل نہ ہو اور کھانا کھا لینے کے بعد پھر وہاں نہ ٹھہرو یا پھر نکل آؤ۔ اسے گھروں کو چلے جاؤ اپنے کاموں میں لگ جاؤ۔ کھانا کھا لے کے بعد وہاں باتوں میں نہ لگ جاؤ، اس طرح تیار رہی بیشک یہی ہو جائیگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت و تکلیف کا سبب بنے گی کہ وہ کام لایو جسے تم سے یوں نہ کہہ سکیں کہ آپ لوگ اپنے چلے جائیں اور خود تکلیف اٹھاتے رہیں لیکن اللہ تعالیٰ تو حق بات میں کوئی زور دیت نہیں کرتا لہذا وہ تو کون کو یہ ادب سکھا رہا ہے کہ دعوت و غیرہ کے موقع پر دقت سے پہلے گھر میں نہ داخل ہو اور رکھنے کے بعد وہاں سے فوراً منتشر ہو جاؤ۔

۲۔ دوسرا ادب ہے کہ تم میں سے کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو بی بی (دینی مسئلہ اور کوئی بات) پوچھنا چاہے یا ان سے کوئی چیز کھلنے

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام واجب ہے

آپ کو ذرا سی تکلیف پہنچانا حرام ہے،

آپکی وفات کے بعد ازواج مطہرات کے

نکاح حکرام ہے

①

سُورَةُ الْأَحْزَابِ {
آت (٥٢)
أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یَا رِجْسَ الَّذِینَ اَسْقُوا لَآ اَکْدَ خُلُقًا
مُحِبِّتِ السَّيِّئِ اِلَّا اَنْ یُؤَدَّوْا لَکُمْ
اِلٰی طَعَامِ غَیْرِ نَاطِلِیْنِ اِنَّہٗ وَلَکِنْ اِذَا
دُعِیْتُمْ فَاَدْخُلُوْا اِذَا اُطْعِمْتُمْ فَاشْبَعُوْا
وَلَا تَمْسِیْہِیْنَ بِحَدِیْثِہٖ اِنَّ ذَٰلِکَ کَانَ
یُؤَدِّی السَّيِّئِ فِیْکُمْ سَبْحًا وَرَآءُ اللّٰہِ لَا
یَسْتَجِیْبُ مِنْ الْحَیِّ وَاِذَا سَأَلْتُمْہُنَّ
مَتَٰ اٰتَا کُنَّ اَسْأَلُوْکُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ
ذَٰلَکُمْ اَطْفَرُ لِقَآؤِکُمْ وَلَیْکُمْ وَاَلَوْ کُمْ
مَآ کَانَ لَکُمْ اَنْ تُوَدَّوْا

جیتے کی یاد کو کچھ ہمارا گنگا چلہ ہے تو پردہ کی ادھ سے ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مگر
یوہ بھی خودی بیان فرمادی ہے کہ یہیں پردہ سوال کئے ہونا چاہیے کہ اس صورت
میں تنہا رہے دلوں کی بھی پاکیزگی ہے اور ان ازدواج مطہرات کے دلوں کی بھی پاکیزگی
ہوگی کسی قسم کے برے خیالات پیدا ہونے سے بدری احتیاط اور بچاؤ رہتے کیونکہ انسانی
فطرت ہے کہ جب کوئی مرد کسی عورت سے یا کوئی عورت کسی مرد سے بات کرتے ہیں تو بے
ارادہ ہی ایک تحریکی سی ہو جاتی ہے اس تحریک سے ڈر کوئی ، خالی ہونا ہے ، ڈر کوئی
عورت اس کا سدباب صرف اسی طرح ہو سکتا ہے۔

۴۔ یہ حکم ہے کہ ایسی تمام باتوں سے اجتناب و پرہیز فروری ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ اذیت و تکلیف کا سبب ہوں۔

آیت کا قابل فہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مسلمانوں کو ایسا فرمان دیا
 ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایذا بر رسول کی کوئی صورت بھی وقوع پذیر نہ ہو جیسے
 کوئی محال بات وقوع پذیر نہیں ہوتی ہے اسی طرح اس ایذا تکلیف کے وقوع کو بھی
 امداح بن کی طرح سمجھ کر کسی جہت پر اور کسی صورت سے بھی اس کا وقوع نہ ہونے
 اور ختم فرمودی ہو چو کہ کیا وہ مسلمان جو غصہ و غلیظ علیہ وسلم اپنی جان اپنا مال و اپنے
 عرق و فکد کی قربان کرے تو تیار ہو گیا اس سے یہ امید ہوتی ہے کہ وہ اپنے علی اللہ
 علیہ وسلم کیلئے اذنی سے اذنی تکلیف و اذیت کا سبب نہ بنے اور اگر کسی کے گمراہی ہو جائے
 میں ہو سکتا۔

۴۔ آیت شریک کی جو بھی تفسیر ہو کہ حضور نبی اسلام علیہ وسلم کی ازواج مطہرات جو اہمات المؤمنین ہیں ان سے نکاح مطہروں کیلئے واجب اور ہر حرام قرار دیا گیا ہے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی کسی کلمے جان نہیں کہ وہ ان سے نکاح کر سکے جس طرح سب مسلمان کی ماں اس پر حرام ہے۔

چونکہ یہ کچھ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی و روحانی اذیت و تکلیف کا سبب نہ بن سکا اس لئے اسی موقع پر (جہاں آپ کو ایذا و تکلیف پہنچنے کی حرمت بیان کی جا رہی ہے) یہ حکم بھی بیان کر دیا گیا اور یہ بتا دیا گیا کہ اگر کوئی ایسا فعل کرے کہ آپ کو تکلیف پہنچے تو اس سے جس کی سزا بھی بڑی جہاد کی ہوگی۔

اسلام میں حجاب پروردگار کے احکام ایک ترتیب و تدریج کے ساتھ آئے ہیں۔ ان میں پہلی آیت یہی مذکور ہوا ہے۔ پروردگار کے احکام کی ابتداء اسی آیت سے ہوئی ہے۔

...مُخْلِ الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کا حکم

{ سُورَةُ الْأَحْزَابِ }
وَقَوْفُوا لِلَّهِ عَلَى صَلَواتِهِ
وَسَلَامِهِ الرَّحْمَةِ

اِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَيْكَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِرَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّهِمْ هِيَ الْبَرَكَةُ الَّتِي فِيهَا تَعْلَمُونَ
عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِرَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّهِمْ هِيَ الْبَرَكَةُ الَّتِي فِيهَا تَعْلَمُونَ

تشریح و تفسیر | اس آیت مبارک کی کرامت و عظمت کا اعجاز اس بات سے
گواہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اہل ایمان کو جس قسم بہمان
کا حکم دینا چاہا ہے اس کا حکم دینے سے پہلے ہی یہ اعلان بھی فرما دیا ہے کہ یہ اس خصوصیت
کا حامل ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی اس میں مشغول رہتے ہیں۔

چنانچہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا مَا كُنْتُمْ عَلَيَّ
اِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ اِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّمَن عَدِلَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا یعنی اللہ تعالیٰ اہل
ایمان کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت و سلام کا حکم دینے سے پہلے ہی یہ اعلان
فرمایا بھی فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت
بھیجتے ہیں البتہ اسے اہل ایمان تم بھی ان پر رحمت و سلام بھیجا کرو۔

خود فرمائیے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی دیکھئے : فرشتوں کی تقدیس اور انکی طہارت

دیکھئے اور یہ دیکھئے کہ اس آیت میں کس طرح ہم اہل ایمان کو ان کا ہم مشغول بننے کا
شرع بخشا جا رہا ہے یہ شرف و کرامت ہر قسم کے شرف و کرامت سے کس درجہ بڑھا ہوا ہے
اس کا اندازہ لگا بھی ہم اسے آپ کیلئے مشکل ہے بلکہ چاہئے تو ہم آپ کی ذات بابرکات
پر صلوٰۃ و سلام بھیجئے والے کی رفعت و بلندی اور اس کی شرافت و سعادت و خدی کا تصور
بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اس کی صلوٰۃ و سلام کی یہ مشغولی ایک ایسے مشغول کی مشغولی ہے
جس میں خود خالق کائنات بھی مشغول ہے البتہ اہم تو اس کے قبور سے ہی بخیر کا اعتراف
کرتے ہوئے ان الفاظ میں ہے یہ درود و سلام پیش کرتے ہیں :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مَا ذَكَرْنَاكَ الَّذِ الْاَكْبَرُ ذُوْنِ وَعْقَلٍ عَزِیْزٍ ذُو الْوَلَدِ
الْعَاقِلُوْنَ (اے اللہ آپ پر رحمت و سلام اس وقت تک بھیجئے رہتے جب تک آپ کا
ذکر کر رہا ہوں آپ کا ذکر کرتے رہیں اور آپ کے ذکر سے غافل نہ رہنے والے آپ کی غفلت
برستے رہیں)

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کیا اس صلوٰۃ کا ایک لفظ والا لگایا ہے اور وہی ایک لفظ
اللہ تعالیٰ کیلئے بھی احوال ہوا ہے وہی فرشتوں کیلئے بھی آیا ہے اور اہل ایمان کو بھی
اسی کا حکم دیا گیا ہے تو ہر جگہ اس کے معنی ایک ہی ہیں یا الگ الگ ہیں ؟ اس سوال کا
جواب مندرجہ ذیل ہے :

۱۔ صَلَّوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّوْا عَلَى النَّبِيِّ یعنی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف فرما کر آپ اپنی رضامندی کا اعلان
و اظہار فرمایا ہے۔

۲۔ صَلَّوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّوْا عَلَى النَّبِيِّ یعنی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتوں کی صلوٰۃ کا مطلب
یہ ہے کہ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قسم کے عباد و بخشش کی درخواست کرتے ہیں۔

۳۔ صَلَّوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّوْا عَلَى النَّبِيِّ یعنی صلی اللہ علیہ وسلم پر اہل ایمان کے صلوٰۃ و سلام
کا مطلب آپ کی رحمت شان کا اعتراف اور اللہ تعالیٰ کے واسطے سے آپ پر اس کی رحمت کو
متوجہ کرنے کی درخواست ہوتی ہے۔

اب ایک دوسرا سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجئے گا اہل ایمان
کیلئے کیا درجہ رکھتا ہے ؟ جواب یہ ہے کہ آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا عمر میں ایک بار تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا حرام ہے
اور یہود کی مشابہت حرام ہے کہ
انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ایذا
پہنچائی تھی

{ سُورَةُ الْحَزْبِ [آیت (۶۹)] }
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السَّيِّئَاتِ

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جنہوں نے
کے اَلَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السَّيِّئَاتِ
وَمَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذِكْرًا وَمَا يَذْكُرُونَ
اور اللہ تعالیٰ نے ان کی برائی اس بات سے ظاہر کر دی
جو انھوں نے کئی کئی بار کی اور اللہ کے نزدیک بڑے جہنم

تشریح و تفسیر
ایات بارگاہہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان ہی کو جو
غلاب فرماتے ہیں تو صرف ان کے ایمان ہی کی وجہ سے ہیں
خطاب کیا جا تا ہے کہ چونکہ یمن بنی و در حقیقت زندہ ہے جو سنا ہے اور سمجھتا ہے کہ
کام کرتا ہے نہ کہ لے کے کام نہیں کرتا اس کی صدا حیات حیات تک نہیں ہے برخلاف اہل کفر
کے جنھیں نہ توانا دی جاتی ہے نہ انھیں احکام شرعیہ کا پابند کیا جاتا ہے وہ تو صرف
ایمان ہی کے مکلف بنائے جاتے ہیں جب ایمان لے آئیں گے تو وہ اس بات کے

اہل ہوں گے کہ انھیں احکام شرعیہ کا پابند اور امان و نواہی کا مکلف بنایا جائے گا
اس وقت وہ اہل ہوں گے کہ انھیں ڈرایا جائے تو ڈریں، خوشخبری دی جائے تو مسرور
محسوس کریں اور خوش ہوں، سکھایا جائے تو سیکھیں، بھیجا جائے تو نکلیں۔
اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے اللہ تعالیٰ آمَنُوا فرما کر اہل ایمان کو مخاطب
فرماتے ہیں وہاں اسی ایمانی حیثیت کی یاد دہانی مقصود ہوتی ہے جو یا اللہ تعالیٰ یوں
فرما رہے ہیں کہ اے وہ لوگو! جو اللہ کے رب ہوئے پر ایمان رکھتے ہو، اسلام کو دین
لے رہے ہو اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول لے رہے ہو! دیکھو تم ان لوگوں سے
بڑے ہو! انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا پہنچائی تھی خبردار ہمارے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو ایذا نہ پہنچانا۔

اللہ تعالیٰ کی طاعت سے اہل ایمان کو یہ ہدایت کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا
پہنچانے میں ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جنھوں نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو ایذا پہنچائی
تھی لہذا احتیاط اور حفظاً مقدم کے طور پر دی گئی ہے، عام تفسیروں میں اس آیت کا
سبب نزول واقعہ انک (منافقین نے ازراہ شراعت و ایذارسانی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ
عہما عنہما پر افتراء و بہتان تراشی کی تھی وہ واقعہ انک کے نام سے مشہور ہے) کو نہیں
قرار دیا گیا ہے بلکہ اس حدیث احتیاط اور حفظاً مقدم پر مبنی مخالفت صحابہ کبار کیسے
ناخصل اور کج انجرازی ہے اس موقع پر اس آیت کے سبب نزول کے طور پر تفسیر انک
کا ذکر فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ

اس آیت کے نزول کا سبب وہ بہتان ہے جسے رئیس المنافقین ابن ابی نے
مشہور کروایا تھا جس میں کچھ اہل ایمان بھی غلط فہمی و دیگمانی کا شکار ہو گئے تھے
جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اور بعض دوسرے لوگ بھی شامل
ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان کی نسبت سے خطاب فرمایا تاکہ ہر مومن مرد و عورت
کو شامل ہو جائے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا مطلقاً حرام ہے وہ
ایذا کسی کی طرف سے ہو اور کسی بھی قسم کی ہو حرام ہی ہے۔
چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بہتان باندھنا اور بہت طرازی کرنا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رحمت روحانی و قلبی اذیت کا جب محاسبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو
تم دور کرنے اور آپ کو غسل دینے کے لئے یہاں پہنچا تو اس کا ذکر فرما دیا
ہو انھوں نے خود اپنے پیچھے کھینچ کر ڈالی تھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

بنی اسرائیل کے معاشرے میں رواج یہ تھا کہ مرد باجمہ ننگے ہنایا کرتے تھے حضرت
موسیٰ علیہ السلام باعزت و وقار اور شریف طبع اور احسانیت و عقل خاندان میں تنہا
مسل فرمایا کرتے تھے بنی اسرائیل کو انکی یہ حیاداری پسند نہ آتی تو انھوں نے یہ مشہور
کر دیا کہ ان کے فوط میں دم بہتہ بہتہ روئیل کا مرض مبتلا ہے جس کے ساتھ بڑبڑ
ہو کر نہیں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کو یہودی قوم کی عیبت تراشی سے حضرت موسیٰ کی عزت ظاہر کرنا منظور تھی
ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا کنارے کسی پتھر پر کھڑے تھے کہ دریا میں تنہا نہا رہے
تھے۔ نہا کر اپنے کپڑے لینے کیلئے دریا سے باہر نکلے تو وہ پتھر پر کھڑے سمیت وہاں سے بھاگے
لگا آپ است واز دینے رہے اسے پتھر میرے کپڑے اور اسے پتھر میرے کپڑے تو دوسے مگر
پتھر جھانکا ہوا ایسی جگہ تک پہنچ گیا جس میں بنی اسرائیل کا جمہ موجود تھا حساب نے آپ کو
پرہیز حالت میں دیکھ لیا آپ سب کو یقین ہو گیا کہ وہ آپ کے خلاف ہے فیذاہر گمانی
اور انہرام تراشی کر رہے تھے۔

بنی اسرائیل نے اس مشہور واقعہ کے طرہ و حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک عیبت یہ
بھی لگائی تھی کہ چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مددگار ہیں
نرم مزاج تھے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام انھیں جیل کو پرے لے گئے اور وہاں
تنگنائی میں انھیں قتل کر دیا۔

یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خواہ بہت لگائی ہو یا بہت لگائی ہو جو
پہلے مذکور ہوئی اور سند کتب حدیث میں بھی مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں
اس سے بری دہلے داغ دکھلا دیا وہ اللہ کے نزدیک باعزت و وقار تھے اللہ تعالیٰ
سے جو وہاں جھگڑے پوری ہو جاتی تھی اس سے بڑے کے اور کیا بات ہوگی کہ اللہ تعالیٰ
نے ان کی یہ بات بھی سن لی کہ انکی خواہش و سفارش میں کہ حضرت ہارون علیہ السلام
کو نبوت عطا فرمادی اور یہ سب صرف اس لئے تھا کہ وہ روحانی و اخلاقی کمال سے

حاصل تھے۔

اس موقع پر وہ بات بھی یاد کرنی چاہئے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ درخواست کی کہ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ
مجھ کو مستجاب الدعوتہ (مستجاب الدعوتہ جس کی ہر دعا قبول ہو جاتی ہو) بنا دیں تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنی کمائی پاک رکھو تمہاری دعا قبول ہوا کرے
گی چنانچہ وہ مستجاب الدعوات مشہور تھے۔

وَصَلَّى رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور سیبھی سچی بتا کرنا واجب ہے

{ سُورَةُ الْكَافِرَاتِ }
{ آیتان (۴۰-۴۱) }
يَسْأَلُكَ الَّذِينَ آمَنُوا الْفَقْرَ اللَّهُ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیبھی (دست)
وَقُولُوا أَقُولُ لَا مَسَدَ لِيذَا يَفْضِلُ اللَّهُ
بات ہو کر۔ اللہ چاہے اعمال درست کر دے
أَعْمَلُ لَكُمْ وَتُفْضِلُ لَكُمْ ذِكْرَكَ
اور چاہے گناہ بخش دے اور جو کوئی اللہ رسول
وَمَنْ يَفْضِلْ اللَّهُ فَمَا لَهُ مَسَدٌ فَقَدْ
کی طاقت کرے گا تو وہ بڑی کامیابی سے بہرہ
فَأَمَّا قَوْلُهُمْ أَفْضِلْنَا

تشریح و تفسیر
اللہ تعالیٰ نے اس غلام ایمانی میں اہل ایمان کو خطاب فرما کر
انہیں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کہ جو تکوینی تقویٰ
کی بدولت انسان درحمان خالق و مخلوق اور عابد و معبود کے مابین رشتہ ولایت
دوستی استوار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس کے دست ہو جائیں پھر تو وہ کسی اور سے ڈرے گا نہ ہی اسے
کوئی رنج و غم ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے جو شخص دشمنی و عداوت کرے گا تو وہ کبھی ایمان
ہو گا نہ مسر ہو گا۔

اس موقع پر تقویٰ کی حقیقت سمجھ لینی چاہئے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا

خوف دل میں اس حد تک پیدا ہو جائے کہ وہ ڈرسے والا انسان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری
کے سوا اسکی نافرمانی کا ارادہ بھی نہ کر سکے اور تقویٰ کا یہ جذبہ اسے اس بات پر بھی
آمادہ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا علم حاصل کرے تاکہ اسے یہ معلوم ہو جائے
کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کن باتوں اور کاموں کا حکم دیا ہے جن کی اسے ادائیگی کرنی
ہے اور کن باتوں اور کاموں سے منع فرمایا ہے جن سے اسے بچنا اور دور رہنا ہے۔ کوئی
عقائد دل نشیں کرنے میں اور کون سے عقائد دل سے نکالنے میں اس کام میں برابر
وہ اپنے نفس سے سخت و مجاہدہ کرنا ہے۔ یہاں تک کہ اسے پوری طرح انشراح صدر
اور طمانیت قلب حاصل ہو جائے اور اب اس کی ساری فوضی اور سارا غم اللہ تعالیٰ کی
طاقت و معیت پر منحصر ہو جائے کہ اسے اب صرف اللہ تعالیٰ کی طاقت ہی سے فرحت و
مسرت حاصل ہو اور اس کا غم اللہ تعالیٰ کی معیت کے ارتکاب ہو جسے ہو اب اس کا
ایمان صرف یہ ہو کہ اللہ راہ را بیان ہو، قضاء اللہ پر رضا ہو، عطا اللہ پر قناعت ہو،
وہ اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی، اللہ کی ہر عطا پر قناعت کرے والا ہو جائے جیسے کہ حدیث
شریف میں ایک دعا تعلیم فرمائی گئی ہے۔

اے اللہ میں تجھ سے اپنے نفس کا سوا کرتا ہوں
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَعِيْذُكَ فَتَقَطُّعُ
جو تیری عطا پر ایمان رکھے، تیری قضا پر
قُوْمِيْنَ بِلِقَائِكَ وَتَسْرَحُنِيْ بِقَضَائِكَ
راضی رہے اور تیری ہر عطا پر قناعت کرے۔
وَقَتْلُكُمْ بِمَعْلُومَاتِكُمْ
آیت شریفہ میں اہل ایمان کو تقویٰ کا حکم دینے کے بعد انہیں دوسرا حکم دیا گیا
ہے۔ وَقُولُوا أَقُولُ لَا مَسَدَ لِيذَا يَفْضِلُ اللَّهُ
صاحب ایمان مسلمان وہی ہے جو ایمانی ہی بات کہے جو درست ہو، سچی ہو، مفید ہو
نقصان والی بات نہ ہو اس کا انجام و نتیجہ بھی اچھا ہو یا بے بعض حضرات نے اس
قول سدید کا مفہود ان کا دل پر لے کر بتایا ہے اور کہا کہ قول سدید لَا لَالَةَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ
سر رسول اللہ ہے۔ بعض لوگوں نے سدید کا مطلب صحیح ارادہ بتایا جس کا ظہر و باطن
ایک ہو، بعض لوگوں نے کہا سدید اسے کہیں گے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و
فرمانبرداری کیلئے کیا جائے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس قول سدید کا حکم دیا ہے اس پر
یہ تمام ہی تقریبات صادق آتی ہیں۔

دیا ہے کہ میں تم سب کو حکم دوں کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور سیدھی بھی بات
کہا کرو۔ پھر آپ نے عورتوں کو مخاطب فرمایا اور ان سے بھی یہی بات دہرائی کہ
اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور سیدھی بھی بات کہا کرو۔
اللہ تعالیٰ ہی کیلئے تمام نعمتیں ہیں جو اپنے بندوں پر مہربانی فرماتا ہے۔



اب تاہل خوربات یہ سب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تقویٰ اور قبولِ سدید کا
جو حکم دیا ہے اس سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ تو ابھی طرح سمجھ لیجئے اور زندگی میں
کر لیجئے کہ اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے۔

ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ ہمارے اعمال کی اصلاح ہو جائیگی اور دوسرا فائدہ یہ
ہوگا کہ ہمارے گناہوں کی مغفرت و بخشش ہو جائیگی اور ان دو فائدوں کے حاصل
ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیں دوزخ میں سعادت و کامیابی حاصل ہوگی۔ اور اصل
راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ایسی چیز ہے جسے پاکیزگی نفس کا ضامن کہنا چاہئے
پاکیزگی نفس اسی تقویٰ ہی سے حاصل ہوتی ہے اور آخرت کی سعادت مندی پاکیزگی نفس
کے بغیر مل نہیں سکتی ہے جس کا نتیجہ یہی تو ہوگا کہ آخرت کی سعادت مندی کا اصل دار و مدار
تقویٰ پر منحصر ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: **كَذَٰلِكَ أَكْفَلْتُم مِّنْ ذَٰلِكُمْ** جس
بھی اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔ آخرت میں کامیابی کی یہی دو صورتیں
ہیں کہ دوزخ سے نجات مل جائے اور جنت میں داخل ہو جائے۔

یہ تو ہوا تقویٰ کا فائدہ جو دار آخرت میں ملے گا باقی رہا قبولِ سدید پر عمل کا فائدہ
تو وہ اسی دنیا میں بھی مل جائے گا کیونکہ قبولِ سدید دنیوی اعمال کی درستی و اصلاح
کا ضامن ہے۔ ہمارے دنیوی اعمال و معاملات جیسے خرید و فروخت، نکاح و طلاق
مصرف و مخیر و غیرہ کی اصلاح و درستی قبولِ سدید سے متعلق رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے مومن بندوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے
ایک آیت میں دو ایسی باتوں کا حکم دیدیا جن سے ہماری دونوں زندگیوں کا فائدہ
متعلق ہے قبولِ سدید سے ہماری دنیا سدھرتی ہے اور تقویٰ سے آخرت میں مغفرت
ہوتی ہے اور جتنی سنورتی ہے۔ ان دو مقصدوں کے حاصل ہو جانے کے بعد ہمیں
اور چاہئے ہی کیا۔

آخر میں ابن ابی حاتم کی روایت کی ہوئی یہ حدیث پڑھئے اور یاد رکھئے کہ منصور
بنی صلیہ و سلم نے ایک دن نماز پڑھائی اور سب کو اشارہ کیا کہ ذکرِ شہر
جائیں سب لوگ مخاطب ہو کر بیٹھ گئے تو آپ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم

اللہ تعالیٰ کی نصرت کی جائے جسکے نتیجے میں بندوں کو بھی اللہ کی نصرت ملے، کافروں کے خسران حرام اور ان کی گمراہی و ہلاکت کا بیان

○

{ آیت ۸-۷ } مَوْرَةَ حَمْدٍ كَوْفُورًا بِاللَّهِ لِيُطِيعُوا رِجْوِي

مَا أَفْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَّا أَنْفَعُوا لَنَا اللَّهُ يَنْفَعُكُمْ وَيُزِيلُ أَفْذَأَ مِنْكُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَفْعَلْنَا لَكُمْ وَأَضَلَّكُمْ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا مَا أَسْأَلُ اللَّهَ فَالْحَبِطَ أَسْمَاءُ لَهُمْ

تشریح و تفسیر اللہ تعالیٰ نے جن آیات میں اہل ایمان کو مخاطب فرمایا ہے اس کے مخاطب تمام عالم کے جہاد اہل ایمان ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت و رسالت ساری و نیلک انسان و جن کی طرقت بھی اس کے

آیات کے مخاطب بھی جہاد اہل ایمان ہوں گے گو یہ ہوں یا کاسے، آپ کے زمانہ مبارک میں موجود ہوں یا بعد کے زمانوں میں پیدا ہوں سب ہی اہل ایمان مخاطب ہیں، سب کو خطاب فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے اہل ایمان اگر تم اللہ کے رسول اور اس کے دین کی مدد کرو گے تو تمہاری یہ مدد اللہ تعالیٰ کی مدد منجور ہوگی اور پھر اس کے بدلہ میں نصرت خداوندی تمہارے جملہ راہ و ہرم تمہارے ساتھ رہے گی جس معرکہ میں بھی تم ہو گے تمہارے دشمن اہل شرک و اہل کفر کے مقابلہ میں جن سے جنگ کا تم کو حکم دیا گیا ہے وہ تمہاری ہی نصرت و مدد فرمائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اہل کفر پوری طرح اپنے دل و زبان سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اس کی حاکمیت و ملکیت تسلیم کر لیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا ہے،

وَقَاتِلُوهُمْ كَلَّا لَيَكُونَنَّ فَتَنَةً وَبُخْشُوقَ الْبَدِينِ مَعْلُومًا

ان کافروں مشرکوں سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے مارا صرف اللہ کا ہے۔ یہ اعلان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غیر مجبوری سے یہ کہہ دیا ہے کہ جو لوگ حق اور دین حق کے منکر و کافر ہیں ان کے لئے تمہارے مقابلہ میں ہتھیار کھاکر گرنا ہے، ان کے لئے صرف تباہی و بربادی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تو سارے ہی اعمال برباد کر دیئے اب تو دنیا و آخرت دونوں ہی جگہ نقصان و حرام ہی میں رہیں گے۔

ان کا دنیاوی نقصان تو یہ ہو گا کہ یہ اپنی اس ظلمت کفر و شرک کی بدولت روحانی کمالات سے بالکل محروم رہیں گے ان میں اخلاقی فاضلہ ہوں گے نہ ادب عالیہ ہوں گے ان کے نفوس پاکیزگی و طہارت سے محروم اور ان کے دلوں میں سکون و الطمان معدوم ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے ولایت و دوستی سے محرومی کے باعث ان کے اجسام و ابدان میں بھی نیک نیتی کے فوائد و آثار نہ رہیں گے۔

اور آخرت کا نقصان یوں سمجھئے کہ جس دم سے انکی رو میں قتال بدن میں ڈالی گئیں اور انھیں زندگی نصیب ہوئی اس دم سے فیکر زندگی کے آخری لمحے تک آخری

اللہ و رسول کی اطاعت واجب ہے اطاعت ترک کر کے اپنے اعمال اکارت نہ کرو

{سُورَةُ هُودٍ} {آیت (۱۳۱-۱۳۲)}
كَوْنُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ حَامِلِينَ

اسے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال (اپنی نافرمانی) مانا دے، نہ مانا نہ کرو۔ جن لوگوں نے نکل کر کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کیا تو گوں کہ اللہ کی راہ سے نہ کا پہنچو اسی حالت کفر میں رہی گئے تو اللہ سے انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔

بِنَايِكَ الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا
اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا
أَعْمَالَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ لَقُوا
وَصَدَّقُوا وَعَنِ الْمُنَى الْمُؤْمِنِينَ
مَالًا وَهُمْ كَعَمَاءٍ لَا يَخْتَلِفُونَ
أَلْفَةً

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب فرمایا کہ انھیں سعادت و ابرین کا طریقہ بتا رہے

تشریح و تفسیر

میں فرماتے ہیں کہ

اے اہل ایمان جو میری ربوبیت اور میری معبودیت پر ایمان رکھتے ہو اور میرے مقرر کئے ہوئے دینِ اسلام کی حقیقت کا یقین رکھتے ہو اور میرے نبی و

سائنس تک انہی روحیں روحانی غذا ہیں یہ جتنا رتی ہیں یہ مناب تیار کئے حشرِ جہنم کے وقت تک ان روحوں کا بچا نہیں چھوڑنا ہے اور اس کے بعد تو انھیں جہنم کی طرقت پٹکا دیا ہی جائے گا۔

دورِ زخم میں کافروں کی روح پر روحانی غذا اس طرح مسطر ہے گا کہ یہ لوگ ہر لحاظ سے اللہ ایک قسم کی ڈانٹ اور جھڑکی سننے رہیں گے جس کو بہت سے انھیں زندگی کا کوئی مزہ ہی سمجھنے کی طرح نہیں مل پائے گا، دوزخ میں یہ لوگ نہ تو مرنے پائیں گے اور نہ زندہ ہی رہیں گے۔ اور اس روحانی غذا سے ہر شے کے جسمانی و بدنی غذا بھی ہو گا کہ ان کے سروں پر سے کھولنا ہو اگر گرم پانی بہا یا جائے گا جس سے انکی کھالیں اور آنتیں تک گل کر گریں گی اور لوہے کے ستھوڑوں سے مارے جائیں گے اور آنتیں بھوک سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی تو زقوم (تھوہڑ) اور صرغ (کھانسنے) وار جھال انھیں کھانسنے کے لئے دیا جائیگا، ان سب تکلیفوں کے ساتھ ساتھ وحشت تنہائی کی مصیبت بھی ہوگی کیونکہ انھیں وہاں نہ تو آب و کھانہ دیگنا نہ ماں نہ بیوی نہ اولاد نہ اور کوئی دل پہلائے والا ہو گا۔

آیت میں آئے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَفْعَمَاءُ الْهَيْم کی یہ کچھ متوہیسی تفصیل تھی۔ اب آج لے آئے اَلْهَيْم کا مطلب بھی سمجھ لیجئے! یہ جملہ بظاہر تو ایک خبر ہے مگر حقیقت میں ایک طرح کی بد معاہدے کہ ان کافروں کے نیک اعمال بھی اکارت ہوں اور انھیں ان کے اجر و ثواب سے نفع اٹھانے کا موقع نہ ملے۔

آخری جملہ میں اس کی وجہ بتائی گئی ہے کہ چونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے احکام نہیں مانے اس کا یہ وبال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال بالکل سوخت اور اکارت کر دیئے۔

مَسْأَلَةُ الْعَمَلِ الْمُسْلِمِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم ایمان والوں کو ان سے بچائے اور حفاظت میں رکھے۔

سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ

وَالْعَمَلُ شَرِّ رِبِّ الْعَالَمِينَ



انتہر دین نامہ

کتاب وسنت کا حکم معلوم کرنے سے پہلے
اپنی رائے پیش کر دینا حرام ہے
اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ واجب ہے



{ سورۃ حجرات }
{ آیت ۱۱ }

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ

یَا رِبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
بِأَنَّ بَدَّيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَأَنفَعُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَرِيمٌ عَلِيمٌ

اسے ایمان والو! ہم شہ رسول کے سامنے
رکسی معاملہ میں، سبقت نہ کیا کرو (یعنی اگلی اجازت
لے سے پہلے اپنی رائے نہ پیش کیا کرو) اور اللہ تعالیٰ
سے ڈرنے والا ہو کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔

تشریح و تفسیر
اس آیت شریفہ کا ایک شان نزول ہے جو بخاری شریف
کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ بنی تمیم کا ایک وفد حضور
قدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا یہ بات طے کر لی تھی کہ ان میں سے
کس شخص کو ان کا میر مقدر کیا جائے۔ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کوئی رائے
نہیں فرمائی تھی اب رسول کا اتفاقاً یہی تھا کہ حضرات صحابہ آپ کی رائے ظاہر ہو جوتے

تک خاموش رہتے یا آپ جس سے دریافت کرنے کے آپ کو کامیاب بنا چاہتے ہیں مگر ان حضرات نے اس کا اظہار نہیں کیا اور خود ہی رائے دینے میں ہمت کر بیٹھے حضرت ابو جبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رائے دی کہ حضور تعالیٰ میں معبود کو میرے مقرر فرما دیں۔ حضرت عمرؓ نے دوسری رائے دی کہ اقوام میں جاس کو میرے مقرر فرمایا جائے۔ بات اتنے ہی پر ختم نہ ہوئی اور بڑھ گئی۔ حضرت ابو جبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہہ دیا کہ تو صحت مجھ سے اختلاف ہی کرنے کیلئے رائے دی ہے، حضرت عمرؓ نے انکار کیا کہ میں اختلاف کرنے کا ارادہ تو میں نے نہیں کیا میرے نزدیک جو بات ٹھیک تھی وہ میں نے کہہ دی اب دونوں میں باہم جھگڑا کی بھی فوٹ آگئی، اس موقع پر یہ ایت مذکورہ بالا نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان اہل ایمان کو ادب رسول اور مقام رسول کے تقاضے سے باخبر کیا کہ اے اہل ایمان! تم لوگ تو اللہ و رسول پر ایمان رکھتے ہو اللہ کو اپنا معبود و پروردگار دین اسلام کو اپنا دین سمجھتے ہو اللہ کے رسول کو اپنا رسول سمجھتے ہو، اس لئے تمہیں یہ بات بھی سمجھنی چاہئے کہ اللہ و رسول کے اطاعت گزار اور فرماں بردار ہو تمہیں ان کے سامنے کسی طرح بھی پیش قدمی و ہمت نہ کرنی چاہئے نہ ان سے پہلے کوئی بات سوچو نہ ان سے پہلے کوئی رائے و مشورہ دو نہ ان سے پہلے کوئی بات کہو اور نہ کوئی کام کرو تمہیں تو ان کے چشمہ ابرو کا اشارہ دیکھنا چاہئے۔

یہ بات تو بے ادبی کی ہے کہ کوئی غلام اپنے مولاد آقا کی رائے سے پہلے اپنی رائے پیش کرنے لگے چنانچہ اس ادب کو اس واقعہ سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مین کی طرف روانہ فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم ان لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کس طرح کیا کرو گے، انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے دریافت فرمایا اگر کتاب اللہ میں اس معاملہ کا کوئی حکم نہ ہو تو تب کیا کرو گے، انھوں نے جواب دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و حدیث کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ نے پھر سوال فرمایا اگر سنت رسول میں بھی اس کا حکم نہ ملے تو حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ تب اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کا یہ جواب سنا کر بہت مسرور ہوئے اور آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر شاباشی دی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ رسول خدا کے قاصد و نمائندہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بات کی توفیق دی جس سے رسول خدا خوش ہو جائے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کا یہ واقعہ حدیث شریف کی متعدد کتب (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند امام محمد) میں مروی ہے۔

مقدمین علمائے شریعت نے اس حدیث سے مسئلہ نکالا ہے کہ کسی اہل ایمان کیلئے کسی بھی معاملہ میں جب تک اللہ و رسول کا حکم و فیصلہ مشکوک نہ ہو جائے اپنی طرف سے کوئی اقدام کر کے رائے دینی چاہئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

اس حدیث سے جہاں اجتہاد کا ثبوت فراہم ہوتا ہے وہیں اس کی روشنی میں اجتہاد کا مقام و مرتبہ بھی مشکوک نہ ہو جاتا ہے کہ جن احکام و مسائل میں قرآن سنت کا کوئی فیصلہ اور نص موجود نہ ہو اس میں اجتہاد کی گنجائش مطلق نہیں ہے۔ آج کل کے بہت سے مجتہدین نے اقلیٰ ملی ریت دے دی ہے۔

اس حدیث شریف کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اہل ایمان طلب علم میں بھی خوب محنت کریں تاکہ برسرِ ان کو اللہ و رسول کے بتائے ہوئے احکام معلوم ہو جائیں اور کوئی معاملہ پیش آئے پر وہ اس کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں تلاش کر سکے، اگر ان میں وہ حکم اسے نہ ملے تو دوسرے اہل علم سے بھی دریافت کر لے ایسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں حکم دیا ہے،

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

اہل علم سے پوچھ لیا کرو اگر تم کو کوئی بات معلوم نہ ہو۔

لہذا مومن اگر خود عالم ہے تو اپنے علم کے مطابق عمل کرے ورنہ دوسرے اہل علم سے دریافت کرے اور پھر اس علم کے مطابق عمل کرے۔ اور عالم کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سوال کرنے والے کو وہ بات بتا دے جو وہ دریافت کر رہا ہے۔

اگر زندگی میں یہ طریقہ اپنایا جائے تو پھر کوئی مرد و عورت جاہل کیلئے رہے گا

اور بالفرض اگر کسی بستی میں کوئی عالم ہی موجود نہ ہو تو پھر اس بستی کیلئے سفرِ فردری سے جہاں کوئی اہل علم موجود ہو۔

کاش مسلمان اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیتے تو مسلمانوں کی دینی ناواقفیت دور ہو جاتی اور پھر کوئی جاہل نہ رہتا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نقوی کا حکم دیا ہے جس کا لفظ رکھنا ہر مسلمان کہئے
ہر آن ہر دوسرے کو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری ہر بات سنا اور ہر بات جاننا ہے، اگر
دل میں نقوی موجود ہو گا تو اس کی نافرمانی نہ ہو سکے گی۔

سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



شتر وین نام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب احترام واجب ہے
مسلمان کو ایسا کوئی کام نہ کرنا چاہئے کہ اس کے
اعمال باطل ہو جائیں اور مسلمان بلا ک
برباد ہو جائیں



سُورَةُ الْحُجُرَاتِ {
آيَاتُ (٢-٣)}

وَعُوذُكَ يَا رَبِّهِ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقُولُوا
اَمْشَوْا فَمَا نَسُوا الْاَشْیَافَ
وَلَا تَقُولُوا اَمْشَوْا فَمَا نَسُوا
لِیَعْنُ اَنْ عَصٰی الْاَشْیَافَ وَ اَنْتُمْ
لَا تَشْعُرُوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ یُفْضَلُوْنَ
اَصْحٰوْا اَمْرَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَمْنَعْنِ اللّٰهُ
فَلَوْ یَشَاءُ لَنُفَوِّیْهُنَّ لِمَنْ
نَّعٰی ۝

پڑا چرسے۔

تشریح و تفسیر

ان آیات کا تعلق بھی اسی شان نزول سے ہے جو اس سورہ کی پہلی آیت کا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اوپر اس بات کی ممانعت کی گئی کہ اللہ و رسول کا کوئی حکم معلوم کئے بغیر کسی معاملہ میں بغیر اجازت اپنی رائے نہ دینی چاہیے۔

اب یہ آیت اس کے بعد جو صورت پیش آگئی تھی اس سے متعلق ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ کے درمیان جھگڑا ہوئے تو کسی بے خیالی میں دونوں کی آوازیں بھی بلند ہو گئیں حالانکہ اس مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے آپ کی موجودگی میں ان حضرات کی آوازوں کا بلند ہونا بے ادبی کی بات تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان اہل ایمان کو اس بے ادبی پر تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ:

اے اہل ایمان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی آوازیں ابھی آواز پر بلند نہ کیا کرو۔

ظاہر ہے کہ یہ بہت ادب کی بات ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا ادب اہل ایمان پر واجب ہے اور ویسے بھی بغیر ضرورت جڑوں کی مجلس میں بلند آواز سے بات کرنا اور بولنا بے ادبی ہے اور بجا خلافت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمانؑ کی نصیحتوں میں یہ بھی ذکر کیا ہے جب وہ اپنے بیٹے کو نصیحت فرما رہے تھے نصیحت کے آخر میں انھوں نے یہ نصیحت بھی کی ہے۔

وَاغْضُضْ مِنْ حَوْرٍ لِقَاءِ الْكَذَّابِ | اپنی آواز بہت رکھا کر دیکھ سب سے زیادہ اڑنے والے لکڑھٹوں کو ۵ | ناگوار اور بری آواز دے گئے کی آواز ہوتی ہے۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہوئے بہت سی اخلاقی تعلیمات بیان فرمائی ہیں۔

انھوں نے اللہ تعالیٰ کے مراتب اور خوبی کی تحکیم دی ہے کہ جو کچھ ہمارے اقوال اور اعمال کا کوئی ایک ذرہ بھی اس کے علم و جہ سے باہر نہیں ہے۔

انھوں نے نماز قائم کرنے اور بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے کا حکم دیا ہے مصیبتوں پر صبر کرنے کی تلقین فرمائی ہے لوگوں کے مقابلہ میں کبر و تکبر کی بھی ممانعت فرمائی ہے،

اسی طرح راستہ چلنے میں میاں درمی کی تحکیم دی ہے کہ جب راستہ چلو تو کچھ تیزی کیساتھ چلو نہ بہت آہستہ چلو نہ بہت دوڑتے بھاگتے چلو۔ اور کے اخیر میں گفتگو کے وقت آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا ہے کہ جب بولو تو بھی آواز سے بولو دھڑکتے آہستہ بولنا کہ غلط سن بھی نہ سکے یہی غلو ہے آواز اتنی تو ہوئی ہی چاہئے کہ غلط آسانی سے سن لے)

یہ ادب ہر غلطی کے ساتھ ملحوظ رہنا چاہئے والدین ہوں استاد ہوں، مرشد ہوں یا عام مسلمان ہوں سب کے ساتھ سلیقہ سے بات کرے۔

اس موقع پر حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے کاتب بھی یاد رہنا چاہئے جسے حضرت امام احمدؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَابَكُمْ۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی آواز بلند ہوئی بولنے میں آواز بلند ہوئی تھی تو انھوں نے کہا کہ میں بھی وہ شخص ہوں جو اپنی آواز کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند کرتا ہوں، میں تو دور غنی ہوں، میرے اعمال جملہ ہو گئے ہوں گے یہ کہہ کر وہ سخت غم کی حالت میں اپنے گھر میں بیٹھ گئے۔ ابھی مجلس میں ممانعتی سے ڈر گئے کہ بے ادبی نہ ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرما دیا کہ توبہ یافت فرمایا۔ حاضرین میں سے کوئی صاحب ادب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دریافت فرما رہے ہیں تم کیلئے غائب ہو، تو انھوں نے وہی بات کہہ دی کہ میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا ہوں آپ زور و روایت کرتا ہوں میرے اعمال کو جملہ ہو گئے ہیں اور میں تو ابلی دورغ میں سے ہوں۔

ان لوگوں نے انکی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اکربائی تو آپ نے فرمایا نہیں وہ تو ابلی جنت میں سے ہیں۔

حضرت انس راوی حدیث کہتے ہیں کہ ہم انھیں اپنے ساتھ اپنے درمیان چلتا ہوا دیکھتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ ابلی جنت میں سے ہیں جبکہ ہمارے میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔

آیت شریفہ کا حکم مستلزم ہو جانے کے بعد یہ مسئلہ منکمل ہو گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مسجد میں یا آپ کے چہرہ شریف کے قریب یا ازلہ کنز انوار زور سے آئیں گنا مکروہ ہے کیونکہ آپ کا ادب جس طرح آپ کی دنیاوی زندگی میں ضروری تھا ویسے ہی آپ کی ذات کے بعد بھی ادب ضروری ہے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز مسجد میں کسی کی بلند آواز سنی کہ دو شخص زور زور سے ہاتھیں کر رہے ہیں تو آپ نے ان کو بلوایا اور دانشا پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ دونوں نے کہا خلافت کے رہنے والے ہیں تو آپ نے فرمایا اگر تم اہل مدینہ میں سے ہو تو میں تمہاری پٹائی کرنا۔ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں زور زور سے بلند آواز میں باتیں کر رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَنْ تَحْطِطُ اَمْعَمًا لِّكَمُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یا آپ کے قریب بلند آواز کرنے کی سزا کے طور پر بیان ہوا ہے یہ جفا اعمال صحت رفع صوت اور بلند آواز سے بولنے کے مقیوس میں ہو گا۔

عز کرنے سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ جو شخص ذاتہ طور پر ایسی بے ادبی کا ارتکاب کرے گا وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ جفا اعمال کی سزا کفری کی صورت میں ہوتی ہے اس لئے ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بوسے ادب و احترام کو ہر لحاظ سے رکھنا چاہئے اور کسی قسم کی بے ادبی سے بچنا چاہئے۔

دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ادب ملحوظ رکھنے اور بھی اور بہت آواز سے بولنے والوں کیلئے اپنی کسی خوشنودی و رضامندی کا اظہار فرمایا ہے کہ اس کے لئے مغفرت کے ساتھ ساتھ اجر عظیم کا بھی وعدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب شناس بنائے۔ آمین
سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

oooooooooooooooooooo

اکہتر وین ہمار

اس بیان میں کہ کسی معاملہ میں کوئی قولی یا عملی فیصلہ و اقدام سے پہلے ہی معاملہ کی تحقیق و تصدیق ضروری ہے
حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت کا
بیگان

{ مَسْئَرَةُ حُجَّاتٍ }
{ آیات ۸۰، ۸۱ }
وَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءَكُمْ بِبَيِّنَاتٍ لِّتُحْكُمُوا فِي شَأْنِكُمْ وَتُذَكَّرُوا بِآيَاتِنَا إِنَّا جَاءَكُمْ بِبَيِّنَاتٍ لِّتُحْكُمُوا فِي شَأْنِكُمْ وَتُذَكَّرُوا بِآيَاتِنَا إِنَّا جَاءَكُمْ بِبَيِّنَاتٍ لِّتُحْكُمُوا فِي شَأْنِكُمْ وَتُذَكَّرُوا بِآيَاتِنَا
اسے ایمان والو! اگر کوئی بے اعتبار آدمی تمہارا
پاس آکر کوئی (مشکوئی) خبر پہنچائے تو فوراً ہی اس کی
تحقیق کر لیا کر کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نااطاعت طور
پر کسی قوم کو کوئی نقصان پہنچاؤ پھر یہ میں
اس پر پکھتاؤ۔ یہ بات جان لو کہ تمہارا رب جان
رسول اللہ ﷺ فراہم بہت سے مسائل (ایچہیکہ)
اگر وہ تمہارے کچھ پر میں تو تمہیں شکل میں پہنچائے
لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے سے بچانے کے لیے ایمان کو

وَقَدْ يَكْفُرُ الْكُفْرُ وَالشُّبُوكُ
وَالْعُصْيَانُ وَإِلَافِ الْمُنَادِي
فَقُلْ مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَ اللَّهُ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ

تشریح و تفسیر | اس دارمبارک کی تشریح سے پہلے آیت کے شان نزول
کایہ واقعہ نظر میں رکھنا چاہیے کہ کافر کافر مفسرین کرام
نے اپنی تفسیر میں یوں فرمایا ہے۔

آیت شریفہ کے نزول سے پہلے ایک عجیب صورت حال پیش آگئی تھی، مفسرین کرام کے بیان کے مطابق واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو قبیلہ بنی المصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا اور صورت حال یہ تھی کہ حضرت ولید کے قبل قبیلہ اور قبیلہ بنی المصطلق کے درمیان زنا زنجالیہ تھی جسے کچھ دشمنی چلی آ رہی تھی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں وصول زکوٰۃ کے لئے چلے تو گئے لیکن پرانی دشمنی و عداوت یاد کر کے دل ہی دل میں دُور بھی رہے تھے، شیطان نے بھی کچھ دوسے ڈال کر انھیں اور بھی دُور دیا اور کئی مدت نہ بڑی کہ بنی المصطلق تک پہنچ کر ان سے زکوٰۃ وصول کریں۔ اس لئے راستہ جس سے لوٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یوں ہی بات بنادی کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے بلکہ وہ میرے قتل پر آمادہ تھے۔

حضرت علیؓ نے یہی الشیخ کے متعلق یہ شکایت سن کر سخت برہم ہو گئے اور ان لوگوں سے جنگ کا ارادہ فرما دیا۔ گئے تھے کہ ان لوگوں کی طرف تکب و فدا آگیا اور عرض کیا کہ ہم لوگ اس تحقیق کیلئے حاضر ہوئے ہیں کہ آخر ہم سے ایسی کیا غلطی ہوئی کہ حضورؐ کو غیبتی لڑائی کیلئے مقررہ وقت پر نہ آیا تو آئی ہمارے پاس نہیں بھیجا۔ ہم اب تک برابر انتظار کرتے رہے اب ہمیں مشہد ہوئے لگا لگا شاید یا کو ہم لوگوں سے کوئی شکایت ہو گئی ہے اور آپ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں اسلئے ہم اطمینان دلانے آئے ہیں کہ ہم بدستور آپ کے فداوار و جاں نثار ہیں۔ یہ دیکھ کر ہم تک پیچھے ہی نہیں خدا جانتے کیوں یہ راستے ہی سے لوٹ آئے۔

واقعہ کی یہ تفصیل سننے کے بعد بھی آپ نے دونوں بیٹوں کی مزید تحقیق ضروری

سمجھی اور حضرت خالہ بین الولد کو اس تحقیق کہنے سے وہاں بھیجا۔ انھوں نے وہاں جا کر دیکھ کر وہ لوگ نماز کے وقت اذان دیتے ہیں نماز پڑھتے ہیں پوری طرح مسلمان ہیں تب انھوں نے ان لوگوں سے زکوٰۃ کی رقم وصول کی اور لا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی۔

یہ جو آیت کا شان نزول اس موقع پر سورہ ہجرات کی یہ آیت نازل ہوئی :
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ
 فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا
 فاسق، شرعی اصطلاح میں مرتکب کبیرہ کو کہتے ہیں اور نبأ کسی اہم اور بڑی خبر
 کہنے پر جانا ہے۔

آیت مذکور میں بھی یہ لفظ ایک ایسی ہی خبر کیلئے ہو گیا ہے جو اپنے پس منظر کے پیش نظر نہایت درجہ اہم تھی کہ اس خبر کے نتیجہ میں بنی المصطفیٰ کے پورے قبیلہ بنی کاملاً نوجوانا شکوک و شبہات پر اجارہ پاتا اور اسے کاملاً فوجہ کر اس سے جنگ کی تیاری بھی ہونے لگی تھی۔

{ یہاں پر ایک خاص بات قابل غور ہے کہ آیت کے مندرجہ بالا شان نزول کو گرد نظر رکھا جائے اور اوتدیک ہی تصویر مانی جائے کہ حضرت ولید سے بھی وجہ سے اس موقع پر غلط بیانی کی تھی اور اب صلی اللہ علیہ وسلم کو غلط فہم پہنچائی تھی جس کا اعتبار کر کے آپ نے ان لوگوں سے جنگ کی تیاری شروع کر دی تھی تو اس صورت میں آیتیں آئے ہوئے امر قتیلاً کا خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بوجہ آیا تھا مگر آیت میں بلا لفظ الذین اتوا فراراً بل ایمان کو مخاطب قرار کیا انھیں تبیین و تحقیق کا حکم دیا گیا ہے اس کی وجہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید حضرت ولید بن عتبہ ہی کی طرف سے آیت کا رویہ سخن ہے اور انھیں کو کسی شخص نے قبلہ بنی المصطلق کے متعلق کوئی غلط فہم پہنچا دی تھی جسے انھوں نے بغیر تحقیق سچ سمجھ لیا اور راستہ ہی سے لوٹ آئے اور واپس آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شکایت کردی۔

ممکن ہے کہ شان نزول کے نقل کرنے میں پورے واقعہ کی کوئی گڑبی چھوٹ

گئی ہے جسکی وجہ سے آیت میں آئے ہوئے لفظ "خاسق" کا مصداق حضرت ولید کو لیا گیا تاکہ اس کا مصداق وہ شخص بنائے جو شان نزول میں نظر انداز ہو گیا جس نے حضرت ولید کو کوئی غلط خبر پہنچا کر بنی المصطلق والوں کی طرف سے بدگمان کر دیا تھا۔ شان نزول میں کسی طور پر یہاں واقعہ کی ایک کڑی چھوٹ گئی جسکے نتیجے میں مفسرین کو فاسق کا مصداق حضرت ولید کو قرار دینا پڑا۔

تفسیر طبری میں اس آیت کے تحت آئمہ روایات ذکر کی گئی ہیں پہلی روایت جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ولید کے نام کی صراحت نہیں ہے بلکہ روایت کا لفظ آیا ہے کہ آپ نے ایک شخص کو بھیجا اسی طرح انھوں روایت میں بھی ولید نام کی جگہ "رجیل" آیا ہے ایسی صورت میں فاسق کا مصداق متعین طور پر حضرت ولید کو قرار دینا قابل غور ہے۔

لہذا ہر اس بات میں کوئی قیاحت معنوم نہیں ہوتی کہ یہ صحیح لیا جائے کہ حضرت ولید کو کسی نے غلط خبر دی تھی اور انھوں نے بغیر تحقیق اسے صحیح سمجھ لیا اور اسے بجائے لوٹ آئے اسلئے جملہ اہل ایمان کو معاشرت کا ایک اہم اصول بتا دیا کہ بغیر تحقیق خبر کا یقین نہ کر لیا کرو۔

یہ آیت اسی مقصد کیلئے نازل ہوئی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی کیا کہ بنی مصطلق کے وفد کی بات سننے کے بعد بھی یہ ضرورت تھی کہ واقعہ کی مزید تحقیق کرنی جائے اور آپ نے حضرت خالد بن ولید کو تحقیق واقعہ کیلئے بھیجا انھوں نے اگر وفد کے بیان کی تصدیق کرنا آپ پوری طرح مطمئن ہوئے۔

تفسیری روایات میں یہ بات نہ مل سکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید کی اس غلط بیانی پر رجم کے نتیجے میں آپ قتل کا ارادہ مشکوک ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس قبیلہ سے ارادہ جنگ بھی ہو رہا تھا آپ سے ان سے کوئی جواب طلب کیا ہوا انھیں کوئی تنبیہ و جانش فرمائی ہو، اگر واقعہ ایسا نہیں ہو سکتا تو بجائے خود ایک بہت بڑا قرینہ ہے کہ اس غلط بیانی کا نقش اس سے سرزد نہیں ہوا تھا حالانکہ ایک دوسرے موقع پر ایک دو سند روایت میں حضرت حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلطی پر آپ نے ان سے جواب طلب فرمایا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

صحت رد عمل بھی ثابت ہے۔ چاہے منکر یہاں اس قسم کی کوئی بات نہیں ملتی ہے۔ بہر حال محقق یہ کہ بہت مبارک زمین، اسلامی معاشرت کا یہ اصول بتایا گیا ہے کہ جب کوئی غیر ثقہ اور ناقابل اعتبار شخص کوئی خبر دے تو تمہارا یہ سب فرض ہے ہونا چاہئے کہ اس خبر کی تحقیق و تصدیق کروا سکتے ہو۔ اس معاملہ میں کوئی فیصلہ کرو نہیں کا مطلب یہی ہے۔ انھوں نے اسلئے اگلی آیت میں اس بات کی طرف اس اشارہ فرمایا ہے کہ تم کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگلی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نفس نفیس موجود ہیں لہذا دل میں یہ غلطوہ اندیشہ بھی نہ ہو کہ اگر تم جھوٹ بولو گے تو ابھی تو حق اتری ہے کوئی حق نازل ہو جائیگی اور جھوٹ ظاہر کر کے تم کو شرمندہ کر دیگی۔

آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ تنبیہ بھی فرمائی ہے کہ تم لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ جھوک کر اللہ کے انھیں مطاع بنالیا ہے۔ تمہارا سطح نہیں بنایا۔ مطیع ہو جتنا ادا کام انکی اطاعت ہے لہذا تم انھیں اپنی خواہش کا پابند نہ بنائے کہ خیال ہی دل میں نہ لانا۔ اگر تم کو گے تو اندیشہ ہے کہ اگر اللہ کے رسول نے تمہاری راستے پر یقین اختیار کر لیا تو پھر تم لوگ سخت مشکل میں پڑ جاؤ گے لہذا عافیت و سلامتی اسی میں ہے کہ تم نہ صرف انکی مرضی پہ چلے کہ اپنا کلمہ آیت کے اگلے خلاصہ میں حضرت صحابہ کرام کی انصافیت کا بیان ہے فرماتے ہیں۔

وَلَكِنْ اللَّهُ حَبِطَ الْإِيمَانُ
وَمَا يَسْتَدْنِي فَوَيْلٌ لَّكَ وَكَتَبَ
وَالسَّيِّئَةُ الْكَافِرَةُ وَالْمُشْرِكُ وَالْمُشْرِكُ
أُولَئِكَ حَسْمُ الزَّاهِدِ ذُنُفُ
مِنَ اللَّهِ وَنَفْسُهُ وَاللَّهُ عَالِمُ
مُحْكَمُ الْإِيمَانِ

پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت اس سے دل چسپی و رغبت رکھ دی ہے اور اسی سے تم کو فاسق اور عصیان و نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ و ناقابل غرت ٹھہرایا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہئے کہ تم لوگ ایسے کام ہی نہ کرو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات نہ پہنچ کر یا انھیں اپنی مرضی پر چلانے کی کوشش کر دیا ان سے کوئی بیجا فراموش کر کے انکی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حکایت کا ذریعہ بن جاؤ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو تمہیں ایسا بنا تھا اس وجہ سے انسانی
سے ایمان کو تمہارے دلوں کیلئے محبوب اور کفر کو نفی اور عصیان کو مکروہ بنا دیا اب
ہم لوگ پوری طرح صاحب رشد و ہدایت ہو، اب تمہارے دلوں میں برے غصوں
تیار نہ ہوں گے اور اس بات کی کوئی گنجائش نہ رہے گی کہ تم حضرت رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی خواہشات کی فرائضات کرو۔

اس آیت مبارکہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ ہی کو
 راضی و قننہ درآویاب کہا گیا ہے چنانچہ حضرات خلفائے راشدین حضرات ابوبکر صدیقؓ
 عمر فاروقؓ عثمان غنیؓ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس کے اولین و خصوصی مصلیٰ
 ہیں ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے جن حضرات کے لئے ایمان کو محبوب و مرغوب
 اور کفر و شرک کو قابل نفرت و مکروہ بنا دیا جو وہ حضرات بھی اس کے مصداق قرار
 پاتے ہیں گے، انھیں بھی "راشدین" اور سبیل رشد کے سالکین کہا جائے گا تاکہ جو راہ
 رشد و ہدایت پر چلتے والے ہی دنیا میں صفوا طہارت اور عزت و کرامت و آخرت
 میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور برکت و جنت کے مستحق ٹھہرے ہیں۔

حضرت صاحبِ دینی اللہ علیہ کو صاحبِ رغبت و مہارت ہو سکی بشارت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ اللہ کا ان کے ساتھ یہ خصوصی معاملہ کر ایمان کو ان کیلئے محبوب و مرغوب اور کفر و شرک کو ناپسند و مکروہ بنا دیا۔ و حقیقت یہ اللہ کا ان پر تفصیل و احسان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان حضرات کے حق نیت اور طہارت نفس کا پورا پورا علم ہے اور چونکہ صاحبِ مکت بھی ہے اس لئے اپنی حکمت و تدبیر سے ان کے لئے یہی تدبیر کی کہ ان کے دلوں میں ایمان کو محبوب اور کفر و شرک کو مکروہ بنا دیا جس کی وجہ سے ان حضرات کیلئے ایمان لا نا اور ایمانی تقاضوں پر عمل کرنا اور کفر و شرک سے دور رہنا اور ان کے تقاضوں سے رکنا اور ریزہ کرنا آسان ہو گیا۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور اور لائق توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو متصور

ایمان محبوب و مرغوب اور کفر فحش اور عیسان قابل نفرت اور کمرہہ بگیا ہوا ان حضرات صحابہ راشدین کے طفیل میں وہ بھی راشدین کے مصداق قرار پا سکیں گے لیکن حضور رضی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام جو کچھ عظیم الشان اور رفیع المثل ہیں ان کا مقام و مرتبہ خصوصاً اعلیٰ و ستم کی صحبت با برکت کی بدولت صحابہ کرام کے بلند اور ممتاز سبب لہذا جملہ امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ یہ حضرات افضل ترین افراد امت ہیں ان کے بعد میں آئے والا کوئی بھی امتی ان کا مقام و مرتبہ اور ان کی جہی سے حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ حضرات دنیا و آخرت و دنیاوی و دینی جگہ میں سب سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات سے راضی ہو اور انھیں بھی خوش کمرے اور ان کے طفیل میں ہر سے بھی راضی، خوش ہو جائے۔ آمین

سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تین پہلے گز گئی ہیں۔ چوتھی یہ ہے جو اس وقت آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں، پانچویں نمبر آئندہ اس کے بعد ملاحظہ فرمائیں گے۔

اور یہ پانچوں خطابات رحمانی ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان
میں دوس کی دینی تربیت اور ان کے جذبات اخلاقی، تزکیہ نفوس، تسلیمِ آداب
مخلوق، مایاتِ وحی میں اور واقعہ یہ ہے کہ اہل ایمان اپنے ایمان بالشرع اور
ایمان آخرت کی بدولت اس قسم کی تعلیم و تربیت کے اہل بھی ہیں مگر سخت سختی
ہی بات نہیں ہے بلکہ یہ اہل ایمان قرآن مجید اور اس کے تمام احکام خود رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی سچی سمیرت و مسرت پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں
اسلئے تمام اہل ایمان کو پورے غور و فکر اور توجہ کے ساتھ ان ندامت کو پڑھنے
اس پر غور کرنے ان کے معانی مطالب کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے
امید ہے کہ اسی طرح ان میں کمال پیدا ہو جائے اور دارین میں سعادت حاصل
ہو۔ اللہ تعالیٰ یہ امید و مصنف و مترجم کیلئے اور جملہ اہل ایمان کے حق میں
پوری فرمادے۔ آمین

اس مختصر و ضروری تفسیر کے بعد اب اس چوتھی نذر کی تشریح و تفسیر ملا حظ ہو۔
 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اے ایمان والو! تم میں سے مرد و دوسرے مردوں کی
 ہمجنسی نہ اڑائیں: مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو حقیر و ذلیل سمجھ کر اس پر
 زہنیہ کیے کہ کوئی کسی کو اس طرح مینا حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر غرضبناک کر دے
 اور آپ لوگ کس طرح خدا تعالیٰ کے غضب کو ہمیں خوشی پسند کر لیں گے حالانکہ
 اپنے ایمان و تقویٰ کی وجہ سے آپ اس کے دوست ہیں اور وہ آپ کا دوست ہے۔
 اور یہی اَنْ يَكُوْنُوْا اَعْيُنًا لِلسُّخْتَمِ فرماتے کا مطلب یہ ہے کہ بہت ممکن ہے
 کہ جس پر تم لوگ مبغض رہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندے والا ہے وہ بہتر ہو اور
 اچھے ہے جو نہ میں تو اللہ تعالیٰ کے عیناں اچھے ہوئے کا اعتبار ہے جو خدا کے
 یہاں اچھا ہے وہی اچھا ہے دنیا و اے اسے چاہے جتنا برا سمجھتے رہیں لہذا
 کسی مسلمان کو ذلیل و حقیر سمجھ کر اس پر دوسرے مسلمان کا ہنسنا بہت ہی برا ہے
 کیونکہ اے یہ تو معلوم ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کون اچھا ہے کون برا

۴۲
ہفترویں ندام

مسلمان کے ساتھ مخمڑہ پن اور مذاق کرنا
حرام ہے
مسلمان کیلئے تکلیف دہ برالقبہ تجویز کرنا
حرام ہے

سُورَةُ الْحُجُّرَاتِ
آيَةُ (١١)
أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اے ایمان والو! نہ تو مردوں کو مردوں پر پھینکا جائے
کیا عجب ہے کہ وہ لوگ ان (پھینکے والوں) سے
مبتر ہوں۔

اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے کو
اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارنا
اور ایمان والے کے بعد مٹا ہوا نام نہ لگائی جائے
(کھینچنے) بجائے اور جو لوگ ان باتوں سے باز رہیں
وہ ہم کو دے والے ہیں۔

تشریح ناظرین کرام میں بہت سے لوگوں کو معلوم ہی ہو گا جنہیں معلوم نہ ہو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ سورۃ ہجرات میں یہ نداءات رحمانی کل یا رب جنہیں

سے ہو سکتا ہے جسے وہ ذلیل و حقیر سمجھ رہا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو سکتے ہیں یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے جو غیبات درجہ جنوری ہے وہ یکہ جم اس قسم کے استہزاء و سخوچن سے پوری طرح بچیں کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ بات نہ آئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دوسرے کچھ لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھ کر ان کی ہنسی اڑا رہے ہوں اور دوسری طرف تم اپنے آپ کو متقی اور اللہ کا دوست بھی سمجھ رہے ہوں۔

اسی طرح آیت شریفہ کے اس دوسرے محکمے کا مطاب بھجنا چاہیے جس میں
سفر و سحر و پن کی سبب مخالفت عورتوں کو بھی فراہمی گئی ہے کہ ایمان والی عورتیں
سبھی اس بات سے یقین کہ باہر ایک دوسرے کو حقیقہ و دلیل سمجھ کر اس کی ہنسی اڑا سکتے
کیونکہ یہی امکان وہاں بھی ہے کہ شاید وہ ہنسی جانے والی عورت ان سینے والی
عورتوں سے بہتر ہو اور اشارتوں سے گویا جواب دہ اس طرح اہل ایمان مردوں
کیلئے دوسرے برحقارت سے ہنسنا عموماً و حرام ہے اسی طرح یہ بات عمن و عورتوں
کے حق میں بھی حرام ہے کیونکہ یہ بات کہیں کہیں عداوت و دشمنی اور لڑائی کا سبب
بن جاتی ہے اور کہیں کہیں تو اس کی وجہ سے جنگ و محاربت اور قتل و خون ریزی کی بھی
نوبت آ جاتی ہے اور یہ بات کہیں کہیں صاحب ایمان کو کوب زہیب دے گی کہ وہ اپنے
مومن بھائی یا بہن کی عداوت و دشمنی یا اس کا قتل و خون ریزی پسند کرے
اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے آمین۔

اور جس طرح مسلمان کا یہ منی اڑا نا اور دوسرے کو حقید و ذلیل سمجھا کر اہم ہے اسی طرح کسی مسلمان کی عیب جوئی کرنا یا حقید و مغرہ پن کے طور پر مسلمان کیلئے کوئی نام و لقب تجویز کرنا بھی حرام ہے کیونکہ اس نام و لقب کو میں اللہ تعالیٰ نے اس لڑ (عیب جوئی) اور ستا بڑا (لقاب) (برے لقب مقرر کرنے) کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

اور ایک دوسرے میں حبیب نکلا اور حبیب توری
اور دوسرے حبیب نکلا اور دوسرے کو نکلا اور ان کا حبیب
تورق نکلا اور ان کا حبیب نکلا اور ان کا حبیب نکلا
اور ان کا حبیب نکلا اور ان کا حبیب نکلا اور ان کا حبیب نکلا

عربی زبان میں قرآن کے معنی میں عیب نکالنا یعنی تم ایسے میں ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کیا کرو اور یہ بات ذہن میں رکھو کہ تم سب اہل ایمان ایک فرد کی حیثیت رکھتے ہو۔ لہذا یہ بات جائز نہیں ہے کہ کوئی مومن اپنے دوسرے مومن سبھائی کا عیب نکالے کیونکہ جو شخص اپنے کسی سبھائی کا عیب نکال رہا ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے وہ خود آپ اپنا عیب ظاہر کر رہا ہو اور کبھی کبھی یہ صورت بھی تو ہو ہی جاتی ہے کہ تم جس کا عیب نکال رہے ہو اس کے جواب میں وہ ہتھار کوئی عیب ظاہر کر دیتا ہے، اس صورت میں تو دوسرے کی عیب جوئی خود اپنا عیب نکالنے کا سبب بن ہی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ میں قَوْلًا بَیِّنًا اَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ فرمایا کہ اسی عیب جوئی کی ممانعت فرمائی ہے اور اسی عیب جوئی ہی سے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے جس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ اگر انسان کے بوسے ہی کے ساتھ ہلکا کا نزل متعلق اور اللہ سے جو تائبے چنانچہ میں اگر کبھی کسی کے ساتھ کوئی ذائقہ کر لیتا ہوں تو اس بات کا ڈر محسوس کرتا رہتا ہوں کہ کہیں اس کی سستا میں لگا نہ بنا دیا جاؤں۔

اسی طرح آیت کے دوسرے کچھ حصے "وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْلَ الذَّلَالِ" کو بھی سمجھ لیا جائے کہ کسی صاحبِ ایمان کیلئے یہ بات جائز ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی مومن بھائی کیلئے کوئی ایسا القاب استعمال کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو کیونکہ کوئی بھی کسی یہ بات بھی عداوت و دشمنی بلکہ جنگ و قتال تک کو ذمت پہنچا دیتے ہیں پھر یہ بھی کچھ لوگ امرِ اسلامی و ملتِ اسلامیہ کے بعد حق کو نام لگ جاتا ہے بہت بری بات ہے لہذا جب کوئی شخص ایمان سے مشرف و سرافراز و عادل کا مل قرار پایا تو اب ایسے شخص کو کافر، فاسق، ناجائز وغیرہ الفاظ سے پکارنا اور مخاطب کرنا بہت ہی برا اور ناجائز و حرام ہے۔

یہی جو لوگ کسی صاحب ایمان کو حقیر سمجھنے اور اس کی ہنسی اڑانے یا صاحب الظلمتوں کے کفر میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا قُلُوبُهُم مُّغْلَقَةٌ ۖ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

جو لوگ ان باتوں سے رد کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

صرف ظن و گمان سے کچھ کہنا درست نہیں ہے
بدگمانی سے پرہیز واجب ہے
تجسس و غیبت حرام ہے،
اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا واجب

{سُورَةُ الْحُجُرَاتِ} {آیت (۱۳)}
رَّعَوْا دِيَارَكُمْ لِنِ الْإِسْلَامِ فِي دِيَارِكُمْ
وَلِيْمَ دِيَارِكُمْ لِنِ الْإِسْلَامِ فِي دِيَارِكُمْ

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَلْحَبِیْتُوْا
كُنُوزَ دِیَارِكُمْ لِنِ الْإِسْلَامِ فِي دِیَارِكُمْ
اِذَا رَجَعْتُمْ سِلَاحًا وَلَا بَعْدُ
بِقَضَائِكُمْ تَعْقِبُهَا كِتَابٌ كَرِهُنَّ
بِأَكْلِ كِتَابِكُمْ اَخِيْذُ مِنْهَا فَاَكْرِهْهُنَّ
وَاَتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ

اے ایمان والو! گناہوں سے بہت بڑی چیزیں
بعض چھپائی گئی ہوئی ہے اور عیب کی ٹونہ لگایا
کر دے اور کوئی کسی کی غیبت (پیشہ پیچھے ہٹائی) نہ کرے
کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے کہ
کو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اسکو
تو برا سمجھے ہی ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو لیکن اللہ
بڑا تو بہ قول کرنے والا ہے۔

تشریح و تفسیر
سورہ حجرات میں آئی ہوئی پانچ مذاواں میں سے یہ آخری
پانچوں میں نادر ہے اور پانچوں مذاویں میں کی انفرادی اہمیت
زندگی کیلئے اسلامی مذاہب پر مشتمل ہیں۔

کی عیب جوئی کرنے یا اس کے لئے کوئی برا دوا گوارا لقب استعمال کرنے سے نہ نکلیں
اور ان گناہوں میں مبتلا رہیں تو پھر تو یہی لوگ ظالم ہیں انہیں جو سزا دی جائے
گی وہ ظلم پر گرنے ہوگی یہ لوگ خود ہی اپنی ان نافرمانیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے عذاب
و عقاب کے مستحق ٹھہریں گے اللہ تعالیٰ ہم سب اہل ایمان کو اپنے عذاب سے
محفوظ رکھے آمین۔

تنازعہ باللقاب کی ممانعت کے حکم میں وہ تمام القاب آجائے ہیں جن سے اسکی
تعمیر و اہانت منقول ہو اور اسے ناگوار گذرے۔ اور جن القاب میں یہ بات نہ ہو وہ
القباب بولے جاسکتے ہیں اور یہیں یہ بات ہمیشہ ہی یاد رکھنی چاہئے کہ ہر مؤمن کی
مثال دوسرے مؤمن کے ساتھ ایسی ہی ہے جیسے کوئی ایک دیوار ہو جس کی اینٹ
سے دوسری اینٹ مزید مستحکم و مضبوط ہوتی ہے ایسی صورت میں یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی
ہے کہ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا عیب نکالے یا اس کا برا نام نکالے کہ اس سے باہم
کمزوری پیدا ہوگی آپس میں دشمنی و عداوت پیدا ہوگی۔

نہایت بات ضروری ہے کہ ہم اپنے لئے یہ بات لازم کر لیں کہ ہم اپنے بھائیوں کے
ساتھ صرف صحیح اور سچی بات زبان سے نکالیں گے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



چنانچہ سورہ حجرات کی پہلی نذر مومن کی عین تکمیل دے رہی ہے کہ وہ کثابہ منت کے مقابلہ میں اپنی رائے کو کسی حالت میں بھی اس کے نہ بڑھا یا کرے تاکہ مرعہ عام میں حکم کا دار و مدار صرف شریعت اسلامیہ ہی پر رہے اور لوگوں کے معاملات فیصلہ کیلئے صرف شریعت ہی کی نظر لائے جائیں، کتاب و سنت نے جو باتیں مشرور کی ہوں وہی مشرور و حلال ہیں اور جن باتوں کو کتاب و سنت نے واجب ٹھہرایا ہو وہی واجب قرار پائیں، اور جسے حرام کیا ہو وہ حرام رہے۔

اس کے بعد اس ادب کی تکمیل دی گئی ہے جو حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر مومن کو ملحوظ رکھنا واجب ہے۔ اسی طرح آپ کے صحابہ کرام اور علمائے امت کے ساتھ ادب کا معاملہ رکھنا واجب ہے، دوسری یہ بات بھی سمجھنا اور چارنا ضروری ہے کہ یہ ادب جس کی یہاں تکمیل دی گئی ہے یہ اہل ایمان کی ایک نشانی ہے کسی صاحب ایمان کا اس ادب غالی رہنا جائز ہی نہیں ہے یہ ادب حفظ مراتب ملت اسلامیہ کی وہ خصوصیت ہے جس کی بدولت ملت اسلامیہ دوسری ملتوں سے ممتاز ہوتی اور پہچانی جاتی ہے۔

تیسری نذر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کسی غیر کو سبکدوش کے متعلق جلد بازی میں فیصلہ کرنے سے روکا اور پوری طرح تحقیق و اطمینان حاصل کرنا حکم دیا ہے تاکہ انفرادی طور پر کوئی مومن یا اجتماعی طور پر پوری ملت غلطی اور غلط فہمی کی وجہ سے کسی ایسی صورت سے دوچار نہ ہو جائیں کہ ملت اسلامیہ کا امن ہی خطر میں پڑ جائے اور پوری ملت اپنے مقام سے نیچے گر جائے یا کوئی فتنہ و فساد دہر داری اس کے سر پڑ جائے۔

چوتھی نذر میں سحر و دھن (مفسدہ فیزی و سحر و منہ) کی حرمت بیان کی گئی ہے جس طرح مومن کا عیب نکالنے اور اسے برے لقب سے پکارنے کی حرمت بیان کی گئی ہے۔

اب یہ باتوں نے دیکھا کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کیلئے یہ بات ضروری قرار دی ہے کہ وہ اپنے مومن بھائی کے ساتھ بدگمانیوں سے بہت بچتے رہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے ایمان والو! اے وہ لوگو! کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے رب ہوئے، اسلام کے دین ہوئے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی و رسول ہوئے پرا ایمان رکھتے ہو! بہت گمانوں سے بچتے رہو۔ اس حکم کے ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ گمان سے بچنے کا حکم کس لئے دیا جا رہا ہے کہ بعض بعض گمان گناہ ہوتے ہیں جو تب بعض گمان گناہ ہو سکتے ہیں تو پہلے ہی سے تم یہ امتیاد کرو کہ گمان سے کام ہی نہ لو کہ کسی وقت گناہ تک پہنچنے کی ذمہ داری نہ اُسے جو اللہ تعالیٰ کے عقاب و غضب کا موجب ہو جائے۔

لہذا اللہ تعالیٰ کے عقاب و غضب سے بچنے کی صرف یہی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ مومن صرف ایسے ہی شخص کے متعلق کوئی بدگمانی کر سکتا ہے جس کے حالات میں ایسے قرآن پائے جاتے ہوں جنکی وجہ سے اس بدگمانی کی کچھ بنیاد پائی جاتی ہو بخیر اس کے کسی مومن کے حق میں بدگمانی نا جائز ہے چنانچہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف سے بھی یہی بات ظاہر ہوئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

إِنَّا كُنَّا مَعَ النَّظَرِ فَإِنَّ النَّظَرَ

أَكْثَرُ مِنَ الْخَطِيئَةِ

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہدایت یہ فرمائی ہے وَلَا تَجَسَّسُوا یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے عیب کی ٹوہ نہ لگا یا کرے اور بے ضرورت شرعی کسی کا عیب کرید کرید کرید معلوم نہ کیا کرے کیونکہ اس میں بہت نقصانات ہو جاتے ہیں۔ یہ لفظ تجسس کے ساتھ تجسس اور حار کے ساتھ تجسس بھی آتا ہے اور دونوں کے معنی قریب قریب ہیں استعمال کے لحاظ سے دونوں میں کچھ فرق ہے وہ یہ کہ حار کے ساتھ اپنی بات کا سراغ لگانے اور پتہ لگانے کیلئے آتا ہے اور تجسس کے ساتھ تجسس بری بات اور عیب کی ٹوہ لگانے کے لئے بولا جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحیح بخاری شریف کی حدیث کے مطابق بدگمانی کی ممانعت فرمائی ہے جس کا ایک ٹکڑا اور پر لڑکچا "إِنَّا كُنَّا مَعَ النَّظَرِ فَإِنَّ النَّظَرَ أَكْثَرُ مِنَ الْخَطِيئَةِ" اور بقیہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

بُغض ہی رکھتا ہو۔

۲۷) مسلمان کو دوسرے مسلمان سے دشمنی رکھنا اور قطع تعلیق رکھنا حرام ہے۔

وہ مسلمان کا باہم بھائی بھائی بن کر رہنا واجب ہے اور یہ واجب اسی طرح ادا ہوگا کہ مسلمان بھائی کے ساتھ بھائی اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔ اسے اذکار رسائی اور تکلیف سے بچایا جائے۔ اس کے ساتھ بدگمانی نہ کی جائے۔ اسکی عیب جوئی نہ کی جائے اس کے مقابلے میں خجلا م کی بولی نہ بڑھائی جائے۔ اس پر حسد نہ کیا جائے، اس سے بغض و دشمنی نہ کی جائے۔ تعلق تعلق نہ کیا جائے۔ ان باتوں کی پاسداری ایمانی اخوت اور اسلامی بھائی چارہ کا ماحول بنے گا۔

آخری ہدایت یہ فرمائی گئی کہ **لَا تَقْبَلُوا لَهُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ** یعنی کوئی مومن اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کا ذکر کرے تو پھر کرنا جواسے ناگوار ہو، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ غیبت کیا چیز ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھنے والے سے فرمایا کہ تمہارا اپنے کسی بھائی کا ذکر اس طرح کرنا جواسے اچھا نہ لگے۔ تو پوچھنے والے نے دریافت کیا کہ اگر وہ برائی اس شخص میں واقع ہو موجود ہو تب بھی کیا اس کا ذکر کرنا برابر ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ برائی اس شخص میں موجود ہو تب ہی تو یہ غیبت ہوگی۔ اور اگر وہ بری بات اس میں موجود ہی نہ ہو اور تم برائی کر دو تو یہ تو بہتان طرازی ہوگی اور یہ بہتان طرازی تو اور بھی بری بات ہے اور غیبت کی سب سے بری قسم ہے۔

اس موقع پر اشراف نے اپنے غیبت کی شہادت و تباحث اس کی خزانہ وراثی ذہن نشین کرنے کے لئے غیبت کی صورت و حالت پر گفتگو نہیں فرمایا بلکہ اسکی بڑی سمجھانے کے لئے ایک محسوس مثال بھی بیان فرمادی ہے وہ یہ کہ:

کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند نہ کرنا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ ظاہر ہے اس سوال کا جواب ہر شخص جانتا ہے ہر ایک یہی کہے گا اگر اس بات کو تو کوئی بھی پسند نہ کرے گا اور یہ یک زبان ہر ایک یہی کہے گا کہ نہیں نہیں؛ تو سمجھ لو کہ جس طرح تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ نہیں پسند کرتے ہو اور اس سے بچنا چاہتے ہو تو اپنے زندہ بھائی کی

وَلَا تَجْسَمُوا ۖ وَلَا تَخْسُؤُوا
وَلَا تَمَسْجُوا ۖ وَلَا تَلْعَسُوا ۚ
وَلَا تَبْأَعْضُوا ۖ وَلَا تَنْأَبِقُوا
وَكُنُوا عِبَادَ اللَّهِ لِقَائِهِ

اس حدیث پر غور فرمائیے جس میں مندرجہ ذیل امور کی حرمت بیان فرمائی گئی ہے۔

۱۔ اہل ایمان مومن بھائیوں اور خاص کر ان کے صحابہ کرام کے ساتھ بدگمانی حرام ہے۔

۲۲) کسی مسلمان کے پوشیدہ حالات کا سراغ لگانا اور انکی ٹوہ میں رہنا کہ اسے کوئی نقصان پہنچایا جائے۔ جتنی اور تشدد و فتنوں ہی کا ایک حکم ہے، ہاں صرف اس بات کی گنجائش ہے کہ کسی مسلمان کی جو گہری کرسا کی ضرورت پوری کرنے کی نیت سے اس کے حالات کا پتہ لگانا رہے کہ اس کی ضرورت پوری کر دے یا اس کی کسی کوتاہی اور انکی کا علم ہو تو اسے نفیوت کر کے اس کی اہلکار کر دے لیکن جب تک وہ بات پوشیدہ ہو اس کی تلاش جرح و جرم کرنی چاہئے کہ اگر اس کی مدد و خبر گیری مقصود ہو تو اس سے اس طرح دریافت کر لے کہ آپ کو کچھ چاہئے تو بتا دیجئے؟ آپ کو ضرورت تو نہیں؟ آپ کو کچھ تکلیف تو نہیں؟

(۳) بخش معنی صرف دام بڑھانیکے لئے خیال میں بولی بولنا واجب خرید یا مقصود نہیں ہے۔

(۵) مُکدِ حرام ہے جسکی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی کے پاس کوئی ایسی چیز رکھیں یا اس میں کوئی عفت گمان دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ وہ بخوبی اور یہ نعت اس کے پاس نہ رہ جائے چاہے اس کو ملے یا نہ ملے اس کے پاس نہ رہ جائے۔

(۶) ایک دوسرے کے ساتھ بغض و کینہ رکھنا حرام ہے لہٰذا کوئی بھی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ بغض و کینہ نہ رکھے چاہے اس کا بھائی اس سے بغض

برائی کر کے اس کی عزت لینا اور آبروریزی کرنا بھی اپنے لئے برا کیوں نہیں سمجھتے ہو؟ گوشت پوست عزت و آبرو کے مقابلہ میں بہت ہی کم قیمت اور بے حقیقت چیز ہیں۔ اس موقع پر حرکت آمیز و نصیحت آمیز یہ عربی شعر ملحوظ رہنا چاہئے۔
 قَاتِلْ أَكْلَ الْخَيْطِ وَفَرْطَ الْحَمِيمِ وَارْثَ حَكِّ الْمَجْنُونِ يَنْبُتُ الْخَمِيمُ
 (لوگ گریز گوشت اور میری ہویاں کھائیں تو میں ان کے لئے گوشت اور بڑھا دوں اور اگر وہ لوگ میری بزرگی و عزت ڈھانے لگیں مجھے بے عزت کرنے لگیں تو میں ان کے لئے عزت و مجد کی بنیاد قائم کروں)

عربی شعر کو اردو شعر میں یوں منتقل کر دیا ہے۔

اگر لوگ میری گوشت کھائیں تو اور دوں کریں مجھ کو بے عزت تو کروں نہیں عزیز
 آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باجم ایک دوسرے کی غیبت کرنے کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے دُور رہنا اور دیکھنا یہ غیبت ہی بہت سی برائیوں اور باہمی دراڑیوں کا سبب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ کا نام لے کر فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی رَحِيْمٌ۔ فرما کر کیا ہے اس سے یہ بتانا منظور ہے کہ تو یہ کار و بار وہ مرتے دم تک کھلا رہتا ہے جو شخص بھی زندگی کی حالت میں تو یہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توہ قبول فرما کر اس پر رحم فرمائیں گے اور اس طرح وہ اس کے عذاب سے محفوظ رہ جائے گا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَبِاللّٰهِ۔ (اللہ تعالیٰ ہی کا شکر داسان ہے)

اے اللہ ہم سب آپ کی بارگاہ میں تو یہ کہاں ہیں ہماری تو یہ قبول فرما اور ہم پر رحم فرما۔ آمین

بِسْمِ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



چوتھیں شمار

اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان واجب ہے اور اس کا جو بدلہ ملے گا اس کا بیان

{ مُؤْمِرَةِ الْحَيِّدِ } { آیت (۲۸) }
 اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ
 اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ
 مِنَ رَّحْمَتِهِ وَتَحْيِلْ لَكُمْ دِينَكُمْ
 اور تمہارے لئے ایک روشنی مظاہرے گا جسکی
 وَجْهَتُمْ زُجْرًا سَاسًا ۖ يَوْمَ تَكُونُ
 فرما دے گا اور اللہ تو بخور و رحمت ہے ہی۔

تشریح و تفسیر

انگریزی کتاب یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھیں کہ اس آیت میں آیا ہوا خطاب اگرچہ عام اہل ایمان کیلئے معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت یہ نہ ان اہل کتاب کے جو یہ ہے جو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے ہوتے ہوئے صاحب ایمان تھے اور اسی وجہ سے وہ اس زعم میں بھی مبتلا تھے کہ صرف وہی لوگ صاحب ایمان ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت میں اسکی لقاد پر ایمان رکھتے ہیں۔ انھیں یہاں عزائم کی نسبت سے مخاطب اسی لئے

کیا گیا کہ ان کے اس زعم پر تہمید ہو جائے کہ وہ لوگ جب پہلے ہی سے اہل ایمان پر
 ثواب انھیں محفوظ علی الشریعہ تسلیم کرتے تھے اس لیے ایمان لانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟
 اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ بیان اپنے تقویٰ کا حکم دیا۔ اس سے بتانا یہ مقصود ہے
 کہ اللہ تعالیٰ پر کما حقہ ایمان رکھنے والا تو وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار
 کرے، اس کا خوف دہل میں رکھے اور اس کے نتیجے میں اس کے اوامر و احکام پر عمل
 کر کے فرما نبرداری کرے اور جرن چیزوں سے بھی وہ منافقت کی گنجی ہے ان کو ترک کرے
 اس کے بعد دوسرا حکم یہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
 علیہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ۔

یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ اہل کتاب آپ کا انکار کرتے تھے، اپنی نبوت کا اقرار
 نہیں کرتے تھے انھیں یہ بات سمجھنا نہ تھی کہ آپ کی نبوت و رسالت تمام انسانوں کے لئے
 عام ہے، اسی وجہ سے انھیں آپ کے نبی و رسول ہونے پر ایمان لانے کا حکم دینا پھر اگر وہ
 واقعی آپ پر کما حقہ ایمان لائے ہیں اور یہ ایمان انھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت و فرمانبرداری پر آمادہ کر لیتا ہے تو ان سے یہ وعدہ بھی
 فرمایا کہ تمہیں اس ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و ثواب کے دوہرے حصے
 دیجے گا۔ ایک حصہ انھیں اس ایمان کی وجہ سے دیا جائے گا کہ یہ لوگ انبیاء سابقین
 جیسے حضرات مومن و عیسٰی علیہ السلام اور حضرت ابراہیم و نوح، ابراہیم، یعقوب و
 یوسف و داؤد علیہم السلام پر بھی پہلے ایمان لے چکے تھے۔

اور ان کے لئے ایک روشنی عنایت فرمائے گا جس روشنی میں اسلام کی ہدایت
 حاصل کر کے اس کے راستے چلیں گے کیونکہ اسلام کا راستہ تو ہمراہ مستقیم کا۔ حدائق
 سے جس پر چلنے والا گمراہ ہو گا نہ بدعت ٹھہرے گا۔ اور اسی نوع کی بدولت تم لوگ
 جہنم پر سے گذر کر دارالسلام جنت تک پہنچ جاؤ گے۔

اس انعام کے علاوہ ایک انعام و کرم اور ہو گا کہ یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری
 مغفرت بھی فرمادیں گے اور اسلام لانے سے پہلے کے پچھلے تمام گناہ اور اسلام
 لانے کے بعد بھی اگر کوئی گناہ ہو گیا ہو تو وہ بھی توبہ و استغفار کی وجہ سے بخش دیا جائے گا
 اور اگر توبہ و استغفار نہ کیا ہو تو بھی ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے قیامت میں معاف

فرمادیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکو سزا دیکر پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔
 اور آخر میں فرمادیا کہ اللہ غفور رحیم اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تو اس نے
 تم سے جو بھی وعدہ کیا ہے وہ پورا کرے گا اور تمہارے پچھلے گناہ اور مہلک گناہ سب
 معاف کر دے گا۔ تم پر دنیا و آخرت میں رحم فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو غفور رحیم
 ہوا ہے بندہ دل کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور جہم بھی ہیں بغیر جہم و گناہ کسی
 کو عذاب نہیں دیتے۔

اور اس مطلب و تفسیر کی صحت اس بات سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ کوئی اہل کتاب
 جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتا ہے اور اسلام میں پوری
 طرح داخل ہو جاتا ہے تو اسے دو گنا اجر دیا جائے گا۔ یہ بات حضور اقدس صلی اللہ
 علیہ وسلم کی ایک حدیث شریفہ سے بھی مسلم ہوئی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ دو تین قسم کے لوگوں کو دوہرا دواہر
 دیا جائے گا۔

ایک تو اہل کتاب کا وہ شخص جو پہلے نبی پر بھی ایمان لایا اور پھر محمد (ص) صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ دوسرا وہ مملوک غلام جس نے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا
 کیا اور اس کا بھی حق ادا کیا جو اس کا آقا ہے تو اسے بھی دوا چلیں گے اور میرا وہ
 شخص جس نے اپنی کنیز کو اپنی طرح ادب و سلیقہ سکھایا پھر اسے آزاد کر کے اس سے
 اپنا نکاح بھی کر لیا تو اسے بھی دوا چلیں گے۔

اس آیت مذکورہ کی ایک دوسری تفسیر بھی بعض مفسرین نے فرمائی ہے
 اس تفسیر کے مطابق یہ آیت جمہ اہل ایمان ہی کے حق میں نازل ہوئی ہے اور
 یہ تمام اہل ایمان کہلاتے ہیں چاہے وہ اہل ایمان عرب کے ہوں، عجم کے ہوں
 مشرکین میں سے چاہے ایمان ہوئے ہوں یا اہل کتاب میں سے ایمان دالے
 ہوئے ہوں، مرد ہوں یا عورت جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار و اسلام
 کو اپنا دین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی و رسول مانتے ہوں سب
 ہی اس کے مخاطب ہیں۔

اس صورت میں یہ نہ اچھی چلی مذاارت ہی کی طرح ایک مذاہر ہوگی ان سے بالکل

مختلف نہ ہوگی کہ کوئی ایک روایت میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ جب اہل کتاب نے اپنے متعلق اس فقرہ کا اظہار کیا کہ کیا امت میں ہمیں دوسرا جہیز ہے گا تو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ جمہا اخرجہ کے حق میں یہ ایت نازل فرمادی اور ان کہتے بھی دوسرے ثواب کا اعلان فرما دیا بلکہ یہاں پر یہ اتنی بات زیادہ کر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایک خوشی عنایت فرمائے گا جس میں تم اچھی طرح چل سکو گے اور تمہاری مغفرت فرما دے گا۔

اس طرح یہاں امت محمدیہ کو اہل کتاب کے مقابلہ میں دو تفصیلات مزید مرحمت فرمادیں، ایک تو فوراً دوسری مغفرت۔ یہ روایت ابن جریر نے نقل کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جو آخرت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا يَكْفُرُ الْفُكْرُ أَخْلَ الْكِتَابِ | اہل کتاب کو جو ایمان نہیں دئے انھیں تکلم
أَلَا يَكْفُرُ مَرْوَى عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ | جو ایسے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جز
اللَّهُ وَ أَنَّ الْفُضْلَ بَيْنَ اللَّهِ وَ نَبِيِّهِ | پر بھی ایمان کے بغیر کوئی قدرت نہیں ہے اور یہ
مَنْ كَفَرَ اللَّهُ وَ اللَّهُ ذُو الْعَرْشِ | بات بھی کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے
الْعَرْشِ ۝ | ہمارے دوسرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

عربی قواعد سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ "لَا يَكْفُرُ" میں صلا کا جوام ہے یہ بات پر زور دینے کے لئے لایا گیا ہے شاید یہی وجہ ہوگی جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "لَا يَكْفُرُ" پڑھا ہے جس نے اس قرارت کے نزدیک انھوں نے "لَا يَكْفُرُ" کے صہف معنی بتا دیے ہیں۔

اسے اللہ تعالیٰ نے اس ایت میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے دوسرے الفاظوں میں اس کا مطلب یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ہم نے اپنے ان سچے اہل ایمان بندوں کو جو اہل کتاب میں سے نہیں ہیں ثواب کے دوگنا ہوئے اور انھیں نور عطا ہونے کا انعام دیا ہے یہ اس لئے دیا ہے تاکہ یہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی پہونچوالی مہربانی کو روکنے پر قدرت نہیں رکھتے ہیں اس لئے ان کا فخر نایابا ہے۔"

اس تفسیر کا یہ باریک نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک عظیم علم پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آپ کے علم میں زیادتی و برکت عطا فرمائے۔ آمین
وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



یہود و منافقین جیسی سرگوشیوں سے مخالفت فرمانے کے بعد آیت کے اگلے جزیں
الشرائی سے اہل ایمان کو یہ بات بھی بتا دی کہ تمہیں کسی وقت اگر سرگوشی کی نصرت
آئی جائے تو تمہارے لئے اس قسم کی سرگوشیوں کی اجازت ہے فرمایا: وَمَنْ أَضَلُّ
مِمَّن يَدْعُو إِلَى كُفْرٍ وَّعَدُوٍّ مُّوَدَّةٍ لِلْعَدُوِّ نِک کلاموں اور سرگوشیوں کی باتوں سے متعلق یہ کلام۔

گناہ وزیادتی کی سرگوشی کی حرمت اور رسول کی
نافرمانی کے معصیت و حرام ہونیکے بیان میں
اور نیکی و پرہیزگاری کی سرگوشی کی
اجازت کا بیان

سُورَةُ الْمُجَادَلَةِ { دَوَابَات (٩-١٠) }
أَعْلَفُ وَبَلَّغُ مِنَ الشَّيْخِ الرَّحِيمِ
يُحْيِي اللَّهُ الرُّمُومَ الرَّحِيمِ

ہے ایمان والو! جب (میں نے) تم کو یاد کیا تو
 تم کو یاد دہانی اور انصاف مافی سول کی گھنٹی
 دیا کہ اور ادھر نفع رسائی پر میری گاری کی باتوں
 کی سرگوشی کرو۔

اور اللہ سے دوسرے بڑھوس کے پاس تم سے
 جمع کیے جاؤ گے۔ ایسی سرگوشی ہنص شیطان کی طرف سے
 ہوئی ہے کہ مسلمانوں کو رنج و تکلیف میں مبتلا کرے
 حالانکہ وہ شیطان خدا کے ارادہ کے بغیر نہیں
 کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور ایمان والوں کو
 صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ وہ لوگوں کی خفیہ سرگوشیاں (جو عام طور پر آفت کی فکر اور انجام سے غافل ہو کر سہا کرتی ہیں) خیر سے خالی ہوتی ہیں سو اس کے کہ کوئی شخص جہد کا حکم دے یا اور کسی بھلائی کا حکم کرے یا لوگوں میں صلح جوئی و اصلاح کی بات کرے تو ایسے کاموں کیلئے سرگوشی جائز ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کی عام معلوماتوں سے متعلق باتیں ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے سرگوشی کو شیطانی تحریک بنا کر یہی فرمایا کہ شیطان بن ابلیس ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا لہٰذا اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ رکھنا چاہئے وہی حافظہ و ناظر ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



چھترویں خانہ

جب مؤمن کو مجلس میں کشادگی کیلئے کہا جائے تو
کشادگی کرنا واجب ہے
اسی طرح جب مجلس سے کسی صحیح مقصد کیلئے
اٹھنے کو کہا جائے تو اٹھ جانا ضروری ہے



{ سُورَةُ الْمَجَادِلَةِ {
آیت (۱۱) { رَعَوْذِلَافِرِیْنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ فَتَحُوا فَاَفْتَحُوْا
لَكُمْ فَتَحُوا فَاَفْتَحُوْا فَاَفْتَحُوْا
فَتَسْمِعُ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِیْلَ
لَكُمْ فَارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

تشریح و تفسیر
آپ حضرت گزشتہ تشریحات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے اس طرز خطاب کی معنویت کو بخوبی سمجھ چکے ہیں مختصراً

یہاں پھر کیا جا رہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو مخاطب فرما رہے ہیں کہ اسے وہ لوگو! جو اللہ کو اپنا رب اور پروردگار، اسلام کو اپنا دین اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی مانتے ہو چکی ہیں وہ تم ہی پوری طرح زندگی سے بہرہ ور اور کسی حکم و پابندی کو سننے اور اسے ماننے کی صلاحیت رکھتے ہو اسلئے تم کو ہی خطاب کیا جا رہا ہے اور غرض اس کی کہ تمہاری تربیت اخلاق و آداب مکمل ہو جائے اور دونوں جہاں میں تم سعادت مند رہو۔ تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جب بھی تم نے کہا جائے کہ تم میں دوسروں کی نیکیاں گننا شروع نہ کرو اور اپنا کمال دیکھ کر نہ گننا شروع نہ کرو بلکہ اپنی بات کہنے والے اس وقت تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جو کہ آپ ہی اہل ایمان کے مسئلہ و مرئی تھے آپ ہی ان کے اخلاق و آداب کو مہذب بناتے تھے۔ لیکن قرآن مجید کی یہ ہدایت ہر زمانے کیلئے عام ہے آپ کے لئے آپ کے خلفائے راشدین علمائے صاحبین، ائمہ دین میں سے بھی اگر کوئی اہل مجلس کو مجلس میں کشادگی و مہذب بنانے کا حکم دے تو اس کی تعمیل ضروری ہے۔

عام طور پر ہوتا ہے کہ صدر مجلس کے قریب ہی لوگ رہنا چاہتے ہیں اور کسی آئیوے کیلئے صدر مجلس کا قریب چھوڑنا نہیں چاہتے اس لئے اس آیت میں اس خوش اخلاق و ایثار کی تحفیل دی گئی کہ اگر مجلس میں کوئی اور آگاہ ہے تو اس کے لئے گننا شروع نہ کرو اور چاہے اس کے لئے تمہیں صدر مجلس حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے دینی رہنما ہوں، کا قریب چھوڑنا بھی چاہئے تو اس میں مطلق بغل نہ کرو بلکہ ایثار سے کام لیتے ہوئے دوسرے کیلئے جگہ خالی کر دو، بزرگوں کی مجلس و خطبات و ایثار کی صورت اکثر پیش آتی ہے وہاں اس آیت کی ہدایت ملحوظ رہنی چاہئے۔

اگر اہل ایمان اس ہدایت پر عمل کریں گے اور کہنے والوں کیلئے مجلس میں گننا شروع نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان اہل ایمان کو اس کا بدلہ دیں گے دنیا میں بدلہ یہ ہے کہ اگر رزق میں فراخی و کشادگی ہوگی اور ہر بزرگ کا بدلہ قبر کی کشادگی کی صورت میں ہوگا اور آخرت کی کشادگی جنت کے مٹھوں میں ملے گی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس حکم کے ساتھ ہی ساتھ حکم کی تعمیل

کرنے والوں سے انعام کا یہ وعدہ بھی فرمایا ہے کہ جب تم نے مجلس میں کشادگی کے لئے کہا جائے تو کشادگی کرو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی فرما دیں گے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ غنیمت سمجھنا چاہئے اور غرض دینی عالم اور بزرگ کا قریب جاہل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو فراموش نہ کرو دنیا چاہئے کہ اس نے صرف ایک مجلس میں کشادگی کر دی ہے پر کشادگی کشادگی کا وعدہ فرمایا ہے وہ اس کے بدلہ روزی میں کشادگی کرے گا، قبر میں کشادگی کرے گا اور جنت میں کشادگی ملے گی۔

آیت کے دوسرے کھڑے میں بھی اہل ایمان کو ایک حکم دیا گیا ہے اور اس کی تعمیل پر ایک انعام کا وعدہ ہے فرماتے ہیں،

”اور جب تم نے مجلس سے اٹھ جائے تو کہا جائے تو اٹھ جاؤ، تم میں سے جو لوگ اہل ایمان ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بلند عطا فرمائے گا اور (ان میں سے) جو اہل علم ہیں ان کے دوجے بلند فرمائے گا۔“

یہاں بھی ایک حکم ہے جس کے ساتھ وعدہ بھی ہے جو شخص عین حکم کرے گا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق وہ بھی کامیاب ہوگا۔

آیت شریفہ میں مجلس سے اٹھ جائے جس بات کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اگر اپنی حیات مبارکہ میں کسی شخص کو کسی وجہ سے بھی اپنی مجلس سے اٹھ جائے تو فرما میں تو بے تاثر اٹھ جانا چاہئے۔ اور آپ کی وفات کے بعد جو لوگ نائب رسول کی حیثیت میں ہوں کوئی بزرگ ہوں عالم ہوں، واعظ ہوں یا کوئی امیر ہو یا کوئی محافظ امن و امان ہو جب کسی شخص کو مجلس سے اٹھ جانے کا حکم دیں چاہے صرف اسی کو نبی امنظر ہو یا اس کی جگہ کسی دوسرے کو کسی ضرورت کی وجہ سے ہے جیسا ناہود و نوح بنی صورتوں میں اس شخص کو مجلس سے اٹھ جانا چاہئے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے تعمیل حکم پر ایک وعدہ فرمایا ہے اور وعدہ یہ ہے ”يَنْزِلُ اللَّهُ الْغَنَاءَ الْغَنَاءَ الْغَنَاءَ“ یعنی تم میں سے جو اہل ایمان ہیں اللہ تعالیٰ انہیں رفعت و سر بلندی عطا فرمائے گا ان کی مدد فرمائے گا، اور

اس موقع پر ایک دوسرے مسئلہ کی وضاحت بھی ہو جاتی چلتے، وہ یہ کہ اگر کوئی مسلمان اپنے ارادہ اور خوشی سے مجلس میں کسی دوسرے کیلئے اپنی جگہ خالی کر دے (مثلاً کسی عالم یا بزرگ کے احترام میں) از خود مجلس سے اٹھ کر اسے جگہ دے تو یہ مہورت بالکل جائز ہے وہ شخص اٹھ سکتا ہے اور دوسرا شخص وہاں بیٹھ سکتا ہے۔ اسی طرح جماعت کی نماز میں اگر کوئی ناخواندہ شخص امام کے پیچھے کھڑا ہوا ہے اور کوئی عالم وقاری آگیا تو اس امی دنا خواندہ کو چاہئے کہ امام کے پیچھے کی جگہ اسی عالم کیلئے بر خالی کر دے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے قریب علم و عقل واسلے لوگ رہا کریں۔

آیت شریفہ کے تحت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ" رحم لوگ جو کچھ کرتے ہوا اللہ تعالیٰ ان سب کاموں کی پوری خبر رکھتے ہیں ایسا کرنے سے مقصد یہ ہے کہ لوگ اس بات کو ہر وقت ذہن میں رکھیں اور ہر معاملہ میں اللہ و رسول کی فرمانبرداری کرتے رہیں تقویٰ و پرہیزگاری کی مخالفت کرتے رہیں لکھنا تعالیٰ کی ولایت محفوظ رہے اور وہ دونوں جہاں میں بے خوف و بے غم رہیں اللہ تعالیٰ ہماری مراد پوری کریں۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



نیکنامی کی شہرت دے گا اور آخرت میں ان کے عمل بلند ہوں گے۔ اور ان اہل ایمان میں سے جو لوگ اہل علم ہوں گے انھیں اور بلند درجے عطا فرمائے گا یہ مزید بڑی اسلئے ہوئی کہ وہ لوگ ایمان کے ساتھ ساتھ علم اور اس پر عمل بھی رکھتے ہوں گے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ارشاد جو سن درجہ ذیل آیتوں میں نقل ہوا ہے اس سے آیت شریفہ کی اس تفسیر و تشریح کی تائید ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق نے اپنے دور خلافت میں حضرت تابع بن جابرؓ کو کھانا کھا کر مقرر فرمایا تھا۔ کچھ دنوں بعد حضرت عمر فاروق کو حضرت تابع صفیان میں ملے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے اہل مکہ پر کس کو قائم مقام بنایا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے غلاموں میں سے ایک شخص ابن ابزئی ہے اس کو اپنا قائم مقام بنا دیا ہے۔

حضرت عمر فاروق نے عجب کے ساتھ استفسار فرمایا کہ تم نے ایک غلام کو اہل مکہ کیلئے اپنا قائم مقام حاکم بن لایا تو انھوں نے جواب میں بتایا کہ حضرت وہ (ابن ابزئی) نرسے غلام نہیں ہیں وہ کاتب اللہ کے قاری ہیں، علم فرائض (علم میراث) کے عالم ہیں۔ داؤد، عالم حدیث ہیں۔ ان کا یہ جواب سنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خشک بات ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ لا ائخذنا من کتاب (قرآن مجید) کی بدولت کتنے لوگوں کے درجے بلند فرما دیے گا اور کتنوں کو پست و ذلیل کر دے گا (علم شریف)

آیت شریفہ میں مجلس سے قیام کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے متعلق یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ اس قسم کی دینی مجلسوں سے بڑی ضرورت اٹھ کر جانا جائز نہیں ہے اور اسی طرح یہ بات بھی جائز نہیں ہے کہ کسی مجلس میں کوئی شخص پہلے سے بیٹھا ہوا ہو تو اسے اٹھ کر اس جگہ خود بیٹھ جائے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ممانعت فرمائی ہے۔

کوئی شخص دوسرے کو مجلس میں سے نہ اٹھائے اور پھر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے لیکن دوسرے کی گنجائش بحال دیا کر د اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کشادگی فرمائی ہے (یہی مضمون ایک دوسری روایت میں بھی آیا ہے)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں گفتگو کا حکم کہ اس پہلے صدقہ دیا جائے اور پھر ادائے صدقہ کے حکم کی منسوخی اور نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور اللہ رسول کی فرمانبرداری کا حکم

{ سُورَةُ الْمُحَادَّةِ: }
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَكَلَّمْتُمْ
السُّرُورَ فَقَدْ مَوَّابَتُ يَدَيْ
عَبْدِكُمْ صَدَقْتُمْ ۚ فَلْيَتَكَلَّمُوا
لَكُمْ ۚ وَأَطِيعُوا فَإِنَّ لَكُمْ فِدَا
فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ ذَكِيمٌ ۚ أَسْتَفْهَمُ
إِنَّ لَكُمْ مَوَّابَتُ يَدَيْ عِبْدِكُمْ
صَدَقَاتٍ فَإِذَا لَمْ تَفْعَلُوا نَدَاتِ
اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا
الزَّكَاةَ وَآذِنُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

اے ایمان والو! جب تم جمل سے سرگوشی کرنا چاہو تو سرگوشی کرنے سے پہلے کچھ خیرات دیدیا کرو یہ تنہا سے لے کر چار سو روپے اور ایک دل ہو کر ایک اجازت دینے سے پہلے سرگوشی خیرات دینے کی قدرت نہ ہو تو اللہ غفور و رحیم ہے کہ تم اپنی سرگوشی سے پہلے خیرات دینے سے دو گنے محبوب پاکم نہ کر سکو اور اللہ تم سے تنہا سے حال پر غایت فرمائی تو (یہ کام تو کہنے ہی میں) سناں قائم کر دے زکوٰۃ دے اور اللہ رسول کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔

اس آیت شریفہ میں ایک ایسا حکم شرعی بیان کیا گیا ہے جو صرف ایک دن یا چند ہی دن تک واجب رہا پھر منسوخ ہو گیا۔ وہ یہ کہ یہ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام میں سے جو شخص خلوت میں گفتگو کرتے کوئی وقت لینا چاہے وہ پہلے کچھ اللہ کی راہ میں خیرات دیدے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں بار بار یہ کہو گفتگو کرے۔ لیکن حضرات صحابہ میں سے اکثر اپنی جہادی ضرورتوں اور مالی تنگدستیوں کی وجہ سے اس طرح بار بار ہونے پر قدرت نہ رکھتے تھے مگر اس وقت کے مجبوری حالات پر انکی نظر بھی پڑی اس لئے وہ بات بھی سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم انکی تربیت و ادب ہی کیلئے ہے اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں وقت لیکر گفتگو کرے گا یہ سلسلہ محدود کر دیا جائے گا کیونکہ آپ سے تنہائی میں ملاقات کی رغبت و خواہش تو ہر مسلمان کے دل میں ہوگی اور ہر ایک کی خواہش کو پورا کرنا بہت مشکل کام ہے بالخصوص اسکی وجہ سے جو تکلیف و قرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برداشت کرنا پڑے گا اس کا کھانا ذرا کچھ بھی اس تقاضائے ایمان و محبت سے آگے نہ وہ حضرات حقیقت معاملہ کو سمجھ کر خود ہی اس تنہائی کی ملاقات و گفتگو سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی جلد ہی یہ حکم منسوخ فرما دیا اور انھیں اسی بات کی اجازت دیدی کہ سخت ضرورت کے وقت خیرات دینے بغیر ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ پہلے حکم (تنہائی کی گفتگو سے پہلے صدقہ دینے) کی منسوخی بہت جلد ہی ہوئی چنانچہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلے حکم پر حضرت حضرت علیؓ نے ہی ایک بار عمل کیا تھا ان کے علاوہ کسی کو اس کی نوبت نہ آئی تھی۔

حضرت علیؓ کی اس فضیلت کا اندازہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ (حضرت علیؓ کی تین فضیلتیں ہیں کہ ان میں سے ایک بھی مجھ کو حاصل ہوئی تو وہ مجھے سرخ انگوٹھوں سے زیادہ محبوب ہوئی، ایک فضیلت تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ازدواج ہے۔ دوسری فضیلت فتح خیبر کے موقع پر انھیں مجھ سے اعطا فرمایا جانا ہے اور

تیسری فضیلت اسی آیت بخوبی پراخیں عمل کا موقع مل جائے جو صرف انہیں کو ملا تھا کہ آیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔

اور آیت شریفہ کی کچھ ضروری تشریح بیان ہو چکی ہے اب باقاعدہ آیت شریفہ کا ترجمہ مطلب ملاحظہ فرمایا جائے۔ فرماتے ہیں،

(وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا) اے اہل ایمان جو کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور پروردگار دین اسلام کو اپنا دین اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی و رسول مانتے ہو۔ (وَلَا تَأْخُذْ بَعِثَتِ الْفُتُوٰلَ) جب تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہو (فَقَدْ مَنَّ الْكَذِبُ) یہی غیور ہو کہ حدیث (۱)

اس ارشاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ حکم دیا ہے کہ جب کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں ملاقات و گفتگو کرے تو اسے یہ چاہیے کہ وہ پہلے اللہ کی راہ میں کچھ خیرات دیدے پھر وہ اپنے تنہائی میں گفتگو کرے۔ اس حکم میں دو ضابطیں ملحوظ ہیں ایک تو یہ کہ اس طرح ان صحابہ کرام کی مدد ہو جائیگی تو نیک اور نادر و عزیز ہیں یہ صدقہ انہیں مل جائے گا۔ دوسری مصلحت حضور ربوہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت رسائی تھی کہ اس طرح تنہائی میں گفتگو کرنے والوں کی تعداد کم ہو جائیگی۔ ورنہ یوں تو ہر صاحب ایمان یہی چاہتا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں گفتگو کرے اور آپ کا قرب حاصل کر لیا موقع زیادہ سے زیادہ ملے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر حال انسان ہی وہ ہر ایک کیلئے وقت نہ دے سکتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ صدقہ واجب کر دیا تو لوگ اس سے بھر گئے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو کم کرنا چاہتے ہیں تو بہت سے لوگ تو اسی وجہ سے رک گئے اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو صدقہ ادا کر سکی وسعت ہی دیکھتے تھے وہ اپنی مجبوری کی وجہ سے صدقہ ادا کر سکتے نہ آپ سے تخلیق کچھتے درخواست کر سکتے تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم صدقہ کو منسوخ فرمادیا۔ اور وجوب صدقہ کا یہ حکم صرف چند ہی دنوں تک رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے (اگلی آیت کے ذریعہ) اسے منسوخ فرمادیا ہے۔

”وَلَيْتَ خَيْرٌ لَّكَ لَكَ تَطْلُبُ“ فرما کر یہ وضاحت فرمادی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے تنہائی میں گفتگو سے پہلے یہ صدقہ دینے کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں نہ ہی لوگوں کا فائدہ اور مصلحت منگور ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے صدقے اور روپیہ کی ضرورت نہیں ہے یہ صدقہ تمہارے ہی حضور و خدایا کیلئے ایک پیسے کا اور ان کے کام آئے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ صدقہ تمہارے دلوں کی طہارت و پاکیزگی کا سبب ہے گا کہ اللہ کی راہ میں مال نکالو گے تو تمہارے دل کامل نکل جائیگا۔ پھر یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے تمہارے پاس خیرات کچھ نہ ہو اور تمہیں سرگوشی اور تنہائی میں گفتگو کی ضرورت ہو تو بغیر اولے صدقہ ہی گفتگو کر لو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کا مشا بھی اتنا ہی اتنا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات راحت ان تنہائی کی ملاقاتوں میں نہ گھر جائیں، لوگوں نے اس بات کو سمجھا تو انہوں نے ایسی ملاقاتوں سے بچنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی شفقت و رحمت کے انداز میں یہ حکم صدقہ یا ارشاد فرما کر منسوخ فرمادیا ”أَنْتُمْ أَنْ تَقُتُّ مَعَ الْكَذِبِ“ یہی غیور ہو کہ حدیث (۲)

یعنی کیا تم لوگ (صدقہ دینے میں) فقر و فاقہ سے ڈر گئے کہ اگر یہی برابر صدقہ دیتے رہیں گے تو پھر کھائیں گے کیا تو اب اللہ تعالیٰ نے بھی تم پر نظر فرماتے ہو اور صدقہ کا وجوب تم پر اٹھالیا گیا ہے اور جس طرح پہلے یہ حکم نہ تھا اور تم کو اپنے ملاقات کی سہولت تھی وہی صورت اب کر دی گئی ہے۔ صدقہ دینا واجب نہ رہا مگر اس کے علاوہ جو احکام اقامت صلوات اور ادا کے رکھنے کے تم پر فرض تھے انہیں تم برابر پابندی سے ادا کرتے رہو کہ تمام یہ معاملات میں اللہ و رسول کی اطاعت کرتے رہو ان باتوں پر عمل کرنے کے بعد اس صدقہ کی تم کو ضرورت نہ رہے گی چونکہ تم لوگ اللہ کے دوست ہو وہ تمہارا ولی ہے اس لئے اس نے تحقیق کے طور پر وہ حکم منسوخ کر دیا۔

اور یہ بات ہر وقت ذہن میں مستحضر اور تازہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے پوری طرح ناخبر ہے لہذا اللہ و رسول کی اطاعت میں کوئی کوتاہی اور کمی نہ کرو کہ آخرت میں دوزخ سے نجات پا کر جنت میں داخل ہو سکو۔

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے اور آخرت کیلئے
زاد راہ لینے کا بیان
اللہ تعالیٰ کا ذکر واجب ہے، اسے بھلا دینا حرام ہے
اور نقصان و محرومی کا ذریعہ ہے

وَعَفُوهُ بَارِعٌ مِنْ الشَّيْءِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[illegible]

اس آیت کی تشریح سے فقہانیات بھی مشکوم ہو گئی قرآن وحدیث دونوں ہی میں احکام منسوخ ہوئے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَا لَكُمْ لِمَا كُفِرَ بِهِ لَا تَتَدَارَكُ السُّعْيَةَ ۚ اَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى (مجم جو کوئی آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا بھول دیتے ہیں تو اس سے بہتر بارگاہی ہی (جو مناسب حال ہو) کوئی دوسری آیت لے آتے ہیں)

اور حدیث شریف میں کچھ کی ایک مثال یہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو زیارت قبر سے روکا کرتا تھا اب کہا جیوں خردوار ہو جاؤ۔ قبروں کی زیارت کیا کرو گے نہ زیارت قبر سختی کی یاد دہانی کرتی ہے۔ اسی وجہ سے زیارت بھی جائی ہے کہ افغان و خطیب کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ احکام کے بارے میں ناخ و منور سے واقف رہ سکیں۔

چنانچہ حضرت علیؓ کو مقررہ وجہ کے متعلق یہ بات نقل کی جاتی ہے کہ ایک شخص مسجد میں دوغنا بھارا کتا تھا اور لوگوں کو غلاب اور درخت سے ڈرا کر کتا تھا آپؐ نے ایک شخص کو بھیجا کہ اسے دریافت فرما یا کہ کتا کا نام کون سا ہے؟ وہ فرمادے گا کہ اس نے کہا کہ میں تو آپؐ سے فرمایا کہ مسجد سے نکل جاؤ یہاں دوغنا ہے کجا کرو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور انھوں نے تو دوغنا سے بھی فرمایا کہ تو خود بھی بدلت ہو اور دوسروں کو بھی ہلک کرے۔ یہ باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تشریح و تفسیر | اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر بھی اپنے صاحب ایمان بندوں کو مخاطب فرمایا ہے جو ان کی ذات اور روز قیامت اس کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس شکر پر ان کی ذات اور اس کی رسالت پر ایمان و یقین رکھتے ہیں کہ جو ان کو دلائل میں لوگ اللہ کی نادر برکات دہرے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں اس نے انھیں مخاطب فرما کر پہلا حکم قیودہ یاد کرتے ہوئے لوگ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ اس شخص کو خوش و خشت کا نام ہے کہ جس شخص میں تقویٰ موجود ہو گا وہ اس شخص کو اللہ کے نذر انش اور ترک خیرات پر آمادہ کر تا ہے اور اسی طرح اسے عمل صالح اور امور خیر کی طرف سبقت کرنے کا جذبہ ابھارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ہر شخص کو اس بات کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ وہ یہ نیکر پیدا کرے کہ اس نے قیامت میں اچھا بدلہ حاصل کرنے کیلئے اعمال صالحہ کا کثرتاً ذخیرہ پہلے سے جمع کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں (مَا كُنْ مِنْ الْغَافِلِينَ) فرمایا ہے۔ غافل دہل سے مراد وہ روز قیامت ہے کہ جو کچھ وہی روز جزاء اور حساب ہے جہاں ہر نیک کا بدلہ دس گنا ملے گا اور ہر برائی اور ہر گناہ کی سزا صرف ایک ہی ملے گی۔ کسی برے عمل کا بدلہ ملے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دوبارہ دیا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ جس طرح ادا سے فرائض میں تقویٰ ضروری ہے اسی طرح محرمات و مومنات سے ترک و اجتناب کیلئے بھی تقویٰ ضروری ہے لہذا اللہ کا خوف بھی دل میں رکھو کہ اس کے فرائض پر عمل آسان ہو اور اس کی فراموشی واری اختیار کر کے اس کے عذاب سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ رسول کی اسی فراموشی واری کے نتیجہ میں نفس کا ترک ہو جاتا ہے کیونکہ ہم سب اپنے جس قول اور جس عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اگر یہ سب ان کی جملہ شرطوں کی پابندی کے ساتھ ادا ہو جائے تو ان سے جنات کا ثمر حاصل ہو جائے اور نفس بشری کا ترک ہو جائے، ایسے ہی جن جن باتوں اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روکا اور منع فرمایا ہے اگر ہم اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ان باتوں کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں ہماری نفسوں خلیف اور گندے ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آیت کے اخیر میں اس بات کو ضرور

لطف وارکنے کیلئے یہ فرمایا ہے: "إِنَّ اللَّهَ يُخَيِّرُ لِكُلِّ شَيْءٍ ذَاتًا مِّنْهُ" (اور اللہ تعالیٰ ہر شے کے لئے اس میں سے ایک چیز کا اختیار کرتا ہے)۔ اس معنوی دل میں اس مراقبہ کا پدید آکر نیکہ کہ کسی وقت بھی تم اللہ تعالیٰ کی محکمانی اور اس کی آگاہی سے غفلت نہ رہو تو ہر معاملہ میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہو، نیک کاموں کے کرنے میں سبقت اور برائیوں سے بچنے میں سبقت کرتے رہو اس طرح نفس میں طہارت و پاکیزگی پیدا ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا حقدار ہو جائے گا اور عالم ملکوت میں اس کا مقام قرب حاصل کر سکے گا۔

دوسری بات میں اس طرح نصیحت فرمائی گئی ہے کہ (اے اہل ایمان تم!) لوگوں کی طرح نہ بیجاؤ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیچہ پروائی کی (اس کے احکام کو پس پشت ڈال دیا) تو انہیں خود انہیں انکی جائز سے بے پروا کر دیا یہ لوگ نافرمان ہیں)

چونکہ اہل ایمان اللہ کے خاص بندے اور اس کے دوست ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی نعمتیں وہ اور بری باتوں سے جو انکی شقاوت و بد بختی کا سبب بنیں اور وہ رحمت و نفعیت فرا دای ہے کہ تم ایسے کام نہ کرو اور ایسے نہ ہو جیسے کچھ لوگ پیسے بن کیے ہیں کہ انھوں نے اللہ و رسول کی طاعت و اطاعت ترک کر دی اور ظاہر دانی برتی تو اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں یہ سزا دی کہ وہ خود اپنی جانوں ہی سے لاپرواہ ہو گئے اور جن کا مولے نفس کو فائدہ پہنچ سکتا تھا، نفس میں پاکیزگی و طہارت آسکتی تھی ایسے کام انھوں نے نہیں کئے ورنہ ان کے نفوس بھی پاک ہو جاتے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے انھیں اس کرامت خانہ رحمت میں مقام قرب ملتا جو اس کے محکم بندوں کا ٹھکانا ہے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت اور ناقابل تبدل طریقہ یہی ہے کہ جو شخص بھی اسے بھول جائے اور نفس کی اطاعت کرنے کے معاصی و شقاوت میں وہ حد سے آگے بڑھ جائے اور ہرچہ وہ ناسقوں میں شمار ہونے لگتا ہے۔

اور یہ سب اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اس نے خود ہی اپنے نفس کو سبلا دیا اور ایسے کام نہ کئے جن سے نفس کو پاکیزگی حاصل ہو جو کہ فرائض و واجبات کو اللہ و رسول کی

مرضی کے مطابق اوکرنے اور ممنوعات و محرمات سے اجتناب کرنے ہی کے ذریعہ حاصل ہوا کرتی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عمارتِ رحمت کو یہ فراخ‌نعم کیلئے، کہ یسوعی
 أَهْلُهَا السَّادَةُ أَهْلُهَا الْجَنَّةُ، معتقد ہے کہ جس طرح اہل طاعت و اہل محبت
 باہم ایک دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتے اور جس طرح راقی ثبات قدم رہنے والے
 اہل حق اور راقی سے خوف بخوشاں اہل نفع و اہل فسق باہم برابر نہیں ہو سکتے کہ چونکہ
 اہل دوزخ کا انجاس تو بد بچھی و شقاوت اور حرمان و خسران ہے، جبکہ اہل جنت کا انجاس
 اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا حصول ہے۔ اہل دوزخ نازکے درکِ اسفل
 میں ہوں گے جبکہ اصحابِ جنتِ جنتِ اعلیٰ میں ہوں گے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی محبوب و پسندیدہ باتوں پر عمل کرنا اور اس کی ناپسندیدہ و مکروہ چیزوں سے پرہیز کرنا واجب ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہر دم مبارکگراں ہے اور ہمارے ہر کام کی خیر رکھتا ہے ہر وقت یہ مراقبہ ضروری ہے کہ مصیبت میں مبتلا ہونے سے بچ سکے۔

۳۔ اس بات سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ ہم خود فراموشی میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ یہ خود فراموشی ہی بڑے بڑے خدا فراموشی کا سبب بن جاتی ہے پھر مومن معصیت و فسق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۴۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غویل خطبہ کی یہ چار باتیں بھی اور کہنے کے قابل ہیں:

(الف) جو اب بھی اللہ کی رضا جوئی کے لئے نہ ہوا اس میں کوئی بہلائی نہیں ہے۔
(ب) جو مال اللہ کی راہ میں (جہاں خرچ کرنا اللہ نے بتایا ہو) خرچ کیا جائے اس میں کوئی بہلائی نہیں ہے۔

جہاں جہاں وہ نادانی اس کے علم و علم غائب ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔
 وہ جو شخص اللہ سے الگ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کا خوف کرے اس میں کوئی
 بھلائی نہیں ہے۔
 وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اہل کفر کو دوست بنا کر ان دوستی کا معاملہ کرنا، انکی مدد کرنا حرام ہے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ نیک نختی اور کامیابی کا راستہ بھٹک گیا ہے

تشریح و تفسیر

اس سورہ کی ان آیات کا تعلق اگرچہ ایک خاص واقعہ سے ہے مگر اصولی طور پر یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ اعتبار حکم کے عام الفاظ کا کیا جائے گا اور وہ حکم اس خاص واقعہ کے ساتھ مخصوص نہ کرے گا اسے ایک عام حکم اور ایک عام ہدایت سمجھا جائے گا۔ اسی قاعدہ کے تحت یہ آیات اگرچہ ایک خاص واقعہ اور ایک شان نزول سے تعلق رکھتی ہیں لیکن ان میں وہی ہوتی ہدایت و ممانعت عام ہے ہر زمانہ میں اہل ایمان پر اس کی یا بندہ کی ضروری ہے۔

آیت شریفہ کا شان نزول مسلم شریف کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ حضور رسول قبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ان آدمیوں (یہود) کو اور حضرت زبیر و مقداد کو بھیجا اور فرمایا کہ تم لوگ روئے قحار پہنچو (یہ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے بارہ میل عربی کے فاصلہ پر واقع ہے) وہاں تم کو ایک مافوق ملے گی جس کے پاس ایک خفیہ خط ہوگا وہ خط اس سے حاصل کر کے لے آؤ (بعض دوسری روایت میں اس عورت کا نام سارہ بتایا گیا ہے جو مکہ کی ایک گائیکہ تھی اور کسی طرح مدینہ پہنچ کر وہاں سے یہ خفیہ خط لے جا رہی تھی)۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ٹھوڑے دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے تو فافاصلہ پر ہمیں ایک عورت ملی تو ہم نے یہ بدھڑاک اس سے یہ بات کہہ دی کہ وہ خط نکال! وہ بولی میرے پاس کوئی خط وہ نہیں ہے، ہم لوگوں نے کہا کہ خط نکال دے ورنہ اپنے یہ کپڑے اتار دے کہ ہم جاہل گمشدہ لیں۔ یہ دھکی سننے کے بعد اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں چھپا ہوا ایک خط نکال کے دیا۔ ہم وہ خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں لے آئے خط نکول کر پڑھا گیا تو حضرت حاطب بن ابی لیثیم کی طرف سے لکھا ہوا ایک خط تھا جو پڑھ کر ہمیں مکہ کے نام تھا جس میں انھوں نے مشرکین مکہ کو حضور تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض منصوبوں (اہل مکہ سے جنگ کی تیاریوں) کی اطلاع دی تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خط پڑھ کر حضرت حاطب سے پوچھا۔ حاطب! یہ کیا حرکت ہے؟ حضرت حاطب نے جواب دیا میرے غوث جلدی کوئی فیصلہ نہ فرمائیے میری بات پہلے سن لیجئے:

میں (مکہ کا رہنے والا نہیں ہوں) قریش کے لوگوں کے ساتھ مل کر رہ رہا تھا وہاں میری کوئی کنیز اور خادمان نہ تھا ایسی ہی ساتھ رہنے کے تعلقات تھے آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی وہاں رشتہ دار ہیں اور قرابتیں ہیں اسلئے کفار مکہ ان لوگوں کا کچھ کھانا کرتے تھے مگر میرے بچے وہاں تنہا تھے کوئی رشتہ دار نہ تھا تو میں نے یہ خیال کیا کہ قریش مکہ کے ساتھ کچھ سلوک و احسان کر دوں جس کی وجہ سے وہ منوب احسان ہوں اور مکہ میں میرے متعلقین کے ساتھ شرافت و اذاریت رکھیں۔ یہ کام میں نے کفار و منافقین کے نہیں کیا میرا یہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان کفار قریش پر نازل ہو کر رہے گا اور میرا یہ خط انھیں اللہ کے غضب سے بچا سکے گا، مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی کا مایہ دامن ہوگا۔ میں نے صرف اپنے متعلقین کو ان کی شرارتوں سے محفوظ رکھنے کیلئے ان کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا کہ وہ بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حاطب کی یہ صفائی واقعہ کے مطابق سمجھ گئی اور آپ نے فرمایا۔ حاطب! تم نے صحیح صحیح بات بتادی تم نے عجیب بھی بتایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں موجود تھے بولے مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق (حاطب) کی گردن اڑا دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حاطب جنگ بدر میں شریک ہو چکے ہیں تب بھی یہ بات کہاں مسلم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کیلئے کیا اعلان فرمایا ہے اس نے اعلان فرمایا ہے کہ جو چاہو گے جاؤ ہیں تمہاری مغفرت (پہلے ہی) کر دی ہے (یعنی مستقبل میں بھی جب اسی طرف سے اطمینان ہے کہ تم نے کوئی ایسا کام نہ ہوگا جو مغفرت پر اثر انداز ہو)

یہ ہے ان آیات کا شان نزول، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ (اے ایمان والو! جو اللہ و رسول کی قسم دینے کو میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو (وہی کفار و مشرکین کو) اپنا دوست (اور راز دار نہ بناؤ) ان سے دوستی کا اظہار نہ کرنا میرے سوا ہے) مجھے نہ کرنے لگو کہ کہیں اس دوستی کا نقصان پوری ملت کو نہ پہنچ جائے۔ حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ یہ اہل کفران تمام ہی باؤں کا انکار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس آئی ہیں۔ پھر یہ بات بھی تو دیکھنے کی

ہے کہ یہی لوگ تو ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تم کو شہر بدر پر چکے ہیں جبکہ تمہارا تصور یہی تو تھا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے جو تمہارا پروہ و گار ہے۔
خود سوچو کہ کیا ایسے کافر جن کا تمہارے ساتھ یہ سب معاملہ چکا ہو کیا یہ لوگ اس قابل ہیں کہ تم ان سے اپنی دوستی و جبر روی کا اظہار کرو یہ تو بہت بڑی بھولک اور اگرچہ جہاد فی سبیل اللہ میں میری رضا جوئی کیلئے مکمل ہی رہے تھے تو ایسے موقع پر ان سے خفیہ دوستی کا اظہار کرتے ہو اپنے ملک کے راز و دشمنوں کو بتانا کتنی ناہنجی کی بات ہے) میں جانتا ہوں وہ کبھی جسے تم چھپاتے ہو اور وہ بھی جو تم ظاہر کرتے ہو۔

تم تو اپنے گھروں سے میری راہ میں جہاد کرنے نکلے ہو کہ میرے دین اور میرے رسول کی نصرت و مدد کرو اور میری رضا و خوشنودی حاصل کرو تو پھر میرے دشمنوں سے دوستی اور یہ راز داری کیسی ہے! آخر دیکھو کہ میرے رسول کو تمہارے اس خط کی اطلاع مل ہی گئی تو مشرکین مکہ کے نام بھیجا گیا تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنا ملک حجاز کی اطلاع دے کر جنگی راز افاش کر دیا گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شاید یہ چاہتے رہے ہوں گے کہ کفار مکہ کو جنگ کی خبر نہ ہو اور وہ ڈرائی کیلئے لوگوں کو شہر نکرسکیں اور زیادہ خون ریزی نہ ہونے پائے کہ ممکن ہو نہ جاتے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار و مشرکین کی شہنی کا حال اسی طرح بھی بیان کیا ہے کہ یہ لوگ تمہارے ایسے دشمن ہیں کہ اگر تم پر قابو پا جائیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں یہ لوگ پھر تمہاری دوستی کی کوئی پروا نہ کریں اور دست و پازاری اور زبان و رازی کسی سے بھی باز نہ رہیں گے۔ یہ لوگ تو یہی چاہتے ہیں کہ تم لوگ بھی انکی طرح کافر ہو جاؤ۔

اب بطور خلاصہ یہ چند باتیں ذہن نشین فرمالیں۔

۱۔ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرنا۔ ان کی تائید و مدد کرنا یا سب حرام ہے۔

۲۔ مسلمانوں کے جنگی راز کا فر دشمنوں (سہو و نصاریٰ وغیرہم) تک پہنچانا بڑا خطرناک جرم ہے یہ راز پہنچانے والا چاہے کیسا ہی نمازی اور روزہ دار ہو۔

۳۔ کفر کی ظلمت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ کافر میں رحم و محبت کا مادہ بالکل نہیں ہوتا موقع پڑ جائے تو دوسلمان پر رحم نہیں کرتا کفر کی وجہ سے ان کے دل اندھے ہوتے ہیں، احمسانی برائی کو پہچانتے ہی نہیں۔

۴۔ آیت کے شان نزول کی روایت میں اہل بدر کی فطرت ہیسان ہونی کہ ان کا درجہ بہت بلند ہے، انکی ایسی غلطی بھی معاف کر دی گئی۔

۵۔ روایت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نیک لوگوں کا عذر مان لینا چاہئے۔

مَسْلُوكُمْ عَلَىٰ الشُّرُكِيِّينَ وَالْمُجْرِمِينَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ



اس بیگانہ میں کہ جو مسلم عورتیں دارالکفر سے دارالایمان کی طرف ہجرت کر کے آئیں انکے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے اور انکے شوہروں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ
مُؤْمِنَاتٌ مُّسَلَّمَاتٌ فَامْتَحِنُوهُنَّ
اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ
عَلِمْتُمْ هُنَّ مُؤْمِنَاتٌ فَلَا تَحْجُرُوهُنَّ
فِي الْمَنَازِلِ وَلَا يَحِلُّ لِهِنَّ
وَلَا لَهُنَّ يَحِلُّنَّ لِهِنَّ وَأَنْتُمْ
مَأْتِفُونَ ۖ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
أَنْ تَحْجُرُوهُنَّ إِذَا اسْتَجُوبْتُمْ
مِنْهُنَّ ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
فِي الْمَنَازِلِ ۚ وَمَا أَفْضَلُ
وَالسَّلَامُ ۚ وَمَا أَفْضَلُ لَكُمْ

FAY

کہے وہ ان سے ملے اور وہ کافر بھی اپنی رمت
 مانگ لیں رجا انھوں نے مسلمان بنو اور انھوں
 پر غصہ نہ کیا جو انہیں کافر نہیں سمجھا
 درمیان فیصلہ کرتا ہے اللہ اعلم والا حکمت
 والا ہے اور رجا ہمدانی جو یوں میں سے کسی کی
 بیوی کافروں میں رہ چلے تو قرآن (کافروں)
 کو سزا دے جو جن کی بیویاں جاتی رہیں انکو
 اس میں سے امتداد دے ورنہ ان مسلمانوں نے
 جن کی بیویاں جاتی رہیں ان پر غصہ نہ کیا
 اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں رجا ہمدانی ہے۔

تشریح و تفسیر | اس آیت شریفہ سے متعلق بھی ایک شان نزول ہے پہلے وہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ چھٹی ہجری میں جب صلح حدیبیہ ہوئی تھی تو اس کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ سے جو مومن و منافق اہل اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جائیں تو آپ انھیں مکہ ہی کو واپس لوٹا دیں چلے وہ آئے و الا مسلمان مہاجر جمی ہو اور اپنا دین بچا کر لے مکہ آپ کے پاس آیا ہو اگر ممدینہ سے کوئی مشرک مکہ آجائے تو اہل مکہ اسے ممدینہ واپس بھیجیں گے۔

اور صلح کی مستعد شروں میں عربوں سے تعلق کوئی صراحت نہیں ملتی کسی
 دوران حضرت ام کلثوم (عقبہ بن ابی معیط کی صاحبزادی) ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ
 آئیں تو ان کے دو بھائی عمارہ و ولید انھیں قریش کے پاس لوٹانے کے لئے
 آگے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھائیوں
 کے ساتھ واپس نہیں کیا (معارف القرآن) میں ہے کہ عمارہ و ولید بھی مسلمان
 ہی کی حیثیت میں بہن کے ساتھ تھے ام کلثوم کے شوہر عرب بن ماس تھے جو اس وقت
 تک کافر ہی تھے وہ انھیں واپس لے گئے تو آپ نے شرائط صلح کے پیش نظر
 عمارہ و ولید کو تو واپس کر دیا مگر حضرت ام کلثوم کو واپس نہیں کیا کیونکہ صلح نامہ

کے الفاظ میں واپسی مردوں ہی کے متعلق تھی عورتوں کا ذکر ہی نہ تھا یہ بھی ایک غبی مدد تھی کہ صلوات لکھنے والوں کا ذہن ہی اس تکہ کی طرف نہ گیا۔ آیت مذکورہ کا یہ شان نزول ہے ان حالات میں یہ آیات نازل ہوئیں اور ان عورتوں کے متعلق احکام بتائے گئے جو دارالکفر سے ہجرت کر کے دارالاسلام پہنچیں فرمایا گیا کہ اے اہل ایمان جب سلمان عورتیں دارالکفر سے ہجرت کر کے دارالاسلام پہنچیں تو پہلے ان کی جانچ کر لو کہ یہ واقعی مسلمان ہو کر آئی ہیں یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ اس جانچ کا فیصلہ تو نہیں وگمان ہی پر مبنی ہو گا حقیقی علم تو ان لوگوں ہی کو ہے کہ وہ عورتیں صاحب ایمان ہیں یا نہیں؟ اس لئے اس جانچ کو امتحان کا ایک طریقہ مقرر کر دیا گیا کہ ان عورتوں سے کہا جائے کہ وہ اپنے مسلمان ہونے پر قسم کھائیں اور یہ کہیں کہ میں صرف ایک اللہ پر ایمان رکھتی ہوں اور صرف اسلام کو جسے میں نے ہجرت کی ہے شوہر کی محبت یا کسی اور کی محبت کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ جب وہ اس طرح قسم کھالیں تو پھر انہیں کافروں کے پاس واپس نہ جانے دو، وہ عورتیں بھی ان کافروں کیلئے حلال نہیں ہیں اور وہ کافر بھی ان کے لئے حلال نہیں رہ گئے کیونکہ اسلام نے اس پاکیزہ تعلیق کو ختم کر دیا جو ان دونوں کے درمیان تھا اللہ تعالیٰ نے مشرکین و مشرکات کے ساتھ نکاح کو حرام ٹھہرایا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلم و مہاجر عورتوں کی واپسی منع فرمادی ہے اب اگر اس مہاجر مسلمان عورت کا مشرک و کافر شوہر اس کے مطالبہ کرے کہ میں نے اب تک تجھ پر کچھ خسر چ کر کیا ہے وہ مجھے واپس ملنا چاہیے تو مسلمانوں کا شرعی امام و حاکم یا عام مسلمان اس کا مطالبہ اور کریں اور جو رقم اس نے خسر چ کی ہو اسے واپس دے دیں۔

ایسی مسلمان مہاجر عورتوں کیلئے یہ بھی بتا دیا گیا کہ اہل ایمان مردوں کو ان عورتوں سے نکاح لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے جب وہ ان کا مہر ادا کریں بغیر شرط نکاح ملحوظ رکھی جائیں گی بلکہ تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

ان حالات میں یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی کافر و مشرک مسلمان ہو جائے اور اس کی بیوی بدستور کافر ہی ہو تو پھر ان دونوں کا تفصیلی نکاح ختم ہو جائے گا۔ اب مرد اس عورت کو نہیں کھسکا۔ اسی طرح اس کے برعکس کہ کوئی مسلمان عورت نفوذ باللہ شرمندہ ہو جائے اور اس کا شوہر مسلمان ہو تو مرد اس عورت کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ ان صورتوں میں بھی ہر ایک شوہر اپنی بیوی سے مہر و نفوذ کی جو رقم اس پر خسر چ کی ہو اس سے واپس لے سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت اس ارشاد پر ختم فرمادی کہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔ اللہ بڑا علم والا حکم والا ہے اسے اپنی تمام مخلوق کا ادا ران کی جملہ ضروریات کا علم ہے اس کے ہر فیصلہ میں حکمت ہوتی ہے لہذا پہلے چون چڑا اس کے احکام مان لینے چاہئیں۔

اور اگر یہ صورت ہو کہ تم میں سے کسی کی عورت نفوذ باللہ شرمندہ ہو کر کافر کے پاس چلی جائے اور تم اس سے اپنی خسر چ کی بیوی رقم کا مطالبہ کرو اور وہ ادا نہ کرے اور اس کے بعد جہاد کی نوبت آئے جس میں مالی نیت حاصل ہو تو نفیست تقسیم کرنے سے پہلے اس کے شوہر کی رقم ادا کر دی جائے۔ آخر میں تقویٰ کی ناکہ ہے اور اس کا حکم دیا ہے کہ اس اللہ سے ڈستے رہو جس پر تم لوگ ایمان رکھتے ہو۔

وَمَا كَانَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَيْنَهُمَا نِكَاحٌ

۳۸۶
مدد کا تعلق ہے کیونکہ یہ بات تو ہر طرح سے بالکل نامعقول اور کسی طرح بھی قابل قبول نہیں کہ کوئی شخص اپنے اس خدائے مدد و نفعی کا مرکب ہو جس خدائے اسے پیدا کیا۔ عدم سے وجود میں لایا پھر زندہ رہنے کیلئے اسے رزق و روزی سے نوازا جب تک وہ زندہ رہا وہی خدایا اس کی تخلیق کرتا رہا اور یہ شخص بجائے اس کے کہ اس سے محبت کرے اس سے مدد و نفعی کر رہا ہے نہ بھی اسے یاد کرتا ہے نہ اس کا شکر ادا کرتا ہے نہ اس کے کسی حکم کی تعمیل کرتا ہے نہ ہی کسی معاملہ میں اس کی ممانعت کی تعمیل کرتا ہے گویا ہر معاملہ میں جو کچھ اسے کرنا چاہئے بالکل اس کا اٹھا اور اس کے برعکس طرز عمل اختیار کرتا ہے کیونکہ اس کا طرز عمل قویہ ہے کہ وہ ہر اس بات کو پسند کرتا ہے جو اس کے خدا کو نا پسند و ناگوار ہو۔

اور ہر اس بات کو برا اور پائیدار سمجھتا ہے جو اس کے خدا کو محبوب و پسند ہو۔
 اللہ تعالیٰ کی پناہ ایسے لوگوں سے جو اپنے خالق و مالک سے رات و دن دشمنی کریں اور اس
 کے رسولوں اور دوستوں سے جنگ اور مقابلہ کریں۔

انہی نسلے کی اسی ممانعت کی وجہ سے اہل کفر و شرک سے ولی اللہ اور دوستی رکھنا گناہ عظیم قرار پایا اور اب کوئی بھی ان شرک کا سچا منہ نہ جو دل میں دولت ایمان رکھتا ہو ایسا نہ ملے گا کہ اس کے دل میں ایسے شخص کی محبت پائی جلتے ہو اور وہ لوگ کا دشمن ہو اور اہل ایمان سے عداوت رکھتا ہو چنانچہ اسی معنیوں کو انہی نسلے نے اپنی اس آیت میں بیان فرمایا ہے :

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
 الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ
 أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ أَوْلِيَائِهِمْ فَمَا يَصْنَعُونَ
 أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ
 وَأُفٍّ لَهُمْ وَلَهُمْ فِي عَذَابٍ مُّنتَبِهٍ
 مَن عَدَا لَكَ الْبَغْيَاءُ فَالْيَوْمَ لَا يَدْرِي
 فِيمَا شَرُّ الْبَغْيَاءِ وَلَا يَجِدُ لَهُمْ فِي عَذَابٍ
 مُّنتَبِهٍ

آپ ایسے لوگ نہ دیکھیں گے کہ جو اللہ و رسولؐ
 پر ایسا برا کرتے ہوں گے آپ ان کو اس سے دوستی نہ کریں
 جو اللہ و اس کے رسولؐ کے دشمن ہوں خواہ
 یہ لوگ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا اپنے
 لوگ ہی ہوں اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان
 لکھ دیا اور ان کے دل میں نفرت ہے اور ان کو
 عذاب میں متنبہ ہے اور آپ نے ان کے خلاف
 بغاوت کی ہے اور آپ ان کے خلاف عذاب میں متنبہ

یہودی سے دلی دوستی کی ممانعت

{سُورَةُ الْمُتَحَفَاتِ}
 {آيَةُ (١٣)}
 رَعَوْا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

رَعُوْا بِالَّذِيْنَ فِيْكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنَ الْيَتَامَى الَّذِينَ بُعِثُوا لَمْ يَتَّخِذُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْأَسْفَلَ سُبُلًا ۚ ذَٰلِكُمْ بِمَا عَمِلُوا فِي الْأَفْوَاعِ ۚ

تشریح و تفسیر | یہ نئے مبارکہ سورہ ممتحنہ کے ختم پر ذکر کی گئی ہے اللہ تعالیٰ سے سورہ ممتحنہ کی ابتداء اور اس کی انتہاء بھی ایک

آغاز سورہ میں اللہ و رسول کے دشمن عام کفار مشرکین سے دوستی کو حرام
 بنایا ہے کہ اہل ایمان ان دشمنانِ خدا و رسول سے دوستی نہ کریں۔ اب یہاں
 سورہ ۲۷ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی دوستی سے روکا جا رہا ہے کیونکہ یہ بھی تو
 دشمن و رسول اور اہل ایمان کے دشمن ہی ہیں۔

یہودوں نے ہماری سے جو ربط و تعلق - حرام کیا گیا ہے وہ دلی دوستی اور نصرت و

أُولَئِكَ جُزِئَ اللَّهُ أَكْثَرُ ۝
 جُزِئَ اللَّهُ حُصْمُ الْمَلَائِكَةِ ۝
 یہ لوگ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان کے دلوں میں کبھی کسی کا فری دوستی نہ ہوگی چاہے وہ کافر ان کا بہت ہی قریبی رشتہ دار و اہل تعلق ہی کیوں نہ ہو یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کا بہت گہرا نقش کھدوایا ہے جو مٹ نہیں سکتا اور انھیں ایمان و ہدایت کی دلیل و برہان کی بدولت ثابت تدریجی خوشحالی عطا فرمادی ہے اور آخرت کا انعام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنت کے ایسے باغوں میں (رہنے کیلئے) داخل فرما دینگے جن کے نیچے متعدد نہریں بہتی ہوں گی اس جنت میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے کبھی نہ موت آئے گی نہ وہاں سے نکلیں گے اور سب بڑا انعام تو یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی و خوش ہوگا اور یہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے ہر قسم پر خوش ہوں گے۔

یہ لوگ اللہ کے گروہ ہیں، شیطان کی پارٹی میں نہیں ہیں کیونکہ یہ سب تو اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں جس میں شیطان کا کوئی بھی حصہ نہیں ہوتا۔
 آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بیان انعام پر اس اعلان کی مہر لگا دی کہ
 - ابھی طرح سن لو کہ یہ بات بالکل قطعی و یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گروہ و آلے ہی فی الحقیقت دوزخ سے نجات پا کر جنت میں داخل ہو کر کامیاب ہو یوں آلے ہیں جو نیک لوگوں کا ٹھکانا ہے اور شیطان کی پارٹی کے لوگ جیسی اہل کفر و اہل شرک نیز غم و گمراہ لوگ اس روز نقبان اور گھاس میں میں ہیں گے کہ خود اپنی جان سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے دن خسارے میں پڑے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں لوگوں کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ
 خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ جَمِيعًا
 هَؤُلَاءِ هُمُ الْخَاسِرُونَ
 الْمَبِيتُونَ ۝
 آپ ان لوگوں سے (یعنی) کہہ دیجئے کہ مہر نقبان و خسارے میں تو دیکھ رہے ہوں نے اپنی جانوں کو اور اپنے متعلقین کو روز قیامت نقبان میں ڈال دیا کہ یہ لوگ کھانا ہوا خسارہ ہے کہ خود بے گناہ متعلقین بچ سکے۔

آخر میں ہم پھر اس نمائے خداوندی کی تشریح کیطورتوجہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اہل ایمان کہ تم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی و رسول ہونے پر ایمان رکھتے ہو اس ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ

تم ایسے لوگوں سے ولی و دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے اور نہ انہی کوئی نصرت و مدد کرو، اللہ تعالیٰ اس آیت میں اہل ایمان کو خاص طور پر یہ جوہر سے دوستی کی ممانعت فرماتے ہیں کہ جو نہ یہودی قوم ہی وہ قوم ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے اور اس غضبناکی کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب توریت کے ذریعہ حق بات پوری طرح مستحکم ہو چکی تھی انھوں نے حق کو سچاں کر اس سے انحراف و اعتراض کیا تھا انھیں اللہ تعالیٰ کے حکمرانیت (حرام کی ہوئی باتوں) کا اچھی طرح علم تھا اور اس علم کے باوجود وہ ان کے منکب ہوتے، اسی طرح وہ راہ ہدایت سے پوری طرح واقف تھے لیکن دلالتہ اسے چھوڑ دیا اور گمراہی اختیار کر کے اسی کو اپنا لیا۔

ان کی یہی حرکتیں اللہ تعالیٰ کے غضب و غضب کا سبب بن گئیں اس لئے خصوصیت سے ایسے لوگوں سے دوستی کی ممانعت فرمائی گئی۔
 اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہودی کے برائی بھی بیان فرمادی کہ یہ سبکے سب سخت ہی سے بالکل مایوس و نامید ہو گئے ہیں انھیں یہ توقع و امید ہی نہیں ہے کہ مرنے کے بعد عالم آخرت میں جہ جہاں اہل ایمان دوزخ کے خلاف محفوظ رہ کر نخل جنت کی سعادت حاصل کریں گے۔ یہودی کی اس مایوسی کا سبب ان کا یہ علم تھا جو انھوں نے اپنی کتاب توریت میں اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے متعلق پڑھ رکھا تھا۔ حق بات کو جاننے کے بعد اس سے اعتراض اور روگردانی اختیار کرنے پر ایسے لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا جو کلمہ فیصلہ ہوا ہے اس سے یہ لوگ پوری طرح باخبر تھے۔ اس کے باوجود حق کو پسپا کرتے ہوئے انھوں نے اس سے روگردانی اختیار کی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ و محبوب چیزوں کو جاننے ہوئے انھوں نے ان چیزوں کو منکر و اور برا سمجھا اور اللہ تعالیٰ

کی اپنی سند اور نارضامی کی چیزوں کو جانتے ہو جتنے ہوئے ان کا رستہ نکال دیا۔
اس شخص کا رجب اپنی فخریوں اور پادشاہیوں کے باعث کفر و شرک اور جہنم و
معاصی کے چارک خیز مسند میں بالکل غرق ہو گئے تو پھر خود ہی دوزخ سے نجات
پانے اور جنت میں داخلہ غنیمت ہوئے سے مایوس و نامیدی ہو گئے۔
اللہ تعالیٰ انکی اس مایوسی و نامیدی کو کفار کی اس نامیدی سے تشبیہ
دی ہے جو انھیں ان کفار کے حق میں بھی جو حالت کفر و شرک میں مگر رہے تھے،
کیونکہ اس قسم کے کافر و شرک لوگ بھی اپنے داخلہ جنت سے یوں ہی مایوس و
مایوس رہتے ہیں بلکہ ان کے رشتہ دار عزیز و اقرب بھی مایوس ہو جاتے ہیں کہ
یہ لوگ تمہیں جانے کے بعد چھوٹ کر دنیا میں نہ آئیں گے، بالکل اسی طرح یہ
مستحقین غنیمت یہودی اہل آخرت کی سعادت مندی، دوزخ سے نجات اور جنت
کے داخلہ سے مایوس و نامید ہو چکے ہیں۔

اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَعِقَابِكَ وَنِقْمَتِكَ اَمِيْنَ
وَسَلَامٌ عَلٰى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بیاسی ویں ندام

اس بات کی مذمت میں کہ انسان ایسی بات کہے جو کر نہ سکے، بندہ کی ایسی بات اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتی ہے
(اور یہ کہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو محبوب رکھتے ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ کریں اور ثابت قدم رہیں

وَعُوفٍ بَابٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اسے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کہتے
 نہیں ہو، خدا کے نزدیک یہ بات بہت بڑا ارتداد
 کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کہو نہیں۔
 اور تمہارے ان لوگوں کو عیب نہ کہتے ہیں جو تم
 کے راستے میں اس طرح صفت بستہ ہو کر لڑتے
 ہیں گو یاد رکھو یہ مسلمان ہی ہوتی ہو یا کافر۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ
تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ لَبِئْسَ مَا تَفْعَلُونَ ۝
عَلِمَ اللَّهُ أَنَّ قَوْلَكُمْ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقِيمُونَ
صَلَاتَهُمْ وَيَتُونَ زَكَاةً
مِنْ صُلُوحِهِمْ ۝

تفسیر و تشریح | اس آیت مبارکہ اور نذرے رحمانی کا ترجمہ تو اوپر آیت ملاحظہ فرمایا اب اس کی تفسیر و تشریح ملاحظہ ہو۔

لَا تَقْعُدُونَ وَلَا تَوَلَّوْنَ لَيْسَ اسے اہل ایمان تو وعدہ کیوں کرتے ہو جسے پورا نہیں کرتے۔

اس طرح اس آیت میں ہر ایسے شخص کیلئے تنبیہ و آگاہی ہے جو وعدہ کرے اور پورا نہ کرے۔

چنانچہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ بات بتادی ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں (ایک تو یہ کہ جب بھی کچھ کہے، دوسری یہ کہ جب وعدہ کرے اسے پورا نہ کرے، تیسری یہ چہان ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو امانت میں خیانت کرے) اس حدیث شریف میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ خلافی کو بھی نفاق کی ایک علامت بتایا ہے، اس حدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہی وعدہ خلافی ہوگا جو حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔

آیت شریف میں آیا یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْعُدُوا عَمَلًا كَمَا كُنْتُمْ عَادُونَ کہنے کی حد تک محدود نہ رکھو جبکہ اس پر عمل بھی کرو جو شخص صحت وعدہ تو کرے مگر اسے پورا نہ کرے یعنی وعدہ خلافی کرے تو ایسا شخص گویا اس شخص کی مانند ہے جو کسی کام کیلئے یوں کہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ اس نے وہ کام نہیں کیا ہے صحت غلط بیانی سے وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے۔ اس طرح اس آیت میں جس طرح عمل کے بغیر صحت زبانی خواہش عمل کے اعتبار پر تنبیہ کی گئی ہے اسی طرح بغیر نیت و عہد صحت زبانی وعدہ پر بھی تنبیہ کی گئی ہے۔ لہذا آیت مبارکہ کے الفاظ لَا تَقْعُدُوا عَمَلًا كَمَا كُنْتُمْ عَادُونَ کے معنی یہ ہیں کہ کوئی گمراہ یوں نہ کہتے ہو کہ میں نے یہ کام کیا حالانکہ تم نے وہ کام نہیں کیا ہے جیسے کوئی شخص غلط طور پر یوں کہہ دے کہ میں نے جہاد و قتال کیلئے جہاد و قتال کرنے کے بعد وہاں پہنچا ہے، یا کوئی یوں کہہ دے کہ میں نے کچھ دیا ہے حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں دیا ہے۔

مختصر یہ کہ خلاف ارادہ یا خلاف واقعہ یا خلاف وعدہ جو بات بھی ہوگی اس آیت میں اس قسم کی ہر بات پر تنبیہ کی گئی ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ کہ کتب حدیث و تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو بن لہب رضی اللہ عنہ نے طہم بن العین کی ایک جماعت میں جہاد کی دعا مانگا اور گفتگو کر رہی تھی دوران گفتگو وہ حضرات یہ کہہ بیٹھے کہ کاش ہمیں یہ بات معلوم ہو جاتی کہ اللہ تعالیٰ کو سے زیادہ محبوب کون سا عمل ہے تو ہم وہ عمل کرتے رہتے لیکن جب انھیں اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل معلوم ہو گیا تو وہ اس میں محروم پڑ گئے اور اپنی بات پر ندامت قدم نہ رکھے۔

ان حضرات کا یہ واقعہ کہ اس قسم کا ہے جس قسم کا ایک دوسرا واقعہ قرآن مجید میں دوسری جگہ مذکور ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُنْتُمْ خَالِصِينَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى إِذَا فَرِيقٌ مِنْكُمْ يَخْتَصِمُونَ أَلَيْسَ لِكُلِّ شَيْءٍ عِلَّةٌ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ عَمَلَهُمُ الثَّمَنَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُجْرِمُونَ

یعنی وہ جہاد کیلئے آمادہ ہی نہ ہوئے اور ڈر گئے۔

آیت کا سند درج بالا شان نزول اگرچہ چند مخصوص حضرات کے ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے لیکن اصولِ تغیر میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایسے مواقع میں قرآن مجید کے الفاظ کو عام معنوں میں ہی رکھا جائے گا اور آیت میں دیا ہوا حکم ہر زمانے اور ہر غائب کیلئے عام رہے گا کیونکہ جملہ اہل ایمان میں ہر زمانے اور ہر جگہ میں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جن کا حال ایسا ہی ہو جیسا حال قرآن مجید میں ان لوگوں کا بیان کیا گیا ہے۔

اور قرآن مجید بہر حال اصلاح و ہدایت کی کتاب ہے ہر صاحب ایمان ہر شہر و ہر ملک اور ہر زمانے میں قرآن مجید سے اصلاح و ہدایت حاصل کرنے کا محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لَا تَقْعُدُوا عَمَلًا كَمَا كُنْتُمْ عَادُونَ فرما کر گویا یوں بھی کہاہے۔

انہوں نے اس قسم کی ہر بات کیجیے فرمایا ہے کہ **مَنْ مَعْتَدَ عِنْدَ اللَّهِ رِزْقًا** کے نزدیک یہ بات بہت نا اطمینانی ہے، اگر کہنے یوں تو کہہ دیا کہ ہم ایسا کریں گے مگر تمہیں ویسا کیا نہیں،

جساری اس قسم کی باتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ناراض ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ناراضی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں یہ لکھا ہے کہ تو یہ تہذیب فرمائی جس کا بیان ہو چکا اب آگے اللہ تعالیٰ ان حضرات کی خواہش کے مطابق یہ بھی ارشاد فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل محبوب ہے۔ فرماتے ہیں :

وَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ جُعَلٍ أَمْوَالُهُمْ
بِئْسَ أَنْ مَرْصُومًا ۝

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس آیت (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) میں جن لوگوں کو تہذیب فرمائی تھی ان لوگوں نے جہاد کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر جب وہیں شریک نہیں ہوئے تھے اور اپنا وعدہ پورا نہیں کیا تھا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت میں غزوہٴ اہل کے اس مشہور واقعہ کی طرف اشارہ ہو جب جنگِ احد میں آنار شکست دیکھ کر کچھ لوگ مکر کو ختم ہونے سے پہلے ہی میدانِ جنگ سے روانہ ہو گئے تھے۔

اس آیت کا مضمون اوپر کی آیت سے اس طرح جوڑا جا سکتا ہے کہ آیت کی تفسیر یوں کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے کیوں ناراض ہوئے ہیں جو پرہیزگاروں کے وقت و عہدہ شریعت پر اصرار کرتے ہوں اور خدا سے پہلو ہٹتی کرتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ایسے ہی لوگ ہیں جو اس کے راستہ میں مصیبت سے قطار باندھ کر سید پلائی ہوئی دیوار کا کھرج چم کر مقابلہ کیسے کر ڈٹ جاتے ہوں۔ لہذا جو لوگ ایسے نہ ہوں گے اللہ تعالیٰ کی ان سے ناراضی بالکل کھلی ہوئی

بات ہے۔

اب ذرا حضور پر فیصلے اللہ علیہ السلام کا یہ ارشاد سنے آپ اللہ تعالیٰ کے نبی کی خبریوں سے رہے ہیں فرماتے ہیں:

مَنْ قَسَمَ كَذِبًا يَكْفُرُ بِهِ كَمَا يَكْفُرُ بِالَّذِي كَفَرَ بِهِ
 الْوَحْيُ يَقُولُ مِنَ السَّيْلِ وَالْعُلَمِ
 إِذَا أَصْعَقُوا الصَّاعِقَةَ وَالْعُقُومَ إِذَا
 حَصَعُوا الْغَيْصَالَ -

اسی بنا پر بعض بزرگ گھوڑے پر سوار ہو کر جہاد کو ناپسند کرتے اور پادشاہ و جہاد پسند کرتے تھے کیونکہ اس بات میں اللہ کو ملنے اپنے محبوب مجاہدین کا جو نقصان کھینچا ہے اس میں مجاہدین کو زمین پر صرف بستی سیدہ پلائی ہوئی دیوار کا طرچہ کھڑے ہوئے دکھائی دیتے۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم مجھے تم لوگ جب مجھے دیکھو کہ میں صفت خال سے کچھ ادھر ادھر ہو گیا ہوں تو مجھے سب سے یاد کرو گارو۔ اور یہ بالکل وہی بات ہے جو اس مجاہد کیلئے گئی تھی جسے جو میں ان جہاد میں صفت سے نکل کر کسی عذر کے بغیر جہاد سے پیٹھ پھیر کر چلا جائے کہ یہ صورت بہت بزرگانہ اور بالکل مسلم ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا
تَسَبَّحْتُمُ اللَّهَ حَسْبُوا سُبْحًا
مِمَّا تَسُبُّوا أَنْفُسَكُمْ وَمَنْ
يُوَلِّسْهُ فَمَرْغَبٌ وَنَافِعٌ
لَيْسَ أَلْأَمْرُ لِلْكَافِرِينَ فَمَنْ
سَاءَ نَفْسُهُ مِنَ اللَّهِ وَمَا
يَكْتُمُ وَيَكْتُمُ السُّعْيُ ۝

لَقَدْ نَزَّلْنَا مُوسَى الْأَنْبَارَ وَمِنْ
تَحْتِهِ مَاءٌ مَرِيءٌ وَمِنْ الْأَنْبَارِ
لِقَابٌ أَدَمُهُ حَيْثُ إِلَى يَدَيْهِ نَزَّادُ
بَاءَ يَغْتَابُ مِنَ اللَّهِ وَمَا وَادُ
جَاهُكُمْ وَيَسْئَلُ الْمَصْنُوعُ ٥

اب آخر میں اس مذاحق کا یہ خلاصہ دین نشین رہے اسے سمجھایا جائے
وہ خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ جھوٹ اور غلط بات واقعہ بات کہنا بھی حرام ہے اور وعدہ خلافی بھی حرام
ہے کسی شخص کا یہ کہن کہ میں ایسا کروں گا اور وہ نہ کرے تو یہ بات جھوٹ اور غلط
واقعہ بھی ہے اور وعدہ خلافی بھی ہے اسی وجہ سے اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑی ناہنجی
ظاہر فرمائی ہے

۲۔ جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت کے ساتھ ساتھ اجتماعیت اور اتحاد کی اہمیت
اور اختلاف و افتراق کی مذمت ملحوظ رہے۔

۳۔ جہاد میں صرف جہاد ہو سکتی ہے اگر کسی نے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں منہلو
کی درستی کس درجہ ضروری ہے۔

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَى الْعِبَادِ وَمَسْلَامٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ ویس مذہب

اس بیان میں کہ سب سے زیادہ بیش بہا سامان
تجارت جنت ہے جس کیلئے ایمان و جہاد
کی قیمت درکار ہے



رُكُوعُ وَاللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلَىٰ آلِهِ وَارْحَمِهِمْ وَسَلِّمْ

{سورۃ صفت
(آیات ۱۱-۱۲)}

اے ایمان والو! کیا میں تم کو اس ایک ایسی تجارت
بتا دوں جو تم کو دو دنیاوی کاموں اور دنیاوی کاموں
پر چھوڑ دے (تو سناؤ) تم اس پر اس کے رسول پر
ایمان لے آؤ اور اس ایمان کے ساتھ جو
کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو۔

یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کو چاہئے
جو جنت ہو (تو یہ بھی چاہئے ہوگا) اس کا نام
یہ ہوگا کہ وہ تمہارے لئے جنت دے گا اور تم کو جنت
باجوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے متعدد نہریں
ہوں گی جس میں تم پیو گے اور جنت جہاد
کے پاکیزہ عملوں میں داخل کرے گا یہی بڑی کامیابی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
هَلْ أَتَاكُمْ مِّنْ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ
فَرَأَيْتُمْ أَزْوَاجَكُمْ تُرَاوِدُوكُم بِأَمْوَالِكُمْ
وَمَا تَحِبُّونَ لَهَا ذَوْنًا وَغَيْرَ ذَلِكَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَأْمُرُ الْكَافِرُ أَتُفْسِكُمْ
ذُنُوبَكُمْ حَيْثُ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ
يَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِينُ يَطْرَفُونَ
فِي جَنَّاتٍ ذَٰلِكَ الْغَوْثُ
الْعَظِيمُ ۝

تشریح و تفسیر

تشریح و تفسیر | اللہ تعالیٰ نے اس نذر مبارک کے ذریعہ اہل ایمان کو استغناء و بیانی کی جگہ والی بات سننے کے لئے ان میں رغبت و شوق پیدا کرنا چاہا ہے جس طرح ہم آپ ایسے ہی کسی موقع پر اپنے کسی عزیز یا دوست سے یوں کہتے ہیں کہ ہم تمہیں ایک چیز دینا چاہتے ہیں تم اسے لو گے؟ ظاہر ہے کہ چیز دینے کا نیت یہ کیا گیا یا کچھ اب اس سے پوچھنے کا مقصد صرف اسے شوق دلانا اور اس کی طرف رغبت پیدا کرنا ہے۔

چنانچہ اس موقع پر اندراکایہ طریقہ کہ اسے ایمان والوں کی باتیں نہیں ایک ایسی تجارت بتاؤں جس میں بے فائدہ ہو جائے۔ صرف تشریف و ترغیب ہی کے لئے اختیار کیا گیا ہے اور ایسا اس لئے کیا گیا کہ حضرات صحابہ رسولؐ نے یہ بات سمجھی کہ:

• مگر ہم کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ و محبوب کام کا علم ہو جائے تو ہم وہی کام کریں۔
 • تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی غار کے درمیانہ مخالف کرتے ہوئے فرمایا: **يَا أَيُّهَا
 الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا** جو اللہ پر اور روز قیامت اس کی ملاقات پر اور
 قرآن اور اس کے جملہ احکام پر اور اس کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 اور ان کی شریعت پر ایمان رکھتے ہو **وَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْ مَا تَخْتَلِفُوْنَ** میں
عَذَابُ آيَاتِهِمْ یہاں پر عذاب الیم ہے دنیاوی و اخروی دونوں ہی عذاب مراد ہیں،
 دنیا کا عذاب تو یہ ہے کہ تم پر کوئی دشمن غالب ہو کر جبر و قہر کے ساتھ حکومت کرے
 یا تم خوف و ہراس اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جاؤ۔ اور آخرت کا عذاب تو دوزخ
 ہے جو بہت ہی بڑی جگہ ہے۔ بلکہ دوسرے نفلوں میں عذاب کی حقیقت یوں ہے جو
 کہ عذاب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کو بہت سے زندگی کی مفاسد اور اس کا سارا
 مزہ جاتا رہے۔ اور اہم کے معنی ہیں بہت ہی دردناک جس کی کیفیت اور درود و شہادت
 نہ ہو سکے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے ایک طرف تو ان کے دلوں میں
اس تجارت کی رغبت و شوق پیدا کیا اور دوسری طرف اس تجارت کے ذکر کرنے
پر ان نفسانامات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا اس کا بھی خدشہ ذکر کر دیا اب

اس حریف و ترمیم کے بعد اٹھ قسائی اس بیش بہا مال تجارت کی وہ قیمت بیان فرماتے ہیں جو انھیں چاہتے فرماتے ہیں،

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا أَمْوَالَكُمْ الَّتِي رَزَقْتُمْ بِهَا أَنْفُسَكُمْ أَنْ تَخَالُوا دَارَ عِلَّالِكُمْ وَقَوْمَكُمْ فَذَلِكَ ذَلِيلٌ عَلَيْكُمْ﴾

(وَجَاهِدْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) اللہ کے دھنوں اور اپنے دشمنوں سے یعنی ہراس کا فز ونگ سے جہاد کرو جو تم سے آمادہ جنگ رہے اور تمہارا، تمہارے رب کا دشمن بن کر رہے نہ کہ جو اپنے کردار و شے کی بندگی کرے، خدا کا دین چھوڑ کر دوسرا دین و مذہب اختیار کرے ایسے لوگوں سے جہاد کرو اور یہ جہاد جان و مال دونوں جیسے جو آپا ہے چنانچہ فرمایا:

وَبِأَمْرِ الْوَيْلِكَ وَأَنْصِلْهُمْ، یہ جہاد اپنے مال سے بھی کرو اور جان سے بھی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے مال کے جہاد کو پہلے ذکر فرمایا جان کے جہاد کو بعد میں کہا کیونکہ جان کے جہاد کی نیکی اور اس کے لئے ساز و سامان کی فراہمی تو مال ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے اس لئے پہلے تو مال ہی کی ضرورت ہوگی۔ جان لاسانے اور جانی جہاد کرنے کا مومن تو اس کے بعد ہی آگے۔ میں پر یہ بات بھی سمجھ لیں چاہئے کہ جہاد بانٹش اور جانی جہاد کا مطلب کیا ہے تو مجھے کہ اپنی انتہائی کوشش اور پوری قوت و طاقت اس مقصد کیلئے صرف کرونا ہی جہاد بانٹش اور جان کا جہاد ہے۔

اس موقع پر اس مکتبہ کی رضا ست بھی ہو جاتی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد والوں اور جہاد کار کا ذکر کرنے سے پہلے فی سبیل اللہ محسوس کرنے کے لئے فرمایا ہے یہ فقہ و ائمہ کے بعد میں بھی آسکتا تھا اس لئے پہلے ذکر کرنے میں یہ اشارہ بھی مقصود حق ہے کہ جہاد ۱۴۱۱ھ وقت تک جہاد ہو گا جب اس سے مقصود صرف علماء کرام کے لئے نہ بلکہ توحید کی بلند ہی ہو۔ اگر کوئی جہاد اس مقصد کے علاوہ کسی دوسری غرض سے کیا جائے گا تو وہ ایسا ہی جہاد نہ ہو گا اور اس کے نتیجہ میں مغفرت و دخول جنت کے یہ اہم فائدے نہیں ملیں گے بلکہ ایسی خون ریزی کی جنگ دینی نقطہ نظر سے بالکل غلط و ابطال سمجھتے ہیں۔

اعلا رکعتہ اللہ سے مراد وہ نظام زندگی ہے جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی و

دورخ سے نجات ملی جائیگی اور انھیں نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل فرمایا جائیگا۔
 آخریں اللہ تعالیٰ نے اس غلبہ نشان دہی فائدے کے ساتھ دنیا کے فائدے کا
 بھی اعلان فرمادیا ہے ارشاد فرماتا ہے: (وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ سُبْحًا وَلَا مَعْشَرًا مِّنْهُمْ يَوْمَ يُصْعَقُونَ فِي الْغَدِّ وَقَدْ كَانُوا عَمَّالِينَ) یعنی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو آخرت کے علاوہ دنیا میں بہت ساری محبوب چیز ایک اور
 بھی دے گا اللہ تعالیٰ کی بڑی نصرت و مدد اور مقرب کی کامیابی (یعنی دینی کامیابی)
 ان تمام آخرت تو اہل معاملہ تجارت سے تعلق ہے اس کے ساتھ دنیا کے اس فائدے
 کی بخشش ایسی ہی ہے جیسے بڑے بڑے اہل تجارت اہل فروخت شدہ سامان کے ساتھ
 خریدنے کے لئے زیادہ تخفید دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہی آخرت کے تجارتی سامان
 کے ساتھ اتنا عطیہ و تخفید دیا ہے کہ دیکھ کر اہل ایمان کو اپنے اور ان کے دشمنوں
 کے خلاف نصرت و مدد دینی اور اعلان کے مقصود ہی دونوں پر رام القرنی یعنی غیر
 محکم کی تسخیر نصیب فرمادی۔ آخریں اللہ تعالیٰ نے اپنا تجارتی اعلان اس فقرہ
 میں ختم فرمایا (وَكَيْفَ الْمُسْلِمُونَ) اے ہمارے رسول! آپ ان تمام لوگوں
 کو خوشخبری سنا دیں جو ہم پر اور ہمارے رسولوں پر اور ہمارے وعدوں پر یقین
 و ایمان رکھتے ہوں انھیں یہ خوشخبری دیدی کہ ہم نے ان آیات میں جو کچھ اعلان
 کیا ہے انھیں یہ سب پورا پورا بغیر کسی کمی و نقصان کے ملے گا۔

چنانچہ اس کا نیا دی فائدہ اہل ایمان کو دنیا میں دیدیا گیا فائدہ ذکر اللہ تعالیٰ
 نے انھیں دشمنوں پر اپنی مدد کے ذریعہ غالب فرمادیا اور مکہ شریف اور کئی ہی حکومتوں
 کے پایہ تخت ان کے حق میں تسخیر فرمادیتے۔

آخر میں گذشتہ صفات میں ذکر کی گئی تفصیلات ذہن نشین کر کے لکھیے
 اس طرح اجماعاً پھر ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ پہلی بات تو یہ کہ ایمان و مال کا جہادی میل اللہ بڑی تفصیل رکھتا ہے اور
 یہ کہ یہ جہاد دنیاوی زندگی میں بڑی ہی نفرت بخش اور سود مند تجارت ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ ذہن نشین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دنیاوی
 زندگی میں جو خوشخبری دی تھی وہ شاہد یہ تھا کہ انھیں کوئی کامیابی کا اس طرح سچا ہونا
 اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ دین اسلام بھی مسیحی ہے اور اس کی دعوت بھی صحیح ہے

قلامی ہو اور اس کے بندوں پر اس کی شریفی کے احکام نافذ ہوں اللہ کے مقرب بندوں
 اور اس کے دوستوں پر حیرت برپا نہیں ہو سکتی اور یقین کجا بنا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(ذَلِكُمْ حَقُّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ) ہمیں اپنے اہل ایمان اس تجارتی معاملہ میں تمہاری
 شرکت بہت بہتر ہے تمہیں اس تجارت میں شریک ہونا چاہئے اس اعراض و ٹھیکہ کی طرح
 نہ اختیار کرو کیونکہ اس تجارت کے نتیجہ میں خود تمہاری ہی قلبی اور تمہارے مال کی بھی کوئی
 اس دنیاوی زندگی میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جسے یہاں بقا و دوام مل سکے۔

اس کے باوجود یہ تجارت بہت سود مند و بہرہ وال تجارتی اور تمہارے مال کی حفاظت و بقا
 کی ضمانت ہے۔ اس تجارت کی قیمت اللہ تعالیٰ نے اوپر بتائی دی ہے کہ اس کی قیمت
 ایمان اور اللہ کی راہ میں جہاد والی وجہ ہے۔ اب اس کے بعد اس تجارت کا فائدہ و نفع
 یوں بیان فرماتے ہیں:

(يَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ لَكُمْ فِي حَرْبِكُمْ حَقٌّ مِّنْ حَرْبِكُمْ) اللہ تعالیٰ تمہاری
 گناہوں کو بخش دے گا اور تمہاری جنگ میں تمہاری جنگ کی قیمت (یعنی غنیمت)
 اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا حاصل یہ ہو کہ اے اہل ایمان اگر تم نے صدقہ دل سے

اللہ و رسول اور انکی تعظیمات پر ایمان رکھتے ہوئے اس کی راہ میں اپنے مال و جان
 سے جہاد کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کی مغفرت و فراموشی جنت کے باغوں میں
 داخل کرو گے گا جس کے نتیجے میں بہت سی باتیں ہوں گی مگر شرط یہی ہے کہ اس میں جہاد استماع
 تجارت کی یہ مقدمہ قیمت ادا کرو۔

آیت شریفہ میں دستکری کلمہ ہے (يَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ) اللہ تعالیٰ تمہاری گناہوں کو بخش دے گا اور تمہاری جنگ میں تمہاری جنگ کی قیمت (یعنی غنیمت)
 اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا حاصل یہ ہو کہ اے اہل ایمان اگر تم نے صدقہ دل سے
 اللہ و رسول اور انکی تعظیمات پر ایمان رکھتے ہوئے اس کی راہ میں اپنے مال و جان
 سے جہاد کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کی مغفرت و فراموشی جنت کے باغوں میں
 داخل کرو گے گا جس کے نتیجے میں بہت سی باتیں ہوں گی مگر شرط یہی ہے کہ اس میں جہاد استماع
 تجارت کی یہ مقدمہ قیمت ادا کرو۔

مقصود یہ ہے کہ اس درجہ جہاد و جہاد باقی رہنے والی چیزیں اور قیمتیں صرف
 ایمان جہاد کی قیمت ادا کر کے حاصل کر لیں اہل ایمان کے لئے بہت بڑی کامیابی
 ہے اور اس سارے نفع میں سب سے خاص فائدہ تو یہ ہے کہ اس کی بدولت انھیں

چوتھی دین نامہ

اور یہ کہ الحجاب اسلام گردین اسلام پر ثابت قدم رہیں اور عقائد و عبادات احکام و قوانین، آداب و اخلاق وغیرہ پر پوری طرح عمل پیرا رہیں تو آئندہ بھی اسی طرح انھیں کامیابی مل سکتی ہے اور یہ اسی طرح امن و امان اور فراع السبالی کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

وَسَلِّمْ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت اور دین والوں کی نصرت اہل ایمان پر واجب ہے اس معاملہ میں ان لوگوں کی پیروی ہونی چاہئے جنہیں جب نصرت دین کی دعوت دی گئی تو انھوں نے اس دعوت پر لبیک کہا اور دعوت

قبول کر لی

{سُوْرَةُ صَف} رَعُوْا بَارِئِيْنَ الْبَيْتِ الرَّحِيْمِ
بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اے ایمان والو! اللہ کے نصرت کا وعدہ غلام جاؤ جس طرح (نصرت) یعنی بن مریم نے جب اپنے حواریوں سے کہا کہ اللہ کی راہ میں کون سا جگہ کار بنو گا ہے، تو ان حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نصرت کا وعدہ گا رہیں چاہتے ہیں اسراہیل کی ایک جماعت ان پر ایمان لے آئی اور ایک دوسری جماعت نے کفر اختیار کیا تو ہم نے اہل ایمان کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ سب ان پر غالب ہو گئے۔

بِأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَكُونُوا
أَنْصَارًا لِلَّهِ كَمَا قَالَ يَسُوعُ بْنُ مَرْيَمَ
يَلْعَنُوا أَرَادِينَ مِنَ الْغَابِرِينَ إِلَى اللَّهِ قَالَ
الْعَوَارِفُونَ خُذْ أَنْصَارًا فَلَوْ مَا مَنَعَتْ
كَلَامَ نِسَاءٍ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ
وَلَكِنَّهُنَّ كَلَامُ نِسَاءٍ فَأَمَّا ذَٰلِكَ الْيَوْمِ
أَمْسُوا عَلَى سِدِّقِهِمْ فَاصْبِرُوا
فَلَا جِرَاءَةَ ۝

تشریح و تفسیر

آیات سابقہ کی تفسیر و تشریح میں یہ بات اچھی طرح بار بار آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان اہل ایمان بندوں کو جو خدا پر اور قیامت میں اس کی ملاقات پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے رسول اور اس کے دین حق اور اس کی دعوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

ان بندوں کو اللہ تعالیٰ یوں ہی نواز نہیں دیتے ہیں بلکہ اس نذر میں مقصد ہوتا ہے کہ اہل ایمان کو اس نذر کے ذریعہ یا تو کسی نیک کام کا حکم دینا ہو تاکہ یا کسی برے کام سے انھیں روکنا اور منع کرنا ہو تاکہ یا انھیں کوئی خوشخبری دینا ہو تو یہ یاد دہش اور غلاب و دہش سے ڈرانا ہوتا ہے کیونکہ اللہ اور اہل ایمان کے درمیان جو تعلق مودت و رحمت ہے اس کا یہی تقاضہ ہی ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ انھیں ایسی ہی باتوں کا حکم دیتے ہیں جن کے ذریعہ ان کے نفوس اور باطن کا تزکیہ ہو جائے اور ایسی ہی باتوں سے انھیں روکتے اور منع کرتے ہیں جن سے ان کے نفوس اور وہ اور رگت سے ہوتے ہوں اور انھیں ایسی باتوں کی خوشخبری سناتے ہیں جن سے ان کا سینہ قبول حق کیلئے پوری طرح کھل جائے اور جن کو یہ سے ان کا ایمان توت و طاقت حاصل کر سکے اور اس خوشخبری کے اثر سے اہل ایمان کا رنج و غم اور ان کا مزین و خوف دور ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ان کی تینوں زندگیوں میں خوف و رنج دور کر دیا جائے انھیں تو دنیاوی زندگی کا خوف و رنج ہو گا نہ دینی زندگی میں کوئی رنج و خوف ہو گا اور خدا تعالیٰ میں رنج و خوف ہو گا اور یہ آخر کی زندگی تو حیات جاودا ہے جو جہنم باقی رہے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں زندگی آخرت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَا رَأَيْتَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَجَعَلْنَا مِنْهُ غُلَامًا سَوِيًّا
وَلَا تَحْمِلُ يَحْيٰى يَتِمْ اَلَا يَتِىٰنَ اَمْثَلًا
وَلَا تَحْمِلُ اَيْتُهَا نُوْحٌ لِّهٖمُ الْبَشٰرَةُ
فِي الْمَعْنٰوِ الدَّٰنِيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۗ
(سورۃ یونس)

حدیث شریف میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیاوی خوشخبری کی تشریح

ذہائی ہے کہ خوشخبری خواب میں دکھائی جاتی ہے یا تو ایسا اللہ خود وہ دیکھتے ہیں یا کوئی دوسرا شخص ان کے پاس میں عمرہ خواب دیکھتا ہے۔
اس عہد کے ہیں۔ آئیے اب ہم ان تفصیلات کو بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اس نذر اے ایمانی میں ذکر کی گئی ہیں۔

سینے: اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان کو خطاب فرماتے ہوئے جو اللہ کو انبار رب اور پروردگار اور اسلام کو اپنا دین و مذہب اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ اس نذر اے رحمانی کے مخاطب ہونیکے اہل ہوتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں: اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ یعنی اپنے پروردگار اور اپنے محبوب و رب حق جس کے سوا تمہارا کوئی اور وجود و پروردگار نہیں ہے تم اس کی نصرت و مدد اپنے اوپر لازم کرو، اس کی مدد کرو، اس کے دین و مذہب کی مدد کرو، اس کے انبیاء و رسول کی مدد کرو، اس کے اولیاء و صالحین کی مدد کرو اور تم بھی اسی طرح سے اعلان کرو جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (جو اللہ کے ایک بندے اور رسول ہی تھے ان حواریوں کو اپنی نصرت و مدد کیلئے یہ کہتے ہوئے آواز دی تھی:

"مَنْ اَتَى النَّصْرَانِيَّ اِلَى اللّٰهِ" اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کیلئے کون میری مدد کرے گا تو حواریین نے یہ کہتے ہوئے انکی دعوت پر لبیک کہا تھا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ حواریین کا یہ جواب قرآن مجید میں اسی مقصد سے ذکر کیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم لوگ بھی اللہ کے دین اور اس کے نبی اور نیک بندوں کی مدد کیلئے انھیں حواریین کی طرح ہو جاؤ۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ ایسا ہی ہوا اور حضرت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس نذر ایمانی پر لبیک کہی۔ مگر پھر ان کے بعد میں ایسے لوگ آئے جنھوں نے اس دعوت پر لبیک نہیں کہی اور انھیں انھوں نے ساتھ یہ اعتراض کرنا پڑا ہے کہ ہم لوگ انھیں لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اس دعوت پر لبیک نہیں کہی ہے۔

اپنی اس غفلت و کوتاہی پر ہم جتنی بھی حسرت کریں اور جتنا بھی انھوں نے کہا وہ کہے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نذر اے رحمانی کو اس طرح ختم فرمایا ہے ارشاد ہوا:

فَاَمْنَتْ طَافِقَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
وَكَفَرَتْ طَافِقَةٌ فَاَيُّهَا النَّبِيُّ
اَمْسِكْ اَعْلَىٰ عُنُقِهِمْ فَاجْعَلْ طَافِقَتَيْنِ

تو بنی اسرائیل کی ایک جماعت تو ایمان لے آئی
اور دوسری جماعت سے کفر اختیار کیا تو ہے نبی ایمان
والوں کو ان کے دشمنوں کے خلاف طاقت دیدی
چنانچہ وہ لوگ غالب ہو گئے۔

یہاں پڑ اَمْنَتْ طَافِقَةٌ سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت حضرت عیسیٰ
علیہ السلام پر اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات حق اور احکام و شریعت پر ایمان لے آئی عیسیٰ
یہ بات دلتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی سے اور اس کے رسول ہیں،
وہ نہ تو انہیں نہ الہ کے بیٹے ہیں نہ تین خداؤں میں سے ایک خدا ہیں نہ وہ جاوید اور درج
ہیں نہ انفراد باغضنے والے منفردی و کذاب ہیں نہ خود ساختہ کسی زانیہ کے بیٹے ہیں۔ اور
ایک دوسری جماعت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاصی میں کفر کا ارتکاب کیا
چنانچہ یہودیوں نے تو اس طرح کفر کیا کہ کہہ دیا کہ خود انہیں زانیہ کے بیٹے اور جاوید گریں
اور انہوں نے انکی ہی بیوی نکاح کیا اور اہل توحید و اہل ایمان کے
خلاف جیل سازی و مکاری کر کے ان کے عقائد و عقارب کر دیے اور ان کے دین میں کفر
کے ساتھ تحریف کر دی انہیں ان اہل ایمان پر حسد ہو گیا اور وہ اس بات سے جل اٹھے
کہ یہ مسلمان دین حق پرانے اور اللہ تعالیٰ کے دوست ہونے میں کیوں کامیاب
ہو گئے اور ہم یہود اس سے محروم رہ گئے اللہ تعالیٰ ایسی محرومی سے بچائے۔
اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان مسلمانوں کو ان کے دشمن کافروں کے خلاف قوت و
طاقت دی اور اہل ایمان ان کے مقابلے میں غالب و مغبوط ہوئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اب ان شکست خوردہ اور مغلوب اللہ کے دشمن یہود نے دین
صحیح کو فاسد و خراب کرنے کی نہیریں شروع کر دیں اور وہ دین جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام
لے کر دنیا میں نشر و تبلیغ کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی برہم قی کرمانی و بدنی فدا ہو کر
خون و عرقوں پر مشتمل تھا اسے ان یہود نے بالکل غلط و فاسد کر دیا اور یہود
ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید پسندے والے نصاریٰ کچھ یہاں اور کچھ وہاں
پس تنہا ہی سے رہ گئے، ہر جگہ کفر اور عقیدہ تثلیث (تین خداؤں کا عقیدہ)
غالب آ گیا اور روئے زمین پر شرک ہی ہر جگہ دکھائی دینے لگا۔ اور یہ صورت حال

اسوقت تک برقرار رہی جب تک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو مبعوث نہ فرمادیا۔

آپ کے اعلان نبوت و بعثت کے بعد نصاریٰ میں جیسے جیسے توفیق ہوئی وہ
طاغوت پرست اسلام ہو گیا اور اس لام کی بدولت انہیں پھر اپنے دشمن ان یہود و مشرکین
پر غلبہ حاصل ہو گیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اویہیت اور ان کے خدا یا خدا کا
بیٹا ہونیکا عقیدہ رکھتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام و مرتبہ متعین کرنے
میں حیران تھے، ابھی تو وہ کہتے کہ خود انہیں زانیہ کے بیٹے ہیں اور کبھی کہہ دیتے
کہ وہ ثالث ثلثہ (تین خداؤں میں سے ایک خدا ہیں)۔ اور انہیں اس قسم کی
حیرانیوں و سرگردانیوں میں ان کے راہبوں اور پادریوں نے مبتلا کر رکھا تھا جیسا کہ
اس سے پہلے بھی اسلام کے معاملہ میں ان جیسے دوسرے سرداروں نے کیا اور
ان نصاریٰ کو خلیفہ ٹولہوں اور جماعتوں میں تبدیل کر دیا مسیح دین اسلام
کی مخالفت جو تکوین اللہ تعالیٰ نے اپنے زمرے لی ہے اور اسے قیامت تک باقی
رہنا ہے اگلے وہ آج بھی محفوظ ہے۔

اب بغرض بھی دین اسلام کا ارادہ و طلب رکھتا ہوا اور سچے دل سے اس کی
محاسن کرے تو وہ بالکل صحیح وصاف حالت میں آج بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب
قرآن مجید اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث و سنت کی شکل میں
موجود ہے۔

اور جو دین اسلام کا ارادہ ہی نہ کرے اور اسے تلاش بھی نہ کرے اور اپنی موجودہ
گمراہی و جہالت اور کفر و فسق ہی کی زندگی پسند کرے تو وہ اسی حالت میں پلاک
ہو جائے اور آخرت میں جہنم کا اندھ من بنے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کفر و شرک اور
گمراہی و جہالت اور عذاب اور دوزخ سے محفوظ رکھے۔ (امین)

۴۰۸
کی بدولت حیات شعور رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار کی ندامت و خطاب سننے اور اس ندامت پر لیک سکتے ہیں۔

چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس امت کے ان اہل ایمان بندہ کو محفوظ
خدا رب ہیں جن کے چہرے اور دل سب ہی اس کی طرف جہ وقت متوجہ رہتے
ہیں ارشاد فرماتے ہیں،

اسے میرے بندہ! جو کہ تم لوگ مجھ پر اور میرے رسول پر اور اسے خیرت میں میری عطا
 پر اور میرے پاس اپنے بندوں کیسے جو انعامات میں ان پر ایمان رکھتے ہو اور ان
 تمام خداؤں کا دل میں خوف رکھتے ہو جو میں نے اپنے دشمنوں کیسے تیار رکھا ہے :
 تم لوگ میرا حکم سنو! کہ جب نماز جمعہ کیلئے (یعنی) اذان دی جائے اور موزن
 اذان جمعہ میں **سُحْرُکَ الْجُمُعَةِ** کی حد تک اگلائے تو رکوع کو یکبار کہئے : **بِاسْمِ**
اَللّٰہِ بیان ہوگی اس سے پہلے اس جمعہ کی فضیلت سمجھو!

یہ جمعہ کا دن ایام بخت میں سب سے زیادہ فضیلت کا دن ہے اللہ تعالیٰ نے اسے امت مسلمہ کیلئے یہ سعادت مقدر فرمادی تھی کہ یہ افضل ترین دن اس کے حصے میں آیا ہے۔ یہ دن اپنی اسلام و فتنی کی وجہ سے اس دن سے محروم ہوئے اور انھوں نے اپنے لئے بخت کا بہترین دن شیخو کو قرار کیا اور نصاریٰ اپنی جہالت و نادانی اور گمراہی کی وجہ سے اس یوم جمعہ سے محروم ہو گئے اور انھوں نے اس کی جگہ جمعہ کا بہترین دن اوار کو قرار دیا۔ حالانکہ یہ جمعہ ہی کا دن سب سے افضل دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ فرمان کیا اور اسی دن انھیں جنت میں داخل کیا اور اسی دن وہ جنت سے نکل کر دنیا میں آئے اور اسی دن قیامت برپا ہوگی اور اسی دن کسی وقت ایک ایسی گھڑی آتی ہے جب نماز پڑھنے والے کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اور اسی دن کے لئے حضور پر نور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس دن خوش غل خجارت کرے نماز جمعہ کیلئے اول وقت مسجد پہنچا تو اسے آتنا ثواب ملے گا جیسے اس نے اونٹ کی قربانی کی ہو اور جو شخص دوسری گھڑی مسجد پہنچا تو جیسے اس نے گائے کی قربانی کی ہو اور جو شخص تیسری گھڑی میں سے پہنچا تو جیسے اس نے سیگٹ والے مینڈے کی قربانی کی ہو اور جو شخص چوتھی گھڑی میں

اذان جمعہ کے بعد نماز جمعہ کیلئے حاضری واجب
(۱۰)

خرید و فروخت اور تمام دنیاوی مشغلے حرام ہیں

سُورَةُ الْجُمُعَاتِ {
(آيَات ٩ - ١٠)

وَتُحَذِّرُ بَالِغِينَ إِلَى اللَّهِ مِنَ الطِّفْلِ الرَّحِيمِ
يُحْيِي وَيُمِيتُ وَيُخْرِجُ الرُّوحَ الرُّحِيمَ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اِذَا
تَدْعُوْنَ لِلْعَزْمَةِ مِنْ یَوْمِ النِّعْمَةِ
فَاَسْعَوْا اِلَیْهِ وَكَرِهْتُمْ ۚ وَتَسُوْرُ
الْبَيْعِ ۚ لَكُمْ عَزْمٌ لِّكُمُ الْمَدِیْنِ
لَكُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ اِذَا قُضِیَتِ
الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ
وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۚ
ذٰلِكُمْ وَانْتَبِهُوا ۚ لَكُمْ عَزْمٌ
لِّكُمُ الْمَدِیْنِ ۚ

اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے
اذان بجی جائے گا تو تم تشریف لادو (یعنی نماز داخلہ)
کی طرف فوراً چلو اور اگر خدا پر خوف و ترس (اور تمام
ایسے کام کی وجہ سے حاضر نہیں تھے) پھر
واپس کرو (یعنی حکم) تمہارے لئے (نجات و نفع) ہے
نرا وہ بہت بڑا ہے کہ تم کو کچھ بھی ہو پھر جب نماز پوری
ہو جائے تو تم زمین پر چل پھرو خدا کی روزی تلاش
کرد اور تم کو (تو یہاں میں) بکثرت یاد کرنے
رو نماز کو کلاسانی ہو۔

تشریح و تفسیر قرآن کریم کے ہر قاری کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں کو ایمان کے عذاب سے صرف اسی بنیاد پر مخاطب فرماتا ہے کہ یہ ایمان فی الواقعیت ہے، نہ

میان سے صرف اسی بیاد پر محاط فرما ہے کہ یہ اہل ایمان ہی فی الحقیقت اسے نما

مصحف پھینا تو جیسے اس نے مرئی کی قسم دینی کی ہو اور جو شخص پانچویں گھڑی میں مسجد پھینا تو اسے ثواب کا مستحق ہو گا جیسے اس نے اللہ کی رگوں میں ایک انیس کے نزدیک قرب حاصل کیا ہو پھر جب امام بنبر پڑھنے کیلئے جھوٹے باہر جائیں اور لوگوں کے سامنے خطبہ دینے لگیں تو وہ فرستے جو حاضرین درج کر رہے تھے وہ اپنا رجسٹر بند کر کے امام کا خطبہ سننے لگتے ہیں رجسٹر کی فضیلت اور حاضری جو ہمیں سبق کے بیان کے بعد اب پھر آیت مذکورہ کی تشریح و تفسیر بلا نظر ہو

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! نماز جمعہ کے لئے جب (پہلی) اذان دی جائے اور مؤذن اپنی اذان میں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ** کی پکار لگائے تو تم بلا تاخیر نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے اور خطبہ جمعہ (ذکر اللہ) سننے کیلئے چل پڑو۔ سنی الی بعد (نماز جمعہ کیلئے چل پڑنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس ایک حکم میں دیر نہ چننا اور اود بھی شامل ہیں۔ نماز کی جو جائے کہ نماز سے پہلے مسنون طریقہ پرفصل کرے اود سے یا صاف سترے کپڑے پہنے۔ خوشبو کا استعمال کرے۔ غسل و وضو کے وقت

مسواک بھی کرے چنانچہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی محدث میں یہ حدیث شریف نقل کی ہے کہ حضور ربی زید نے ارشاد کیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے اور اہل نماز کی خوشبو سے کچھ خوشبو استعمال کرے اگر گھر میں خوشبو موجود ہو اور اچھے کپڑے پہنے پھر نماز کیلئے مسجد آجائے اور حقیقی رکعات پڑھے سکے نماز پڑھے۔ مسجد میں ڈانگے پہلائے گئے میں کسی کو تکلیف بھی نہ دے اور جب امام نماز پڑھانے کیلئے جھوٹے باہر جائے تو خاموش رہے پھر جب نماز ہو تو نماز پڑھے (جو شخص اسی طرح نماز جمعہ پڑھے گا) تو نماز ایک جمعہ سے یکروز جمعہ کی نماز پڑھنے تک کیلئے چھوٹے مونس لگائیں یا کافور ہو جائیں گی۔ اور سنن (ابوداؤد و ابن ماجہ و ترمذی) کے توفیق سے اپنی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا:

تبارکاً لکافان ان ہو جائے اگر تم لوگ یوم جمعہ کے لئے خصوصی طور پر دو کپڑے بنا لو جو روز جمعہ کے کپڑے سے الگ ہوں۔ (اس حدیث شریف سے ظاہر

ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کیلئے لباس میں کچھ احترام و خصوصیت رکھنی چاہئے)

آگے ارشاد ہوا ہے۔ **وَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ** یعنی اذان ہونے ہی فرید و فرشتہ بند کر دو۔ قرآن مجید میں جو نصرت لفظ بیعتی استعمال ہوا ہے مگر یہ لفظ عربی لغت میں جس طرح فرودخت کے معنی میں بولا جاتا ہے اسی طرح خرید کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اسی وجہ سے امام کے خطبہ کے دوران ہر فقہ عالم اسلام سے جیسا کہ اس وقت دوسرے کام بھی مسدود ہیں جیسے تجارت و سوداگری، پارچہ بافی و دستکاری اور کاشتکاری وغیرہ حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کی ممانعت فرماتے کے بعد یہ بھی بتا دیا کہ **فَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ** ان کا حکم **لَكُمْ** ہے۔

اسے اہل ایمان! اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ اذان جمعہ کے بعد تمہارا نماز جمعہ کے سوا سارے کاموں کو چھوڑ دینا اور ادا کے شمار کیلئے مسجد کو جانا نہ اپنا وقت میں تمہارے لئے ثواب اور انجام کار کے لحاظ سے سب سے زیادہ بہتر ہے۔

پھر جب نماز پوری ہو جائے اور تم لوگ نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنی دنیاوی ضرورتیں حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی زمین میں منشر ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی و روزی کی تلاش میں لگ جاؤ اذان جمعہ کے وقت ان کاموں کی جو ممانعت کی گئی تھی وہ اب ختم کر دی گئی ہے۔

اس مع پر خاص قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاش انسانی اور اس کی روزی و روزی کو "فضل اللہ" (اللہ کا فضل) قرار دیا ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ کسی بھی انسان کو جو رزق و روزی میسر ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا و در فضل ہی کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔

انسان کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ وہ ایسے اسباب تلاش کرے اور انہیں اختیار کرے جو رزق اور روزی حاصل کرنے کیلئے مقرر ہیں۔ اسی وجہ سے اسے یہ کھانا رکھنا بھی ضروری ہے کہ حرام روزی کی طلب نہ کرے خواہ وہ کھانے پینے کی کوئی چیز ہو یا پیسے اور کسی دوسری طرح پرستنے کی چیز ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حرام روزی کی جہا ازت ہی نہیں دی ہے تو وہ اللہ کا فضل کیسے کی جاتی؟ آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ خطبہ و نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب

روزی کی تلاش میں نکل پڑا تو اللہ تعالیٰ کا در کبھی خوب کثرت سے کرتے ہوئے
 نہ ہو کہ روزی کی طلب و تلاش میں ایسے شغلوں ہو جاوے کہ روزی دینے والے خدا
 ہی کا جیول جاوے اسی لئے ہم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تلاش روزی کے وقت بھی اپنی زبان
 سے اپنے دل سے اللہ کو برا بھلا نہ کہے روزی اسی کے فضیل و کرم ہی سے مل
 سکتی ہے۔

اگر تم اس طرح ذکر کرتے رہو گے تو امید ہے کہ تم اپنی طلب و دانش میں کامیاب ہو کر اپنا مقصد حاصل کر لو گے۔ ہمیں یہ بات نہ چھوٹی نہ چاہئے کہ ذکر اثنائیں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مدد و پوشیدہ رحمت ہے جو ہمیں نقصان سے بچائے میں بھی بڑا کاردار اور کرتی ہے اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ ذکر کی کامیابی صرف دنیا کی کامیابی تک ہی نہیں ہوتی چاہئے بلکہ اس کی کامیابی تو دنیا و آخرت دونوں جگہ ہونی چاہئے اور یہ حقیقت ہے کہ آخرت کی کامیابی کا مطلب ہی ہے کہ آخرت میں دوزخ سے نجات حاصل ہو اور جنت میں قیام و مقام میسر ہو جائے۔

اب آخر میں یہ چند باتیں خلافت کے طور پر ذہن نشین رکھی جائیں۔

۱) جس بات کو بے جا نہ سمجھو واجب و مہروری ہے (صحیف شریف حضرت علیؓ)
 ۲) واجب کے الفاظ ایک دوسرے کیلئے استعمال ہوتے ہیں (اور) واجب نماز اور عورت
 عظام (جب اور جہاں موجود ہوں) میں نہیں دیتا اور اور اس کو چھو کر بقیہ اہل مکلف
 اہل ایمان کے حق میں ہے۔

۶۷) دوسری بات یہ کہ جب امام خطبہ کیلئے منبر پر پہنچے اور مومن اذان دینے لگے اس وقت سے لیکر نماز ختم ہوئے تک خرید و فروخت اور دوسرے مشاغل ناجائز ہیں۔

دوسری بات یہ کہ اشرق قلعے اس موقع پر خائنوں نے فرما کر اہل ایمان کو سنی کا جو حکم دیا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نماز جمعہ کھیلنے و ڈسے جھاگتے جایا جائے۔ نماز جمعہ کے لئے سکینت و وقار اور سکون و اطمینان کے ساتھ جانا چاہیے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں تشریح فرمادی ہے اور عربی روزمرہ و محاورہ میں سکون و وقار کے ساتھ چلنے کے لئے سنی کا لفظ عالم پر

یوں کہ ہمارے چاہنے والوں کا ہے۔ "فلان کے لیے علی علیہ السلام" یا "فلان کے لیے مسیحی فی الاصل" کی طرح "فلان کو فلاں" کو مقدمہ نہیں ہونا کہ وہ درجہ اول کا ہے۔ بلکہ مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں کون ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



وَلَا تَقُولُوا حَسْبُنَا اللَّهُ نَحْنُ نَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ
اور میں شامل ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کسی
کو بھی جب اس کا وقت آجائے بہت نہیں
دینا اور کو تمہارے کاموں کی پوری خبر ہے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ کی یہ نادر مگر غلط دیکھی جیسے تو یہ نادر اپنے
ایک خاص مقام اور شان رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ نے
اپنے مومن بنوں کو یہ صوفیہ سے ان کی زندگی کا گمان ان کے ایمان ہی
سے وابستہ رہتے ہیں انکی کسی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انھیں "يَا أَيُّهَا
الْمُؤْمِنُونَ" کہہ کر خطاب کیا ہے جس سے وہ بنوں جو اس بات پر ایمان رکھتے
ہوئے ہیں وہ لوگ اللہ اور نبی اور دین اسلام اور تمہارے نبی و رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں غفلت شمار کیا ہے کہ انھیں فرمایا "لَا تَقُولُوا"
یعنی اے ایمان! تم لوگو! مال چاہتے ہو کہ ہو یا زیادہ کسی صورت میں بھی تمہاری یاد سے
غافل نہ رہو۔ یہ دل چاہے کسی بھی طرح کا ہو تجارت کا مال ہو۔ و شکاری دیشہ
وری کا مال ہو، زراعت و کاشتکاری کے ذریعہ حاصل شدہ مال ہو کیسا ہی مال
ہو تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی سے غافل نہ ہونے دے، تمہاری مناز
تہا راج اور جہاد اس مال کی وجہ سے غفلت کی نظر نہ ہو جائے۔ اور اسی طرح
تمہاری اولاد بھی تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اس کی مناز و جہاد
سے اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے غافل نہ کرے اور جبکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی عبادت
اس کے ذکر اور اس کی یاد کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی اسلئے اللہ تعالیٰ نے
جملہ عبادات کا ذکر نہ کر کے صرف ذکر اللہ کی غفلت کی تنبیہ و ممانعت فرمائی کیونکہ
اللہ تعالیٰ کی تمام عبادات ذکر اللہ کے بغیر اور انہیں جو نہیں یہاں تک کہ روزنامہ
عبادت میں بھی ذکر اللہ اگرچہ زبان سے تو نہیں ہوتا مگر اہل ایمان کے دل میں
تو اللہ تعالیٰ کا ذکر رہتا ہی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی یاد سے دل آباد نہ ہو تو روزہ
دار کھلنے پھینے سے کیوں رکا رہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ" جو شخص ایسا کر گیا

اس بار میں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روگردانی
کر کے مال و اولاد میں مشغولیت اختیار کرنا حرام ہے
زکوٰۃ کی فرضیت اور صدقات کی ترغیب کا بیان
توبہ کی نوبت آنے سے پہلے ہی موت ہو جانے سے
ڈر لے کا بیان

{سُورَةُ مَنَافِقُونَ} آتُونَ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
{آیات ۱-۹-۱۱}

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اے ایمان والو! تمہارے مال و اولاد کو پوری
ذیاری پسند ہے، تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ
کردیں اور جو شخص یہ (غفلت) اختیار کر گیا تو ایسے
لوگ ناکام رہنے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ تم کو
دیا ہے تو اس میں سے (بقدر واجب) اس سے
پہلے ہی خرچ کرتے ہو کہ تم میں سے کسی کو موت
آجائے پھر وہ (صحت سے) کہنے لگے کہ جسے
پروردگار مجھ کو اور تمہارے دونوں بہت کیوں نہ
ہو پھر خدا سے مانگا اور نیک کام کرے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَمْ لَمْ تَلْمِزُوا
أَنفُسَ الْكُفَرِ وَلَا أَوْلَادَ الْكُفَرِ
ذِكْرُ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ
هُمْ الْمَخْلُوفُونَ ۚ وَأَنفَعُوا إِيمَانَ
وَسَرَفْتُمْ مِمَّنْ قَبُلُوا أَرْبَابَ
كِبَارٍ أَجْزَأَ كَرُمَ التَّوْبَةِ يَقُولُونَ
رَبِّ لَوْ لَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ
أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقْتُ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت اختیار کرے۔ یعنی اس کا مال یا اولاد یا یہ دونوں ہی اسے اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت و بندگی کے ان مختلف طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ سے غافل نہ کرنے پائیں جن طریقوں سے اس کی عبادت و بندگی اور اس کے فرائض و واجبات ادا کئے جاتے ہیں جو شخص بھی یہ غفلت اختیار کر گیا قیامت کے روز وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و احسان سے محروم اور اس کی نظر و رحمت سے دور رہے گا اور جنت اور اس کی نعمتوں سے محرومی کی بدولت وہ بے بس ہو جائے گا اور اس کا ٹھکانہ دار اللہ العزیز جہنم میں ہو گا جہاں نہ اورنگ لطف و مہرہ ہو گا نہ مال و اولاد ہو سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے سے متعلق ہر شے فرمایا ہے :

قُلْ إِنَّ الْغَايَةَ لِلَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَنْ يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ ۚ
فَمَنْ يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ ۚ فَمَنْ يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ ۚ فَمَنْ يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ ۚ
فَمَنْ يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ ۚ فَمَنْ يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ ۚ فَمَنْ يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ ۚ

کہا ہے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَأَنْتُمْ أَعْيُنًا عَلَىٰ رَدْفِ الْمَوْتِ ۚ فَمَنْ يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ ۚ
اللہ کی راہ میں خرچ کر دو یعنی جس نے تم کو جو کچھ مال و دولت، علم و کمال یا اور کوئی خوبی و نیکی کی چیز دی ہے اسے اس شخص کی ضرورت پوری کر کے نہ کیلئے خرچ کر دو جو بڑا بے ثواب و ضرورت پوری نہ کر سکتا ہو اور اسے تنہا واسطہ و واسطہ و درکار ہو۔

یہاں پر اصل مقصود تو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ و صدقہ و نظر و قربانی وغیرہ ہیں یا جہاد و مجاہدین پر خرچ کرنا بھی مراد ہے۔ اسی طرح والدین اور بیوی بچوں کا کفالت اور مہمانوں کی شایستگی پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و رعایت و احترام کا یہ انداز بھی قابل توجہ ہے کہ اس نے خرچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ تم نے تمہیں دیا ہے وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دو بلکہ فرمایا کہ اس میں سے کچھ خرچ کر دو چنانچہ زکوٰۃ کی ادائیگی دھانی دہنے مسکراہ کے حساب سے خرچ کی گئی اور کھیتی

کی پیداوار میں دسواں حصہ (عشر) واجب ہے۔ اگر کاشت یا بش اور دیار وغیرہ کے پانی سے ہوتی ہو۔ اور اگر کھیتی میں کنوئیں وغیرہ کے ذریعہ پانی دیا جائے تو پیدوار کا بیسواں حصہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کا حکم دیتے ہوئے جو فقیر اختیار فرماتی ہے اس سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ ان صدقات کی ادائیگی میں غفلت اختیار کرنا چاہئے۔ جیسے ہی خزانہ تولد ہو جائے اور مال انصاب پر ایک سال گزر جائے زکوٰۃ ادا کر دینی چاہئے بلکہ تمام عبادات میں یہی طرز عمل رہے کہ جب بھی کوئی عبادت فرض ہو اور اس کا وقت آجائے وہ عبادت ادا کر لی جائے۔ چنانچہ اسی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ فرمایا ہے کہ مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَتَىٰ أَكْثَرَ كَلِمَاتِ الْكُفْرِ ۚ فَمَنْ يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ ۚ

اس عنوان سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیتے ہیں یہ اشارہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن امور کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے وہ اپنے اوقات میں فوراً ادا کر دینے چاہئیں چاہے نماز ہو یا زکوٰۃ، حج ہو یا اور کوئی واجب ہو جیسے قرض وغیرہ کی ادائیگی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اپنی موت کے وقت کا کچھ علم نہیں ہے کہ کبھی کیلئے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ موت بالکل اچانک ہی آ جاتی ہے، کتنے سونے والے ہوئے ہیں جنہیں موت نے ہی میں موت آ جاتی ہے، کتنے ہی مسافر ہوئے ہیں جنہیں اپنے سفر میں موت آ جاتی ہے، کتنے سواری کر کے والے ہوئے ہیں جنہیں سواری ہی پر موت آ جاتی ہے، کتنے ایسے ہوئے ہیں کہ اچھے خاصے صحیح مندوست تھے کہ اچانک کچھ بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں موت پا گئے۔ اس لئے یہی بات قابل عمل ہے کہ کوئی بھی واجب شرعی جب واجب ہو اس کی ادائیگی میں تاخیر نہ کی جائے ورنہ اچانک موت آجائے پر سوائے حسرت و افسوس کچھ باقی نہ رہے۔ اسی انجام کی بدولت متوجہ کر کے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی فرمایا کہ اگر موت آنے سے پہلے ہی پہلے امر واجب کی ادائیگی نہ کرو گے تو بعد میں پھر یہی کہو گے کہ :

”اے میرے پروردگار مجھے کچھ اور دنوں مہلت کیوں نہ دیدی“

ظاہر ہے کہ ایسی حسرت وہی شخص کرے گا جسے مغرب ہی موت آنی والی ہے اس کے موت کے ترشے آپک ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی یہ تنہا کرے کہ وہ کچھ دنوں کی مہلت اسے اور دوسرے تاکہ اس کے لئے خدا اور اس کے احکام کی تصدیق اور جو حقوق اس پر واجب ہیں ان کی ادائیگی ممکن ہو سکے اور وہ اپنی اس نفس باطن و دھل کے نتیجہ میں نیکو کارگوں میں شامل ہو سکے یعنی وقت بیکل جانے کے بعد اب اس کی یہ تمنا تیں کہ اب اپنا مال خدا کی راہ میں لگا دے یا عین میں سے ہو جائے گا، وہ حق و غور کرے گا، فصل رقی اور فقیروں پر رحم کرے گا، وغیرہ شریک یا بھگام دہی میں وہ بھی نصیب لگا گا مثلاً مساجدوں کی تعمیر یا خیم خانہ کی تعمیر میں وہ بھی حصہ لے گا۔ اب اس کے حق میں بالکل کام ختم نہیں کیونکہ روح نقیبن کرنے کیلئے ملک الموت کا آنا ایک ایسا آمل معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا وہی نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ اس کی موت کا نفی فیصلہ فرما چکا ہے لہذا اب اس قسم کی حسرت و تنہا کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی ہے اب تو بس صرف حسرت و انوس ہی ہو سکتا ہے اور یہ حسرت و غمات اسے کچھ بھی نفع نہ دے گی بلکہ اس کے رنج و غم اور تکلیف کو اور بڑھا دے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل فیصلہ کا اعلان یہ فرما کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جب اس کا وقت مقرر آ جائے ہرگز مہلت نہیں دیتا:

لہذا یہی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ وفادار سے مہلت نہیں دیتا تو مہلت کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کے سوا اس کی مخلوق اور اس کا کوئی پروردگار جو عز و مردہ پروردہ مہلت دے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللَّهُ حَسْبُ الْعِلْمِ لَكُمْ تَعْلَمُونَ (تم لوگ جو کہہ کرے ہو اللہ تعالیٰ سے پوری طرح باخبر ہے) اس ارشاد سے مقصود اہل ایمان کو اصلاح اعمال کی طینت توجہ کرنا اور اس کے لئے ایجا کرنے اور آخرت کے لئے زاد راہ ساتھ رکھنے کی یاد دہانی کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اہل ایمان کو یہ اظہار دیدی ہے کہ وہ ان کے تمام اعمال سے باخبر ہے وہ اعمال اچھے ہوں یا برے ہوں وہ سب کی پوری طرح خبر رکھتا ہے لہذا زندہ کو چاہئے کہ وہ اپنے رب پر نظر رکھے

اپنے عقائد و دست اور اعمال کو ابھارنے کے کی کوشش کرے اپنی زبان اور اپنے دل کو ہر وقت خدا کی یاد میں مشغول رکھے۔

آخر میں اس انداز الہی کا خلاصہ ان چند امور کے توسط سے نہیں نہیں فرمایا اسے یاد رکھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

(پہلی بات) مال و دولت کی محبت میں جو مشغولی اللہ تعالیٰ کے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں رکھ دیتا ہے اور اس سے جو حقیقت ترک ہوئے گئیں مثلاً اللہ کی یاد دہانی نہ رہے اور امور دنیوی کی بھگام دہی نہ ہو سکے تو ایسی مشغولی حرام و ناجائز ہے۔

(دوسری بات) حق کی قدرت ہو نیک بھلا حق میں تاخیر حرام ہے۔ مال و دولت کی محبت میں ایسی مشغولی جبکی وجہ سے حق نہ کرے یہ بھی حرام ہے۔ اس طرح چوتھی ہو جانے کے بعد حق کو جانے میں لیت و دھل اور زبان منول کرنا بھی حرام ہے۔ (تیسری بات) رزق و واجب ہونے پر اس کی ادائیگی فوری طور پر مشغور ہے مقررہ وقت کے بعد تاخیر کرنا حرام ہے۔

(چوتھی بات) خیر خیرات کے کام متعلقہ فالت دینا نفل نماز و روزے کی ادائیگی مستحب ہے۔

(پانچویں بات) دہرا خیرت کا ذکر نہ ہوئے کیونکہ موت کا آنا ہر حال لازم ہے۔ لہذا اسے یاد رکھیں اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا سر پرست ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مال اور بیوی بچے کے فتنے سے ڈرانے اور غیو
درگزر کی فضیلت اور بخل کے علاج کے
بیان میں

{ سورة التكاثر }
(۹۱، ۹۲، ۹۳)
{ وَادْعُ إِلَى تِرَاقٍ }
(۹۴، ۹۵، ۹۶)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
إِنِّ مِنَ أُمَّرٍ أَعْلَمُ وَأَوْلَا دَلِيلٍ
عَدُوِّكَ أَلَدُ فَاحْذَرُهُ وَادْعُ إِلَى تِرَاقٍ
تَعْمُرُوا وَتَصْمُرُوا أَوْ تَغْشُرُوا
فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ شَرِّ حَيْثُ
إِنَّمَا أُمُوكُمْ وَآلَاكُمْ فَنَدُّ
وَاللَّهُ عَمْدُكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ فَالْمُؤَا
لِلَّهِ مَا اسْتَغْنَعُمْ وَاسْمَعُوا
أَطِيعُوا أَوْ أَنْفِقُوا خَيْرٌ لَّانْفُسِ
وَمَنْ يُؤَقِّ شَيْئًا نَفْسِهِ فَادْعُ إِلَى
مُسْمَرٍ الْمُفْلِحُونَ

مہربان و انور!
تجاری میں بیابان اور اولاد تجار سے دشمن
ہی ان کے شہ سے بچے رہو اور اگر تم سنا
کرد اور درگزر کرو بعض دورہ اللہ سے
تجارت سے گناہوں کا بخل والا اور تم پر دم
کرنے والا ہے۔ نیک تجار سے مال اور اولاد تجار سے
لے فتنہ و آتش استقامت میں اور اللہ کے ہاں بہت
بڑا اجر ہے تو تم اللہ سے متاثر نہ ہو کہ وہ اور
انکے اکام سے اولاد لے کر اور غصہ پر بھی کہے ہو
یہ تجار سے بہتر ہے تو یہ شخص انسان پر عمل
سے عفو فرما یا ایسے ہی لوگ فتنہ سے دلسہ ہیں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نادر حقائق اہل ایمان
تشریح و تفسیر کیے ایک بڑی تحذیر و تنبیہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے

اس میں انھیں مال و اولاد اور بیوی کے فتنے سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی
اہل ایمان کے حق میں سرسبز سی ہے کہ اس نے انھیں ایمان کے عنوان سے
خطاب فرماتے ہوئے "یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" کہ جس کی وجہ سے وہ اہل ایمان اسی
ایمان کی بدولت توحید و توحید میں اور اللہ تعالیٰ کی نادر ہر کان و ہر سے اور اس کے
تقاضیوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں یہاں نادر و بیکر ایک قابل تحذیر و تنبیہ چیز سے ڈرایا اور
باغیر کیا ہے وہ فرمایا ہے۔

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیبیاں اور تمہاری اولاد تمہارے لئے دشمن
ہیں اب یہ بعض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کبھی کبھی ایسی بیبی بھی مل جاتی ہے جو شوہر کی
دوست اور خیر خواہ ہوتی ہے اسی طرح ایسی بھی اولاد ہوتی ہے جو اپنے باپ کی دوست
و خیر خواہ ہو۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کے اسی کلام سے معلوم ہوتی کہ بیبیاں اور اولاد جو اللہ کے اولاد
فرمایا گیا ہے "وَمِنْ" لہذا سے منع و تنبیہ ہے کہ بعض بیبیاں اور بعض اولاد دشمن ہوتی
ہیں کیونکہ وہ عربی زبان میں بعض کے لئے بولا جاتا ہے جس کا معنی ہے جو اپنے باپ
کے بعض افراد ہی مراد ہوتے ہیں جیسا کہ اوپر بھی ذکر کیا ہے جہاں "أَلْفَقْتُ" و "مَنْ" کے معنی
فرمایا گیا ہے جس میں ہم نے جو کہہ دیا ہے اس میں سے جو غصہ پر کر دیا کرو۔

مناسب مقام ہوتا ہے کہ یہاں "عَدُوٌّ" و "صَدِيقٌ" میں فرق یہ ہے کہ عداوت دشمنی
وہ ہوسکتا ہے کہ یا جائے تو کہ "عَدُوٌّ" و "صَدِيقٌ" میں فرق یہ ہے کہ عداوت دشمنی
آپ کو ایسے کاموں پر آمادہ کر دے جو آپ کے لئے مفید اور نقصان دہ ہو گا اور صدیق
دوست (ایسے کاموں پر آمادہ کرے گا جو آپ کے لئے نفع مند اور آرام دہ ہو گا۔

اب چونکہ یہ معاملہ مخلوق پر مشتمل ہے لہذا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مخاطب نماز میں
ان سے چونکنا ہے کہ حکم یا اور فرمایا کہ تمہاری بعض بیبیاں اور بعض اولادیں
دشمن ہوتے ہیں اس لئے ان سے چونکنا رہو اگر وہ کسی نیک کام کے لئے میں تاخیر کا

اور خیرات کرنے سے روکتے ہیں۔ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے منع کرتے ہیں۔

اسے اہل ایمان اگر آپ لوگ اپنی ان بیبیوں اور اولادوں کو معاف کر دیں جنہوں نے آپ کو دین آزمائش میں مبتلا کر دیا تو اب ان سے کوئی مواخذہ یا زہر نہیں اور جواب طلبی نہ کریں انہیں نہ ماریں نہ بیٹیں نہ کوئی سزا دیں بلکہ ان سے وہ گذر کر دے جو گناہوں سے ان کے ساتھ گذرنا وہ روٹی سے پیش آئیں۔ انہیں اس صورت حال میں برا بھلا بھی نہ کہیں بلکہ انہیں دل سے معاف بھی کر دیں ان سے جو تکلیف پہنچی ہے معاف کر دیں۔ اسے دلوں جہت کر کے جو جسے علم دین سیکھنے میں جوتا یا غیر ہو گئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یا برکت سے خودی کی جو تکلیف پہنچی وہ سب معاف کر دیں اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ آپ لوگ اگر اپنی ازدواج و اولاد کو معاف کر سکیں تو آپ کو معاف کرے گا۔ آپ ان پر رحم کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ ایمان والوں پر رحم فرمائے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک علمی حقیقت جس سے ہمیشہ بندے ناواقف ہیں بیان فرماتے ہیں وہ یہ کہ مال و اولاد و حقیقت اللہ تعالیٰ کی طاعت سے بندے کی آزمائش و امتحان ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں انہیں اس آزمائش میں مبتلا کر کے دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری میں سچا کون ہے اور جھوٹا مدعی کون ہے، نیکو کار کون ہے اور فاجر و بدکار کون ہے اور کون اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہے اور کون اپنے بیوی بچوں سے محبت رکھتا ہے۔ یہ علمی حقیقت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے:

• اِنَّمَا اَمُوَ الْاَكْثَرُ ذَا كَدٍ كَذِبًا • اے اہل ایمان! تمہارے مال و اولاد تمہارے لئے سبب آزمائش ہیں۔

اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

قَالَ اللَّهُ مَعْ يٰۤاَبُو عَدِيٍّ

لہذا اے اہل ایمان! تم اس چیز کو ترجیح دو اور اختیار کرو جو اللہ کے پاس ہے اور اجر و عظیم حاصل کرنے کی فکر و کوشش کو۔ جو مال و اولاد کی شکل میں تمہارے

سبب بن رہے ہوں تو انکی اطاعت سے پرہیز کرو مثلاً جہت کے موقع پر اگر وہ ناخبر کا سبب بنیں یا جہاد میں جانے اور غماز جہاد کے سبب مہجہ جانے سے روکیں، پھر لو کہ یہ دشمن ہیں جو تمہارا سے نقصان کے خواہاں ہیں۔ اسی طرح غفور و رحیم جو لوگوں پر اگر زائد رقم خرچ کرنے سے روکیں، پھر لو کہ دشمن ہیں جو تمہارا نقصان چاہتے ہیں۔

مناسبتاً مسلم ہوتا ہے کہ ہم اپنی بات اٹکے بچھڑانے سے پہلے یہاں اس بات کا نشانہ نازل ذکر کر دیں تاکہ امت مذکورہ کا مطلب واضح ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی یہ تحریر و تخلیق اچھی طرح واضح ہو جائے۔

(ترجمہ و حاکم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ زمانہ جہت میں کچھ عقائد تیار ہو چکے تھے جن کی بیبیاں اور جن کی اولاد ان کی جہت میں رکھا گیا تھا۔ جن میں بھی بعض عقائد مکہ سے مدینہ جانے نہیں دے رہے تھے جن کی وجہ سے وہ لوگ اول و مدینہ جہت کر کے مدینہ جہت میں آئے۔ یہاں تک کہ جب وقت گذر جانے پر یہ لوگ جہت کر کے مدینہ پہنچے تو وہاں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے جہت کر کے مدینہ پہنچ چکے تھے انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریکڑ مین کی بہت کچھ شکایتیں حاصل کر لی تھیں۔ انہیں اپنے پیچھے چلنے پر بہت رنج و انوس ہو ا اس سبب جہت میں انہوں نے ارادہ کر لیا کہ اپنی بیبیوں اور اولاد کو کچھ ماریں بیٹیں جن کی وجہ سے یہ لوگ جہت فہم میں کچھ پیچھے رہ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیات نازل فرمائیں اور اہل ایمان کو آگاہ فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہاری بعض بیبیاں اور بعض اولادیں تمہارے دشمن ہیں شخصی سبب ہی بیبیاں اور سبب ہی اولاد دین کی دشمن اور بری نہیں ہوتی ہیں بہت سی ایسی بھی ہوتی ہیں جو اللہ و رسول کی فرمانبرداری میں تمہارا ساتھ بھی دیتی ہیں اور تمہارے لئے معاون و مددگار بھی ہوتی ہیں۔

عورت کبھی مرد ہی کی طرح اچھی بری دونوں ہی طرح کی ہوتی ہے چنانچہ بہت سی نیک عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے شوہر اور جن کی اولاد ان کے حق میں دشمن ہوتے ہیں جو عورت کو اللہ و رسول کی طاعت سے شاکر اپنی طرح بد دین رکھنا چاہتے ہیں چنانچہ کتنی عورتیں ایسی ملیں گی جن کے شوہر انہیں بے پردہ رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

پاس ہے وہ اس اجماع کے مقابل میں قابل ترجیح اور لائق اختیار نہیں ہے اور اس مال و اولاد میں نصرت صحیح و درست ہی رکھو انکی حجت میں بڑا فرق ہے الہی کی کوئی افترا ملتی نہ کرو نہ کوئی فرض و واجب نہ رکھ کر اور نہ کسی فعل کا لازم یا محال نہ کرو اور اس بات سے ڈرتے اور بچتے رہو کہ اس مال و اولاد میں تمہارا نصرت نہ درست اور نامراد نہ ہونے پائے اور ان سے تمہاری حجت اللہ تعالیٰ کی طاعت میں کمی نہ کرے اور یہ حقیقت بھی زمین نشین رہے کہ جو مال و دولت اور دنیاوی بچے تمہارے پاس ہیں وہ سب فنا ہوئے وائے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی باقی رہے نہ واسطہ ہائے فنا کے مقابلے میں باقی کو اختیار کرو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر جو غلطی نہ

یہ اللہ تعالیٰ کو کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے جب اپنے اہل ایمان بندوں کو یہ خبر دی کہ تمہارے مال و اولاد تمہارے لئے آناش وقتہ میں اور انھیں اس بات سے ڈرایا کہ وہ خدائے کی طاعت کے مقابلہ میں انھیں ترجیح نہ دیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی جان لی کہ بعض اہل ایمان مال و اولاد کے معاملہ میں طریقہ زبرد اختیار کر کے ہوئے ان سے بالکل ہی دست بردار ہو جائیں گے اور بعض لوگ دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھنے میں بڑی مشقت و تکلیف سے دوچار ہو جائیں گے تو اسے **فَالْتَفَتْنَا** اللہ ماہر استخفاف ہم نے فرما کر یہ سہولت و عذرت اپنی استطاعت ہی کی حد تک تقویٰ کے پابند ہو اور قول مشہور ہے **خَيْرُ الْأَمْوَالِ الَّذِي اسْتَطَعْتُمْ** درمیان بات بہتر یہی ہے۔ لہذا نہ تو یہ مال و اولاد کے حقوق میں کوئی کمی کرے اور نہ ہی اپنی جہالت کی غرض اصلی اور ملت غالی یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں کمی کرے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور جن کو یہ دیکھا ہے اور اس عبادت و بندگی پر ویز سے نجات اور جنت کا دار اخلہ ممکن ہو گا جو نیک لوگوں کا فہم کا اور ان کا مکان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَأَمَّا مَن ظَنَّنَ أَنَّهُ ظَنَّفَ وَظَنَّنَ أَنَّهُ ظَنَّفَ** (اللہ تعالیٰ کے) احکام سنو اور مانو اور اس کی راہ میں، خبر کرو یہ تمہارے لئے بہتر اور اللہ تعالیٰ نے جب اپنے حجاب ایمان بندوں کیلئے یہ سہولت بیان فرمائی کہ جتنا اور کسے ہو اتنا ہی اللہ سے ڈرو اور اس سے زیادہ تقویٰ کا تم سے مطالبہ نہیں ہے)

تو اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ اسے اہل ایمان: آپ لوگ راندہ خالی کے احکام، سنیں اور انھیں مانیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ آپ لوگوں کیلئے بہتر یہ ہے کہ کسی کی بدولت و دلوں جہاں میں انکی سعادت پوری ہوگی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُؤْتِكُمْ شَيْئًا فَمِنْ تَحْتِهَا يَدُ اللَّهِ جو شخص انسان کو عرصہ بخل سے بچایا گیا تو یہی لوگ خدا کے ہاتھ والے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو شے بخش دی جس انسان سے محفوظ فرما دیا تو وہ غلام یا گایا وہ و ذرئہ سے نجات پا کر جنت کے داخل میں گامیاب ہو گیا۔

اور اللہ تعالیٰ کی طاعت سے اس اطلاع میں اشارہ ہے کہ رانیوں سے نفس کی حفاظت پسند ہے تو اللہ تعالیٰ سے طلب کی جائے گی اور دوسرے غیر براہ اللہ تعالیٰ کی راہیں مال خرچ کر کے حاصل کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا جائے کہ وہ بندہ سے کو اس کے فطری شے نفس سے محفوظ رکھے اور اس کے بعد اسی مقصد کے لئے اللہ کی راہ میں مال بھی شہر پہ کیا جائے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

لَا يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَاللَّهِمَّ فَإِنَّ اللَّهَ اپنے آپ کو کفر کرنے سے بچاؤ کہو کہ کلم قیامت **ظَلَمْتَ أَنْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** روزِ جزا، میری کاسب ہو گا۔

عرصہ بخل انسان سے فوراً دھوکہ دینا شروع نہ کرے پہلے لوگوں کو بلا کر کیا انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ غور نہ کریں اور جو چیزیں انہیں مانیں حلال قرار دیں۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ وہ جب بہت اللہ کا طاعت کرنے کو توفیق یہ دیا کہ **اللَّهُمَّ قَبِّحْ شَيْئًا فَنَفْسِي** (اے اللہ مجھ کو شے نفس سے محفوظ رکھئے) اس پر کچھ بھی اضافہ نہ کرے سمجھو کہ یہ شے نفس ہی ہے جو انسان سے چوری، زنا، جھوٹ، خیانت و عداوت، غلامی، امانتوں کو خراب کرنے کا زینہ بنا کر اسے

اللہ تعالیٰ میں بھی شے نفس سے محفوظ رکھئے۔ آمین

مَسْلُوكًا عَلَى الْمَوْلَىٰ سَلَامٌ عَلَى الْمَوْلَىٰ سَلَامٌ عَلَى الْمَوْلَىٰ سَلَامٌ

طلاق سنی اور اس کی عدت کے احکام مطلقہ کو عدت ختم ہونے تک گھر سے باہر نہ کیا جائے اور طلاق و رجعت پر گواہ بنائے جائیں

⑥

{ سُورَةُ الطَّلَاقِ } اَوَّلُهَا بِأَنَّ مِنَ الشَّيْءِ الَّذِي يَنْتَهَى عَنْهُ
الْبَيْتُ { آيَةُ ۱ }

مِنَ الشَّيْءِ الَّذِي إِذَا طَلَّقَ الْمَرْءُ
الْمَرْأَةَ فَقَالَ هُنَّ لِي حُرٌّ
وَأَخْصُو الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ
رَبَّكُمْ لَا تَخْرِجُوهُنَّ مِنْ
بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ
إِلَّا أَنْ يَبْتَئِينَ بِمَا لَحِقَ
مُنْتَبِئَتِهِ وَتِلْكَ حُدُودُ
اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ
اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ
لَا تَدْرِي لَعْنَةُ اللَّهِ
يُخْرِجُ عَنْ بَيْتِهِمْ

اسے نبی و صلہ و علیہ وسلم (آپ مومنین سے فرما کر)
عورتوں کو طلاق دینے کے بعد گھر کے ساتھ غلط نہ ہوگی ہے
و انکو زمانہ عدت سے پہلے (حالت طہریں طلاق
و دو روزہ عدت کو یاد رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو
تھا پھر دو روزہ گھر سے انہیں (عدت کے دوران) نکالنا
گھر سے نہ نکالو اور دو روزہ عورتیں خود نکلیں مگر باہر
کوئی مکمل رہ جائی کریں تو اور بات ہے تو یہ سب
خدا کی مقرر کردہ شرعی حدیں ہیں جو غرض ان
حدود سے تجاوز کرے گا اس سے اپنے آپ کو نکالے گا
یعنی ہرگز نہیں ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی
صورت حال پیدا کرے کہ وہ حد سے تجاوز کرے

بَلَّغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ
فِي بُيُوتِكُمْ وَ أَشْهَدُوا
عِدَّتِكُمْ وَ أَتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي ذُكِّرْتُكُمْ بِهِ لَعْنَةُ
اللَّهِ عَلَى الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ -

اپنی عدت پوری ہونیکے قریب پہنچ جائیں اور
عدت پوری ہوئی ہو تو تم کو وہ اختیار ہیں کہ باہر
انکو تمہارے مکان کے موافق رجعت کر کے نکال دینا
پر قرار دینے و یا تمہارے موافق ان کو جبراً کر دینا
اور آپس میں سے دو مشہر شخصوں کو گواہ کرنا (دو
گواہ من ایس کہ جب حضور ہو تو تم لوگ ٹھیک
ٹھیک اللہ کے لئے گواہی دو کہ کسی کی روایت
نہ کرنا یہ نصیحت ان لوگوں کو کی جاتی ہے جو اللہ
پر اور روز قیامت مرد پر جبراً ایمان رکھتے ہوں۔
تشریح و تفسیر | حجاب ناظرین کرام : اس نذر الہی کی طرقت شعوبی توجہ فرمائیں
کیونکہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے بہت سے شرعی احکام
بیان فرمائے ہیں جن کا علم اور جن پر عمل بہ صاحب ایمان کیلئے ضروری ہے۔

سایں، کی طرقت ناظرین کرام : اس نذر الہی کی طرقت شعوبی توجہ فرمائیں
آیات کی تشریح و تفسیر بیان کی گئی ہے ان میں سے پہلی آیت ایمان کو نذر دیتے ہوئے
تَبَارَكَ الَّذِي يَنْزِلُ فِي الْأَمْثَلِ شَكْلٍ لَمْ يَكُنْ لَكَ غَايِبٌ آيَةُ مَذْكُورَةٌ ہاں میں
خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف کو خطاب کیا گیا ہے اس کی توجہ حضرات
اہل علم نے یہ بیان کی ہے کہ ان احکام کی اطلاع و ہدایت اہل ایمان ہی کو کرنا تھی لیکن
اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہوئی کہ عداشرت کے باوجود اور ضروری احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات شریف کے توسط سے اہل ایمان کو بتائے جائیں اسلئے تشریف و حکیم کے
طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر تمام اہل ایمان کو ہدایات و ہدائی میں۔
اس ملی نکتہ کی دفاع کے بعد اب وہ احکام ملاحظہ ہوں جو اس نذر الہی کے تحت
بیان کئے گئے ہیں۔

پہلی ہدایت :- یہ سب کے عورت کو جو طلاق دی جائے اس کا مقصد زوجین سے ضرور
کو دور کرنا ہو۔ عورت کو گھر سے پہنچانے یا تحلیف دینے کی غرض سے طلاق دینی چاہیے۔
اور یہ طلاق بھی حالت طہریں ہوئی چاہئے اور اس میں یہ بھی یہ بات ملحوظ رہے کہ اس

طہ میں مباشرت و مجبوری نہ کی ہو کہ اگر مجبوری کے بعد طلاق دے گا تو سب ممکن ہے کہ حمل قرار پائے تو طلاق کی عدت وضع حمل ہو جائیگی۔ اتنی طویل عدت عورت کی تکلیف کا سبب ہوگی جو عرض طلاق کے خلاف ہے، عورت کی عدت کا طویل المدد ہونا شرعاً ناپسندیدہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کی صورت میں طلاق طہن یعنی طہن فرمایا یعنی جس وقت سے عدت شمار ہوتی ہو اس وقت کے قریب زمانے میں طلاق دو (تاکہ زمانہ عدت دراز نہ ہونے پائے) اور اس کی صورت یہی ہے کہ طلاق زمانہ حیض کے بعد حالت طہ میں ہو جس میں شوہر نے مجبوری بھی نہ کی ہو۔ یہ ساری رعایتیں اسی لئے رکھی گئی ہیں کہ عدت طویل نہ ہونے پائے اور مطلقہ عورت تکلیف میں نہ پڑے۔

دوسری ہدایت :- عدت کا شمار یا درکھنا بھی شرعاً واجب ہے تاکہ دوران عدت شوہر اگر رجوع کرنا چاہے تو کرے۔ اس حکم کیلئے ارشاد فرمایا گیا ہے یَا أَيُّهَا الْمَرْءُ أَطِيعِ اللَّهَ طَّ بَعْدَ الطَّلَاقِ عَدَّتُكَ كَدَّيْنِ لَكَ وَاللَّهُ يَخْبُرُ لَكَ بِهِ غُيُوبَهُ ۚ وَأَنَّكَ لَا تَكُونُ فِي حِلٍّ مَعَهَا حَتَّىٰ تَحْضَ ۚ وَأَنَّكَ لَا تَكُونُ فِي حِلٍّ مَعَهَا حَتَّىٰ تَحْضَ ۚ وَأَنَّكَ لَا تَكُونُ فِي حِلٍّ مَعَهَا حَتَّىٰ تَحْضَ ۚ (یعنی خدا تعالیٰ سے ٹوڑتے رجوع اس کے ہر حکم کی تکمیل کرتے رجوع اور احکام کی جو حد بندی ہیں ان سے ہرگز تجاوز نہ کر دو۔

تیسری ہدایت :- یہ ہے کہ شوہر کے یہاں عورت میں جگہ رہتی سہی ہو، طلاق کے بعد اسے وہاں سے نہ نکالو اور اسے وہیں عدت گزارنے دو۔ اس میں یہ مصلحت بھی ملحوظ ہے کہ شوہر کو رجعت کا موقع بھی فراہم رہے اور وہ عملی طور پر رجوع کرنا چاہے تو کرے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ مطلقہ عورت زانیہ یا غلیبیہ حیاتی پر اثر کرے، چنانچہ دنیا کاری میں مبتلا ہو جائے یا بہت مخدہ چٹ اور بد زبان ہو ہر وقت سسرال والوں کو ملی کئی مسنیا کرتی ہو جو کبھی برداشت سے باہر ہو تو ایسی صورت میں اسے گھر سے باہر کر دینا جائز ہے۔

یہ ہدایت ان کلمات میں بیان فرمائی گئی ہے:

لَا تَحْضُ حُوْلَتُكَ مِنْ أَجْلِ الْحَيْضِ ۚ وَأَنَّكَ لَا تَكُونُ فِي حِلٍّ مَعَهَا حَتَّىٰ تَحْضَ ۚ وَأَنَّكَ لَا تَكُونُ فِي حِلٍّ مَعَهَا حَتَّىٰ تَحْضَ ۚ (یعنی ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی وہاں سے نہ نکلیں اس جب وہ کھلی ہوئی ہے حیاتی پر اثر کرے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ:

وَقَالَتْ حُدُودُ اللَّهِ ۚ یہ مذکورہ بالا احکام و مباشرت سے خالی زمانہ طہ میں طلاق دینا، عدت کو یاد رکھنا، مطلقہ کو (عام حالات میں) اس کے گھر سے باہر نہ نکالنا، یہ سب احکام اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود ہیں ان حدود سے تجاوز کر کے آگے نہ بڑھو۔

اور جو شخص ان حدود اللہ سے تجاوز کر کے حدیں دی تو اسے گناہ خود اپنے ہی اور عظیم کرے گا۔ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی سزا کیلئے پیش کر گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَذْكُرْهُنَّ عَدَّتُهُنَّ بَعْدَ الطَّلَاقِ ۚ (تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس صورت حال کے بعد کوئی دوسری نئی صورت پیدا فرمائیں)

مقصود یہ ہے کہ اسے اہل ایمان آپ کو یہ احکام جو بتائے گئے ہیں کہ اول عدت کے زمانہ میں یعنی مباشرت سے خالی طہ کی حالت میں طلاق دی جائے اور نہ مطلقہ کو عام حالات میں اس کے گھر سے باہر نہ کیا جائے اور نہ کہ عدت کی ابتداء و انتہاء یاد رکھی جائے۔ یہ تمام باتیں اسی لئے بتائی گئی ہیں کہ ممکن ہے آئندہ اللہ تعالیٰ کو کسی وقت طلاق دینے والے مرد کے دل میں اس مطلقہ کی طہ کوئی رغبت و خواہش پیدا فرمادیں اور وہ طلاق سے رجوع پر آمادہ ہو جائے تو وہ رجوع کرے۔ وہ عورت ابھی اس کے گھر میں ہے اور اگر یہ احکام نہ ہوتے، بیوی کو طلاق کے بعد گھر سے باہر نکال دیا گیا ہوتا تو یہ آسانی نہ ہوتی مرد اگر رجوع کرنا بھی چاہتا تو عورت تک رسائی دشوار ہو سکتی تھی۔

چوتھی ہدایت :- یہ ہے کہ جب عورت کی عدت ختم ہونے کے قریب آجائے وہ وقت شوہر کے لئے لمحہ نگر ہے کی حیثیت رکھتا ہے اب اسے فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اس مطلقہ سے اگر نہاں ہونے کی امید رکھتا ہو تو اس سے رجوع کر کے اسے نکاح میں برقرار رکھے، اور اگر وہ نہاں سے بالکل مایوس ہو تو شخص طہ و حراف کے ساتھ خاموش رہ کر عدت ختم کرنے نکاح سے باہر ہو جائے گا موقع دیدہ ہے۔

یہ صورت کسی طرح نہ ہونی چاہئے کہ اسے دھوکہ میں رکھنے کیلئے صرف زبانی

رجوع کے نکاح سے باہر ہو جائیگی جو بہت عورت کو مل رہی تھی اسے ختم کر دے اور فی الحقیقہ اسے بیوی بن کر رکھنا مقصود ہی نہ ہو۔
بیوی کو طلاق دے کر سننے کی صورت میں اس کا مہر جو کچھ باقی ہو اور اگر دوسے بلکہ مہر کے علاوہ اس کی دلجوئی کیلئے اس کے ساتھ کچھ اور سلوک کر دے یہی سلوک متد اور متاع کہا جاتا ہے۔

اور یہی حسن خلق ہے کہ طلاق دے کر بعد بیوی کا تذکرہ برائی کے ساتھ نہ کرے (فَارْقُوْهُ فَرْقًا مَّعْرُوفًا) ہے یہ بات بھی جاسکتی ہے یعنی بیوی سے طلاق دینا اختیار کرنے میں بھی شرافت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے پاسے۔

پانچویں ہدایت :- یہ ہے کہ جس طرح شوہر نکاح پر گواہ بنا ہے اسی طرح طلاق پر بھی گواہ بنانا چاہیے مگر دونوں مقننوں کی شہادتوں میں یہ فرق رہے گا کہ نکاح پر گواہ کا ہونا نکاح کا رکن ہے گواہی کے بغیر نکاح درست نہیں ہے اور طلاق پر گواہی مستحب و مندوب ہے واجب نہیں ہے۔

گواہی میں یہ بات ضروری ملحوظ رکھنی چاہیے کہ گواہ شرعی طور پر عادل و ثقہ ہوں اور عادل اصطلاح شریعت میں وہ شخص مانا جاتا ہے جو گناہ و گمراہی کا مرتکب نہ ہو چنانچہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے گواہوں کیلئے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَأَشْهِدُوا ذُوَ الْقُرْبَىٰ مِّنْكُمْ ۖ وَذُوَ الْقُرْبَىٰ هُمُ الشَّاهِدُونَ ۚ وَكَانَ لَكُمْ فِي ذَٰلِكَ حُكْمٌ ۚ
وَأَقْبِلُوا عَلَىٰ النَّسَبِ أَدْنَىٰ ۚ وَلَكُمْ فِي ذَٰلِكَ حُكْمٌ ۚ
ہوں وہ قریبیوں کی تم لوگ جب گواہی دو تو حق
مشرکے کے ہو کسی کی روایت نہ ہو۔

یعنی شہادت میں بھی عدل و انصاف ملحوظ رہنا چاہیے کسی فریق پر زیادتی اور کسی کی کمی نہ ہونے چاہئے اور یہ شہادت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے ہونی چاہئے مشہور و لا یا مشہور علیہ یعنی مدعی و مدعا علیہ کسی کی رعایت نہ ہونی چاہئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملاحظہ ہو فرماتے ہیں،
ذَٰلِكُمْ جُنُودٌ لِّدِينِكُمْ يُنَاصِرُوكَ ۚ إِنَّ لَكُمْ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّمَن يَتَذَكَّرُ ۚ
جو تمہاری فوجوں کے لئے دین کے لئے ہیں تاکہ وہ تم کو مدد دیں تاکہ تم یاد رکھو۔
مشرقیوں پر اور روز آخرت پر ایمان والوں پر رحم ہے۔

یعنی یہ احکام ایسے ہیں جن پر وہ بندہ عمل و اسد کرے گا جو اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ خدا اور قیامت کا یقین ہی نہیں رکھتے وہ ان احکام کے نہ مخاطب ہیں نہ وہ اس کے اہل ہیں کیونکہ وہ لوگ تو کافر ہیں اور کافر تو مردہ ہیں کلام حق زمین کے مٹنے سے نہیں نہ بچھ سکتے ہیں۔

اب یہاں پہلی چند باتیں بطور خلاصہ درج کی جاتی ہیں البتہ تو جسے انھیں محفوظ کر لینا چاہئے۔

۱۔ طلاق کا سنوں طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی وقت بدرجہ مجبوری طلاق کی ضرورت آجی جائے تو سنت کے مطابق مابشرت سے خالی حالت طہ میں طلاق دے (لیکن ان باتوں کی رعایت کے بغیر زمانہ حیض میں یا مابشرت کی ہوئی حالت طہ میں کوئی طلاق دیدیتا ہے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ طلاق بھی واقع ہو جائیگی) اور مسنون طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک بار میں ایک ہی طلاق دی جائے دو اور تین طلاقیں ایک ساتھ دینا سنت کے خلاف ہے۔ (لیکن اگر کوئی شخص ایک ہی بار میں دو یا تین طلاقیں دیدیتا ہے تو وہ واقع ہو جائیگی اگرچہ طلاق دینے والا غلط طریقہ اختیار کر رہا ہو جس وجہ سے گنہگار بھی ہو گا)۔

۲۔ عدت کی چار قسمیں ہیں۔ ایک عدت تو اس عورت کی ہے حیض آتا ہو یہ عدت تین ماہواری ہے، دوسری عدت اس عورت کی ہے جنہیں یا بڑ چاہیے کہ جو جسے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین مہینے ہوگی، تیسری عدت حاملہ عورت کی یہ عدت وضع حمل (بچہ کی ولادت) ہے چاہے جتنی کم مدت میں ولادت ہو جائے یا جتنی زیادہ مدت میں ولادت ہو۔ چوتھی عدت وفات ہے یہ عدت (حاملہ کو چھ ماہ) چار ماہ دس دن ہوتی ہے۔

۳۔ حیض کی حالت میں طلاق یا مابشرت کے بعد حالت طہ میں طلاق دینا طلاق بدعی کہلاتا ہے (امام اعظم علیہ الرحمہ اور ان کے ہم فوائے طلاق اسے ہیں اگرچہ) دوسرے اہل علم اسے طلاق نہیں شمار کرتے۔

۴۔ غلبت صحیحہ سے پہلے کی طلاق میں عدت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت کیلئے فرمایا ہے (فَمَا لَكُمْ كَلِمَتَيْنِ مِّنْ عِدَّتِي

تَعْتَذِرُ وَحُكْمًا اس صورت میں تم پر عت شامی نہیں ہے۔ یہ کسک سورہ
احزاب کی نمازات میں گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

اسے اشرم جن بانڈی سے ناراض ہیں ان کا ہمیں علم دیکھئے اور جو کچھ ہم
جانتے ہیں اس سے ہمیں نفع پہنچا ہے آپ ہی کیلئے تعریف ہے اور آپ ہی
سکے شکر ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



خواری میں نماز

اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ سے
بچانا ضروری ہے، اور یہ حفاظت اللہ تعالیٰ پر
ایمان اور اس کے رسول کی اطاعت ہوگی
دوزخ کی منظر کشی



{سُورَةُ تَحْوِیْمِ} رَعُوْهُ بِالْاِیْمَانِ وَبِطَاعَةِ الرَّسُولِ
{آیت ۶۷} رَعُوْهُ بِالْاِیْمَانِ وَبِطَاعَةِ الرَّسُولِ

اسے ایمان دلو اور تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و
عیال کو اس نار دوزخ سے بچاؤ جس کا زمین
انسان اور پھر ہیں اس دوزخ پر بیٹھے
حلت مزاج مغیبا و طاغوت فرشتے مقرب ہیں
جو اشرک کی کم ہدلی نہیں کرتے جو حکم دیا جائے
بجالاتے ہیں۔

تشریح و تفسیر | پھیلے اوراق میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین
کو ایمان کے عنوان سے کیوں خطاب فرماتے ہیں اسکی
وجہ یہی ہے کہ صاحب ایمان ہی دراصل زندہ ہے جو اپنی کامل حیات کے باعث
اس خطاب کو مستحق ہے معفو ظار کھتا اور عمل کے وقت اس پر عمل بھی کرتا ہے اور

اہل کفر فی الحقیقتہ مرده ہیں جو نہ تو یہ مذاہب سننے میں نہ اسے معفو فرما سکتے اور نہ اس کا امتثال کر کے اس پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں اور جن باتوں سے روکا گیا ہے اس سے بچنے بھی نہیں ہیں۔

اور یہ بات بھی بدستانی جا چکی ہے کہ ایمان صرف زبان سے یہ کہہ لینے کا نام نہیں ہے کوئی انسان بس نہ بانی یہ کہہ دے کہ میں مؤمن ہوں بلکہ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ دل سے اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کا رب اور خدا ہونے کا یقین کیا جائے اس کے سوا کسی کو بھی رب اور اللہ نہ مانا جائے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت و تقدیر کی تعبیریں قطعی ضروری ہے اور اس کی بیان اس طرح ہوتی ہے کہ ایسے صاحب ایمان کا دل و پیچہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداری میں ہوتے ہیں۔ اور یہ بات اس وقت اچھی طرح روشن ہو جاتی اور مکمل کر سامنے آ جاتی ہے جب صاحب ایمان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر محبوب چیز اس کو محبوب، اور ہر نا پسند چیز اس کے نزدیک مکروہ و نا پسند ہو جاتی ہے اور وہ اللہ و رسول کا ان کے ہر حکم میں مطیع اور فرمانبردار ہو جاتا ہے اور جن باتوں سے اسے روکا ہے ان سے بچ کر جا سکتے۔

ان مذکورہ سابقہ باتوں کو یہاں زمین میں حاضر کرنے کے بعد اب اس بات کی طرف توجہ فرمائیے جو اس عظیم مذاہب اہل ایمان سے فرمائی گئی ہے اور وہ عظیم بات یہ ہے کہ اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال اور قریب کے لوگوں کو خدایہ و دوزخ سے بچائے اور اس کے لئے پورا اہتمام کرے۔

اس آیت مذکورہ میں جو نذاری گئی ہے اللہ تعالیٰ نے اس مذاہب میں یہی بات فرمائی ہے ارشاد ہوا: رَبِّهِمْ الَّذِي يَمُنُّ أَفَلَا الْآتُفُّكَ وَ أَفَلَا يَنْفَعُكَ
نَكَالُ آيَاتِ شَرِيفِمْ لَيْسَ وَ اِهْلًا كُو دُو زَخْ سَ بَحَا سَ كَيْفَ كَيْفَ ۱۰ كَا لَفَظ استعمال ہوا ہے جو دقائے "یعنی حفاظت کرنے اور بچانے کا حکم دیا گیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ دقائے "یعنی حفاظت تک اور کسی چیز سے جو کسی ہے۔ تو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنے کی ہے کہ اس دقائے و حفاظت کو کھینچنے "نذاری چیز ایمان ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کفر و شرک سے متکل پر ہیز ہوا و اہل ایمان کے ذریعہ

ایمان کو عملی شکل میں بھی ظاہر کیا جائے۔

ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس موقع پر شرک سے متعلق کچھ تفصیل ذکر کر دی جائے۔ تو سمجھئے کہ شرک کی معنیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ خداوند کی بھی عبادت کی جائے۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ دعا بھی عبادت کی ایک شکل بلکہ رواج عبادت ہے جو اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں اس اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے سے بھی دعا کرے اور مانگے تو صحیح لیجئے کہ وہ مرکب شرک ہو گیا۔ اسی طرح تدر بھی عبادت ہے اگر کوئی شخص غیر اللہ کی تدر مانگتا ہے تو اس نے اللہ کی عبادت میں اس غیر اللہ کو بھی شرک بنا لیا اور مرکب شرک ہو گیا۔ کسی کا قرب حاصل کرنے کیلئے ذبح کرنا عبادت ہی کی ایک قسم ہے اب اگر کوئی شخص کسی غیر اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے جانور ذبح کرتا ہے تو وہ مرکب شرک ہو گیا، ختم کھانا اور حلفت لینا بھی ایک طرح کی عبادت ہے اب اگر کوئی شخص غیر اللہ کی قسم کھاتا اور حلفت اٹھاتا ہے تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک بنا لیا، اسی طرح رکوع و سجود بھی عبادت ہے کوئی شخص اگر غیر اللہ کے لئے رکوع و سجود کرتا ہے تو اللہ کی عبادت میں شرک کا مرکب ہو جاتا ہے۔ اللہ کے بندوں کو یہ باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔

یہ سب تو شرک سے متعلق باتیں تھیں اب معامی اور گناہ سے متعلق بھی کچھ باتیں ملاحظہ ہوں،

معامی، معصیت کی جمع ہے۔ معصیت کا مطلب ہے کہ اللہ و رسول نے جن باتوں کا حکم دیا ہو یا جن باتوں سے روکا اور ممانعت کی جو ان حکموں میں اسکی نافرمانی کی جائے اور ان ممانعتوں کا ارتکاب کیا جائے۔

لہذا جب اللہ تعالیٰ نے کچھ کھینچے یا حکم دیا ہو یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کا حکم دیا ہو تو جس شخص نے اس حکم کے مطابق وہ کام کر لیا تو سمجھا جائے گا کہ اس شخص نے اطاعت کی اور نافرمانی نہیں کی اور جس نے اس حکم کے مطابق عمل نہیں کیا تو اس نے نافرمانی کی کیونکہ حکم کی ہوتی بات کو ترک کرنا معصیت ہے۔

وَأَهْلُ بَيْتِهِمْ تَارَةً وَفُودًا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْكَ مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝

اپنے متعلقین کو وہ خواب بھی بتائے جو شیخ محمد السالک نے دیکھا ہے۔ یہ بزرگ خدا کے ایک بندہ ہیں۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور (غصہ سے) آپ کا پورا چہرہ سرخ ہو رہا ہے آپ نے ان کے سامنے یہی مذکورہ آیت دیکھا اَللّٰہُ الَّذِیْ اَمْسُوْا اَقْوَامًا اَنْفُسُکُمْ وَاَهْلَ بَیْتِکُمْ کَاٰذَا اَخْرَجْتُمْکُمْ بِطَرَفِیْہِمْ فَرَمٰی اَمْ یَسْتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ شَاءَ - یعنی جو شخص سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ کی حالت میں اس آیت شریفہ کو ٹرے صاف بتا رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی غلط کاریوں پر سخت برہم اور ناراض ہیں اللہ تعالیٰ میں توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

آیت کا پورا اثر چہرہ آپ کے ملاحظہ میں آچکا ہے۔ آپ کو شک ہو کہ اس دوزخ کی آگ کا تین من کیا ہو گا؟ دوزخ تو گوں کے جسم اور گندھک کے پتھر اور اہل شرک کے بقول اور مردوں کے پتھر دوزخ کے ایندھن ہوں گے۔

آپ ان فرشتوں سے باخبر ہیں کہ دوزخ پر فرشتے مقرر ہیں انھیں زبان پر کچھ نہیں وہ فرشتے کیسے ہیں؟ تو سنئے: وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں جنکی حقیقت سمجھنے کیلئے اتنی ہی بات بہت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں غِلَاظٌ شِدَادٌ فرمایا ہے کہ بڑے سخت مزاج انتہائی سفید و طاقتور ہیں۔ ان فرشتوں کی معبودی و قوت و طاقت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ بات بھی آپ کے علم میں آجانی چاہئے کہ دوزخ میں کافروں کا جسم ایک سو تین کلومیٹر کا ہو گا اور کافروں کا دائرہ اثر سب سے بڑا ہو گا۔ اب خود اندازہ کر لیجئے کہ اتنے بڑے بڑے ٹویل ڈول کے کافروں کو عذاب و سزا دینے والے فرشتے کس قدر قیامت کے ہوں گے۔ بات بتانا آسان نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہم کو دوزخ اور عذاب دوزخ سے محفوظ رکھیں۔

امید کہ ناظرین کرام یہ سب یاد رکھیں گے اور اپنے آپ کو اپنے اہل و عیال کو آتش دوزخ سے بچانے کا پورا پورا اجتہاد کر لیں گے۔ سَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْمُحَمَّدِ وَالْطَّیِّبِیْنَ۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول نے کسی کام یا بات سے روکا ہو تو شخص اس مخالفت کی مخالفت کرے ہوئے اس بات یا اس کام کا مرتکب ہو تو وہ عاصی و گنہگار ہو گا۔

معصیت کی یہ حقیقت و تفصیل جان لینے کے بعد اب یہ سمجھنے کا زندگی میں خود اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو نارودوزخ سے بچانے کی کیا صورت ہوگی۔ اس کی صورت جہت ایک ہے کہ پہلے خبر سراپ کا، آپ کے متعلقین کا ایمان صحیح اور پختہ ہو اور زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ رسول کی اطاعت کی جائے۔

اس مقصد کیلئے یہ بات ضروری ہوگی کہ ہم آپ ان باتوں کا علم حاصل کریں اللہ رسول نے جن کا حکم دیا ہو اور خود علم حاصل کرنے کے بعد اپنے اہل و عیال کو بھی ان باتوں سے آگاہ کریں۔ کیونکہ یہ بات تو کسی طرح سمجھیں آجی نہیں سکتی کہ ہم اللہ رسول کے احکامات کا علم نہ رکھیں اور ان پر عمل نہ پورا ہو جائیں اس لئے عمل کیلئے تو عمل سے پہلے علم ہونا بہت ضروری ہے بغیر اس کے دوزخ سے بچنے کی صورت ہو جی نہیں سکتی۔

متعلقین کی حفاظت کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ انھیں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے کا تاکید ہی حکم دیا جائے۔ اور جو باتیں حرام ہیں ان کو بھی روزے کی تاکید کی جائے جیسے جھوٹ اور بری باتوں کا چھوڑنا، ایسی باتوں کے سننے سے بھی پرہیز کیا جائے۔ جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ قلب و زبان دونوں ہی سے ایسی باتیں سے کسی ایک ہی سے اللہ کا ذکر جاری رکھا جائے۔

لہو و لب کی جو صورتیں حرام ہیں ان سے دور رہا جائے جیسے میزک اور سنگیت، اسی طرح مزامیر کے ساتھ قوالی سننے سے بھی پرہیز کیا جائے اور فیڈی اور دی، سی، آڈیو تصویروں دیکھنے سے بچنا ضروری ہے، تماشے کے پتے اور کمرہ خیر سے دور رہے، بری باتوں اور بری مجلسوں سے دور رہے۔

اپنے اہل و عیال کو جنت اور اس کی نعمتوں کا بیان سنا کر رہے، دوزخ اور اس کے طرح طرح کے عذاب سے ڈرا کر رہے جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سنا کر رہے دیکھا اَللّٰہُ الَّذِیْ اَمْسُوْا اَقْوَامًا اَنْفُسُکُمْ

پر قدرت رکھتا ہے۔ اس نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
اللَّهُ ذُو الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر و شکر اور اس کی بہترین عبادت و بندگی کے ساتھ
سچے دل سے رجوع ہو جاؤ اور اس رجوع و انابت میں اپنے نفس کی بھی خیر خواہی
مقبول ہوئی چاہئے کوئی کید نفس یا غریب نفس اس میں ہرگز شامل نہ ہونے چاہئے
کیونکہ غمگین و غریب نفس یہ بات بھی ہوتی ہے کہ بعض اوقات بندہ
گناہ سے باز آجائے اور اس کا نفس اثر و طبیعت سے پاک ہو جائے مگر پھر وہ
بندہ دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب کر لے لے جس کے نتیجہ میں نفس کی گندگی و خبیثت
اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ ”توبہ و تضرع“ (سچی اور فاعل توبہ) وہی ہوتی ہے جس کے بعد
توبہ کرنے والا اس گناہ کا پھر ارتکاب نہ کرے اور اس گناہ کی طرقت دوبارہ نہ لوٹے
جس طرح کہ حق سے ہٹکا ہوا دودھ دوبارہ چمن میں نہیں لوٹتا۔

اتنی بات سمجھ لینے کے بعد اب آپ اللہ تعالیٰ کی محبوب چیزوں اور اس کی مکروہ
چیزوں کی واقفیت حاصل کر لیں جس سے آپ کیلئے اس کی محبوب چیزوں پر عمل اور
مکروہ چیزوں سے پرہیز و اجتناب آسان ہو جائے۔ اس مقصد کیلئے ہم آپ کے سامنے
دو دنوں ہی قسم کی بنیادی چیزوں کی ایک مختصر و مفید فہرست پیش کئے دیتے ہیں۔
۱۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب و پسندیدہ بنیادی امور یہ ہیں۔

• عموماً پر عمل اور شکر کے ترک میں اخلاص ہونا۔ اخلاص سے مراد یہ ہے کہ
کسے کے کام کرنا، اور نہ کرنے کے کام نہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی طاعت سمجھ کر جو اس
کا باعث محض اللہ تعالیٰ کی محبت و رضا ہو۔

• پنج وقتہ نماز کی اقامت ایسی جماعت مسلمانوں کے ساتھ مسجدوں میں جملہ آدمی نماز
کی رعایت کے ساتھ نماز ادا کرنا، خاص کر نماز کے ارکان و شروط طاعت کے واجبات و
سنن کی ادائیگی کا اہتمام رکھنا۔

• قدر نصیب نقد و مال کے مالک ہونے اور زکوٰۃ واجب ہو جانے پر زکوٰۃ ادا کرنا۔ غلہ
اور پھل وغیرہ کی پیداوار پر شکر دینا۔

• مفسداتِ مومن سے پرہیز رکھتے ہوئے اور مفسداتِ مومن سے دور رہتے ہوئے ماہ

رمضان کے روزے رکھنا۔

• بیت اللہ شریف کا حج کرنا اگر غرضیت حج کے شرائط پائے جا رہے ہوں یعنی اتنی رقم
موجود ہو جو زوارہ اور ایسی تک تکلیفوں کے اخراجات کو کفایت کرے۔

• والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک کاموں میں انکی فرما نہ داری کرنا اور اس سے
پہلے ان کی ضرورت و حاجت زندگی یعنی خوراک و پوشاک، چائے قیام اور ان کے علاج
و دوا کا بند و بست کرنا، انکی شان میں گستاخی و بے ادبی سے مکمل اجتناب کرنا کہ
کوئی ایک بات بھی بلند آواز کے ساتھ ان سے نہ کی جائے۔

• اپنی مقدرت و طاقت بھران کے ساتھ حسن سلوک کر کے صلہ رحمی کا حق ادا کرنا۔
• جہاں کہیں اسلامی حکومت ہو امام مسلمانوں کی دعوتِ جہاد پر لبیک کہنا جہاں جہاد
پر بھیجے اس کی تعمیل کرنا۔

• تیرہ دسکین، پیرہنی و مسافر کے جملہ مسلمانوں کے ساتھ احسان و اکرام کا معاملہ کرنا،
اپنے کسی قول و فعل سے انھیں تکلیف نہ پہنچانا۔

• جذبہ صبر سے کام لینا ایسی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مشقت و محنت پر صبر کرنا اس سے
ملوں درخیز نہ ہونا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ امتحان کے طور پر اگر کسی بلا (مثلاً مرض، تنہا
فاتہ وغیرہ) میں مبتلا کرے تو اس پر بھی صبر اختیار کرنا۔

یہ مندرجہ بالا چند امور وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے محبوب و پسندیدہ کاموں میں
بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ و مکروہ بنیادی باتیں یہ ہیں:

• اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی اور اس کی غلامی میں شریک نہ ہونا یعنی ان باتوں میں
سے کوئی بات غیر اللہ کے لئے نہ کرنا۔

• سود کھانا چاہے ایک درہم کی مقدار میں تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

• زنا کرنا۔

• یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانا۔

• جن باتوں میں والدین کی اطاعت ضروری ہے ان میں ان کی نافرمانی کرنا

• جھوٹی گواہی دینا۔

• اہل ایمان مرد و عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔

- پڑوسی کو تکلیف دینا۔
- مسلمانوں کو تکلیف دینا۔

- اللہ تعالیٰ کی محبوب چیزوں میں سے کسی چیز کو چھوڑ دینا۔

یہ مندرجہ بالا امور اللہ تعالیٰ کی محبوبات و محرومات میں سے چند ہیں۔ اگر ان محبوبات میں سے کوئی محبوب چیز چھوٹ جائے یا کسی مسکروہ چیز کا ارتکاب ہو جائے تو فوراً اس سے توبہ کر لینی چاہئے۔ اگر قابل عمل چیز چھوٹی ہے تو فوراً اس پر عمل کر لیا جائے اور اگر نہ کرنے کا کام کر لیا گیا ہے تو فوراً اسے ترک کر دیا جائے اور اپنی اس غلطی پر پوری غمات اور پورے احساس شرمندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کیا جائے۔

اگر ایسا کر لیا جاتا ہے تو پھر ہم کو حق ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بشارت حاصل کریں۔

عَسَىٰ رَوْحُكَ أَن يَخْلُقَ لَكَ مِمَّا تَشَاءُ
وَرَبُّكَ خَلَقَ الْجَنَّةَ فِي سِتِّ أَيَّامٍ
فَتَجِدُهَا لَا تَصِفُ أَلْوَنًا

توقع کی جاتی ہے کہ تمہارا پروردگار تمہاری غلطیاں معاف فرما دے اور تمہیں (جنت کے) باغوں میں داخل کر دے جیسے پہلے نہیں بنی ہوں گی۔

اس موقع پر یہ طے و قطعی ہے کہ ہم بھی معلوم رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں آیا ہوا لفظ عَسَىٰ شکی و شبہ کے معنی نہیں رکھتا بلکہ جس بات کے لئے بلاغظ استعمال ہوا ہو اس متوقع بات کا وقوع پذیر ہونا یقینی سمجھا جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ توبہ و نصوح کے نتیجہ میں گناہوں کی معافی اور جنت کا داخلہ بالکل یقینی ہے اور اس لائق ہے کہ اس سے بشارت جنت حاصل کر لی جائے۔

گناہوں کی بخشش ایسے دن عمل میں آئیگی جس دن اللہ تعالیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اہل ایمان کو روز قیامت کی غلامت و شرمندگی سے محفوظ رکھنا چاہیں گے کہ ان کو کوئی شرمندگی و غلامت نہ ہو انہیں اس روز ایک نذر عطا ہوگا جو ان کے آگے پٹا ہوگا یہاں تک وہ اہل صراط پر سے گذر کر دارالسلام جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَبَرَكَاتٌ كَثِيرَةٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالْجَنَّةِ أَجْمَعِينَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ